بعون صانع مکین و مکان فضل خلاق زمین و زمان

اندنوں یہ کتاب افادت انتساب مقبول انام مفید خاص و عام

تائید الاسلام

مع

مؤید القرآن

مصنفہ حامی ملت محمدیہ مروج شریعت مصطفویہ جناب مولوی علی بخش خانصاحب

مطبع نامی منشی نولکشور میں بطبع مزین مطبوع ہوئی

بعون صانع مکین و مکان و فضل خلاق زمین و زمان
رسالہ
تائید الاسلام
مقام لکھنؤ
مطبع نامی منشی نولکشور میں طبع ہوکر مطبوع طبائع جہان ہوا

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله ذی الجلال الکبیر المتعال والصلوة والسلام علی من
شریعته مصئونة من التحریف والزوال ودینه القیم فی غایة
الاعتدال سیدنا ومولانا محمد الشافع المشفع یوم
الرجف والزلزال یوم لا ینفع قرابة ولا مال صلی الله
تعالیٰ علیه وسلم ما هبت صبا وشمال وما انقاطر
الوابل لهطال وعلی آله خیر آل واصحابه خیر اصحاب فی جمیع
الخصال اما بعد ففی هذا الزمان قد شاع الضلال و
زعم الجهال انهم اهل کمال وانهم فی تحقیق المذهب
بمقام عال کلا ولا یعلمون الحرام عن الحلال ولا یمیزون
الحرم عن الجمال جل صناعتهم اضلال وکل بضاعتهم
اغفال فلما رایت ذالك الداء العضال اردت ان
اکشف لهم عن مضائق الاشکال وادفع عقدة الاعضال
واحرر ما هو الحق الصریح بلا تطویل ولا ایجاز واخلال وما
توفیقی الا بالله وهو حسبی وعلیه الاتکال

خاکسار علی بخش عفی عنہ اہل اسلام کی خدمت مین التماس کرتا ہے کہ فی الحال جناب والا خطاب سی ایس آئی سید احمد خان صاحب بہادر نے ایک تقریر پرچۂ تہذیب الاخلاق مورخہ ۱۵ جمادی الاول ۱۲۹۰ھ ہجری مین خاص خطاب مین اس عاصی کے طبع کرائی ہے اوسمین دو قسم کے مضمون ہین ایک مدرسۃ العلوم کے باب مین دوسرا مذہبی امور مین اور مدرسۃ العلوم کے متعلق مین نے ایک خط جناب ممدوح کی خدمت مین لکھ بھیجا ہے اور تہذیب الاخلاق مین اوسکے طبع ہونے کی درخواست کی ہے اور اودہ پنچ مین بھی مطبوع ہو چکا ہے اوسکے ذیل مین مذہبی خیالات جناب ممدوح کا جواب علیحدہ لکھنے کا وعدہ کر چکا ہون چنانچہ اس رسالہ مین اوسکا بھی جواب دیا جاتا ہے اور تہذیب الاخلاق سے بعض خلافیات جناب والا کا بھی انتخاب لکھا جاتا ہے اور اوس سے کسیقدر معتقدات اونکے مستنبط کیے جاتی ہین اور ہیئت جدیدہ کو جو لائق معارضہ کلام الٰہی کے وہ سمجھ رہے ہین اور آسمان و زمین کے قلابے ملا رہے ہین اوسپر بھی تھوڑی سی بحث لکھی گئی ہے اور استرقاق کو خلاف نیچر قرار دیکر اوسکی حرمت مین جو آرٹکل تبریۃ الاسلام نام رکھکر طبع کرایا ہے اوسکا بھی جواب دیتا ہون اور بعض اعتراضات فلسفیانہ سے بھی تعرض کیا جاتا ہے اور ایک حدیث کے متعلق جو حضرت عالی دماغ نے گفتگو لکھی ہے اور حضرت ابو ہریرہ پر شیطنت کا کنایہ لکھا ہے اور میری تحریر پہ اتہام کیا ہے اور محکو کلمات متکبرانہ کے ساتھ ممنون منت کیا ہے اوسکا بھی جواب دیا گیا ہے اور مجکو یقین ہے کہ اہل اسلام جب اس رسالہ کو غور و تامل کے ساتھ دیکھینگے اور مقولات جناب مخاطب والا مراتب کے سمجھ لینگے تو یہ امر بخوبی کھل جائیگا کہ اصل اعتقاد ہمارے مخاطب کا اسیقدر ہے کہ کوئی حدیث قابل وثوق نہین ہے اور اصول حدیث و اصول تفسیر

مقولات مفسرین و محدثین و اصول فقہ اور تمام فتاویٰ شرعیہ و کتب فقہیہ و کتب سیر و عقائد بلکہ عام کتب دینی واہیات اور نامعتمد اور غیر مفید اور قابل انعدام ہین اور طریقۂ زہد و عبادت و نوافل و کسر نفس و تعلیم صوفیہ و ذکر و شغل جو فی زمانناً مروج ہے لا ینفع ہے باقی رہا قرآن شریف اوسکے معنی برعایت قواعد علم ادب و معنی بیان و اقوال مفسرین و توافق احادیث اختیار کرنے کی ضرورت نہین ہے جس طرح ہو سکے وہ تاویل کرنی چاہیے جس سے کوئی آیۃ مقولات اہل یوروپ اور فلاسفہ جدیدہ اور نیچرل مذہب کے خلاف نہونے پاوین تفسیر بالرای ضروریات ہی اور مذہب اسلام مین جو عقیدہ خلاف نیچر کے ہو باطل ہے اور جو مسئلہ خلاف عقل شریف نظر آئے واہیات ہے اور امور معاد مین جو حقائق اہل اسلام کے مسلمات مین ہین سب بے اصل ہین اور تقلید صحابہ کرام و اہل بیت رسول انام کی ظلمت و ضلالت ہے اور علاوہ ان سب عقائد کے سب و شتم رسول صلعم اور دیگر انبیاے سابقین پر بدلالت التزامی تمہید تبرتیہ الاسلام مین کیا ہے اور بدلالت مطابقی صحابہؓ کو بے نقط سنا رہے ہین اور باقی تمام امت مرحومہ کو جس لفظ کے ساتھ یاد فرماتے ہین وہ کس حساب و کتاب مین ہے تسپر دعوے ہے کہ ہم حامی اسلام ہین یعنی اسلام پر جو لامذہب اہل یوروپ اعتراضات کر رہے ہین اونکا جواب یون دیتے ہین کہ وہ بات ہی اہل اسلام مین نہین ہے اور یہی مذہب آیندہ باقی رہیگا اور مجموعۂ موجودہ اسلام باطل ہے الحاصل یہ امر اس رسالہ کے دیکھنے سے ظاہر ہو جائیگا کہ جس دین اسلام پر تمام امت مرحومہ آج تک قائم رہی ہے اوسکو جناب ممدوح باطل سمجھتے ہین اور جسقدر اسلام کو وہ اپنی اصطلاح مین صحیح اور کافی قرار دیتے ہین اونکے ایجاد اور بدعت سے ہے باقی رہا سب و شتم

اکابر دین کا وہ توجو کچھ نتیجہ دیتا ہے ہر شخص جانتا ہے اب ہم پہلے جناب
والا خطاب کی تقریر کا جواب دینا شروع کرتے ہین **قولہ** آپ کو یہ الفاظ
فرمانے اوس وقت مناسب تھے جب کہ میری کوئی تحریر یا تقریر اسلام کے
برخلاف دیکھی ہوتی یا اسلام پر مین نے اعتراضات وارد کیے ہوتے
حالانکہ جب میری تمام تحریر و تقریر کا منشاء اور مآل یہ ہے کہ جو اعتراض
معترضین نے اور مخالف مذہب والون نے اسلام پر کیے ہین وہ درحقیقت
اسلام پر وارد نہین ہوتے تو ایسی حالت مین مین حامی اسلام ہوا یا مخالف
و مرتد الخ **اقول** اس رسالہ مین بعض تحریرات کا انتخاب پیش کرتا ہون کہ دیکھیے
کہ آپ کو تمام عقائد و احکام اسلام سے خلاف اور اوسپر اعتراض ہے
یا نہین اور آپ نے جو طریقہ اختیار کیا ہے نہ تو وہ اہل اسلام کے حق مین
مفید ہے نہ معترضین کے واسطے جواب شافی ہے بلکہ اوسکا نتیجہ یہ ضرور
ہے کہ پہلے آپ تسلیم کر لیتے ہین کہ فلاسفہ جدیدہ یا ملحدین نیچرل جو
اعتراض کرتے ہین یا کر سکتے ہین اونکا مقولہ صحیح ہے اور جس دلیل سے
وہ اپنے دعوے کو قائم کرتے ہین وہ قرآن سے بھی زیادہ قابل
یقین ہے بعدہ آپ ایسی بے اصل تاویل کرکے جواب دیتے ہین کہ
اوسکو سنتے ہی ہر شخص سمجھ لیتا ہے کہ دن کو رات کہ رہے ہین اور
جب وہ تاویل باطل نکلتی ہے تو اعتراض کی تسلیم لازم آتی ہے اور
مذہب اسلام کا بطلان آپ کے اقرار سے قرار پاتا ہے مثلاً وجود ابلیس و
قصہ حضرت آدم مین فلاسفہ کو انکار تھا اور رقیت کو بھی وہ خلاف نیچر
بیان کرتے تھے اور وجود افلاک و جنت و نار وغیرہ احکام معاد کے بھی
وہ منکر ہین اور اوسپر معترض ہین اور معجزات انبیا کو وہ خلاف نیچر
سمجھتے ہین اور روزہ رکھنا تیس روز تک برابر خصوصاً گرمی کے موسم مین
خلاف نیچر جانتے ہین اور شراب جسقدر عقل کو زائل نکرے اور بدن کو

قوت دے اوسکو حرام سمجھنے سے انکار کرتے ہین اور بہت سی احکام
مذہب اسلام کے ویسے ہین جسکے باب مین سواے حکم خدا اور رسول صلعم
کے عقلی دلیل نہین ہے اونپر طعن و تشنیع کرتے ہین اس سب کے جواب
مین حضور والا نے فرمایا کہ مذہب اسلام مین وہ احکام ہی نہین ہین
بلکہ معترضین کا جو مذہب عقلی ہے وہ ہی قرآن سے بھی ثابت ہے
اور تاویلات رکیکہ بے اصل پیش کرکے آیات واحادیث مین معنے
بنھانے لگے آخر کو وہ تاویلات خلاف منطوق الفاظ قرآنی قرار پاکر
معترضین نے سمجھ لیا کہ محض دھوکا دیا جاتا ہے تو لاجواب ہو کر بطلان
مذہب اسلام تسلیم کیا گیا چنانچہ اکثر مقامات مین ہم آپ کی تاویلات کا
حال کھولین گے پھر فرمایئے یہ حمایت اسلام کی ہوئی یا بیخ کنی اس دین
کی ہے بخلاف ہم لوگون کے کہ پہلے اوس اصول پر برہان طلب کرینگے
جسپر لامذہبون کا مدار ہے اور اوسکے ابطال پر اوسوقت توجہ کرینگے
جب وہ ہمارے مسلمات کے خلاف ہونگے اور ہم اپنا اعتقاد قرآن
وحدیث پر قائم رکھین گے اور چونکہ ہم خوب یقین رکھتے ہین کہ خدا کا
کلام سچ ہے وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰہِ حَدِیْثًا تو اوسکے خلاف جسکا قول
نظر آئیگا سمجھ لین گے کہ وہ خود ہی غلطی مین پڑا ہوا ہے کیونکہ غلطی مقتضاے
بشریت ناممکن نہین ہے پس ایسے اوہام وظنون فلاسفہ کو معصوم
کی حدیث کے مقابلہ مین اور کلام الہی کے مخالفت مین باطل قرار دینگے
چنانچہ اس رسالہ مین تھوڑی سی بحث ہم لکھتے ہین اور ہمارا خاص کر کے
یہ اعتقاد ہے کہ اتبک کوئی مسئلہ علوم جدیدہ کا ایسا نہین ہے جو قطعی ہو چکا ہو
اور قرآن وحدیث صحیح واجماع امت اوسکے خلاف ہو جہان تک خلاف ہے
اونہین مسائل مین ہے جو اوہام وظنون فلاسفہ پر مبنی ہین اور اونہین
ہمیشہ ردوبدل ہوتا رہتا ہے اور اقوال متقدمین ومتاخرین کے

مخالف ہوتے آئے ہین جب یہی حال ہے تو ہمارے مذہب اسلام کے
شاداب اور سر سبز پودے کیون جلکر برباد ہونگے آپ کی ملت نیچریہ
کیون نہ برباد ہوگی ہمارے مذہب مین ہمیشہ علماء دین ایسے ہوتی رہی ہین
اور ہوتے جاوینگے جو فلاسفہ قدیمہ کی بھی خاک اوڑا چکے ہین او فلاسفہ
جدیدہ کو بھی گھر تک پہونچا وینگے ہمارے رسول صلعم کے ورثائے حقیقی کو
خدا سلامت رکھے ہر صدی کے اخیر یا شروع مین تجدید دین محمدی صلعم
کرتے رہینگے ہم تو ذرا بھی نہین ڈرتے ہین آپ ناحق دھمکاتی ہین
یہ سچ ہے کہ اب وہ زمانہ نہین رہا ہے جو سابقین اہل اسلام کو سامان میسر تھا
اور بے تکلف جواب لکھنے پر مستعد ہوتے تھے مگر تو بھی دنیا مین آپ کے
اوہام وظنون کا جواب شافی دینے والے بہت سے موجود ہین بسم اللہ تصحیح
علوم جدیدہ کے مسائل تو یا ملحدین و نیچریون کے معتقدات کو آپ ثابت
کرتے جائیے اور اپنے اکابر دین کی تالیفات دکھلائیے کوئی نہ کوئی حامی
مذہب اسلام ضرور جواب دیگا خیر جسقدر اعتراضات آپ کی تحریرات سے
اب تک مستنبط ہوتے ہین اور اس تحریر جدید مین بھی بعض کا ذکر ہے اس
رسالہ مین پیش کرتا ہون اگر زندگی باقی ہے تو ہیچ اور بھی پیش کردن کا
انشاء اللہ تعالے **قولہ** مین نے دیکھا ہے کہ شیعون کا اعتراض الخ
اقول ذرا مہربانی کیجیے اور قصہ قرطاس مین اوس حدیث کا نشان تو دیکھیے
جسکو محققین متکلمین اہل سنت نے تسلیم کیا ہے اور بعض محققین نے اسکی صحت سے انکار کیا ہے میرے
نزدیک جو حدیث صحیح ہے اوس سے انکار نہین ہوا ہے اور جو صحیح نہین ہے اوسکو
تسلیم نہین کیا گیا ہے اور اس مثال کے لکھنے سے آپ کو کیا فایدہ ہے
کیا آپ بھی واسطے دفع کرنے اعتراض فلاسفہ کے قرآن شریف کی کسی آیت
کی صحت کے منکر ہین یا اہل اسلام کے جسقدر فرقے کہلاتے ہین اونمین
اسکو آپ حق جانتے ہین آپ کا تمام اعتقاد اسی پر مبنی ہے کہ شیعہ و

سُنّی وغیرہ جسقدر فرقے ہین سب باطل پر ہین اور جو کوئی ملت نیچریہ کے
اور مقولات فلاسفہ کے برخلاف ہے وہ گمراہ ہے نام بنام فرقون کو
اہل اسلام کے آپ تو گالیان سناتے ہین اور سب کو وحشی جانور کافر
مشرک بتاتے ہین پھر ہم اور شیعہ آپسمین نبٹ لین گے یہان اصل دین
اسلام ہی آپ برباد کیے ڈالتے ہین جب خدانخواستہ مذہب اسلام ہی
باقی نرہیگا تو شیعہ سُنّی کس بات پر اڑین گے لہذا دونون فرقہ کے علماء
پہلے آپ ہی سے مقابلہ کرینگے جب آپکی بات نیچریہ باطل ہو چکے گی اور فلسفیت
جدیدہ کے اعتراضات دندان شکن دے لین گے تب گھر مین بیٹھکر
بوجھ لین گے کہ کیون جی خلافت بلا فصل کا کیا حال ہے اب تو آپ نے
ایک مجتہد کی ضرورت مذہب شیعہ سے اپنے اجتہاد کی امید پر نکال دی ہے
مگر یہ بھی خبر ہے یا نہین کہ وہ لوگ جیسا اجتہاد آپ چاہتے ہین اوسکو باطل
سمجھتے ہین اور خلاف قرآن وحدیث کے فلسفی طریقہ سے نفرت رکھتے ہین
بلکہ قیاس کا طریقہ جو حضور کا ہے اوسپر طعن کرتے ہین **قولہ** آپ مجکو
مذہبی سخت الفاظ سے یاد کرتے ہین اور ملت نیچریہ میری طرف منسوب
فرماتے ہین اور مذہب کا انقلاب دینے والا قرار دیتے ہین اور اسی سبب سے
مجھسے نفرت رکھتے ہین مین ان باتون سے کچھ ناراض نہین ہون کیونکہ
مین سمجھتا ہون کہ آپ نے اس مطلب پر غور نہین فرمایا ہے آپ کو یہ الفاظ
فرمانے اوسوقت مناسب تھے جبکہ میری کوئی تحریر یا تقریر اسلام کے برخلاف
دیکھی ہوتی یا اسلام پر مین نے اعتراضات وارد کیے ہوتے حالانکہ جب میری
تمام تحریر و تقریر کا منشا اور مآل یہ ہے کہ جو اعتراض معترضون نے اور
مخالف مذہب والون نے اسلام پر کیے ہین وہ درحقیقت اسلام پر وارد
نہین ہوسکتے تو ایسی حالت مین مین حامی اسلام ہوا یا ملحد و مرتد الخ
اقول مین نے جو اپنی تحریرات مین جناب عالی کو نیچرل ہٹ یا حامی ملت

نیچریہ وغیرہ الفاظ سے یاد کیا ہے وہ آپ ہی کی متعدد تحریرات سے انکار کر کے
نتیجہ نکالا ہے کیونکہ مین ثابت کرتا ہون کہ آپکا اصل عقیدہ یہ ہے کہ نیچر کی پابندی
لازم ہے خلاف اوسکے ہونا ممکن نہین ہے اور مذہب اسلام اوسیکا نام ہے
جو موافق نیچر کے ہو اور جسقدر خلاف نیچر کے ہو وہ باطل ہے کسی تحریر مین تو
صاف صاف لفظ نیچر کا موجود ہے کسی مین اوسکا ترجمہ قانون قدرت و قانون
فطرت وغیرہ الفاظ کے ساتھ لکھا ہے اب مجھکو ضرور ہوا کہ مین آپکی تحریرات
یاد دلا دون اور یہ بھی ظاہر کر دون کہ آپ کے نزدیک مذہب اسلام کیا چیز ہے
جسکے آپ حامی بنتے ہین اور ہم لوگ جسکو مذہب اسلام سمجھتے ہین وہ آپکے نزدیک
باطل ہے اور آپ اوسکے استیصال اور انقلاب کی کوشش کر رہے ہین
پرچہ تہذیب الاخلاق یکم ذیحجہ ۱۲۸۷ ہجری مین ترجمہ اپنی کتاب خطبات
احمدیہ کی عبارت کا آپ نے لکھا ہے اوسکا خلاصہ بقدر ضرورت لکھتا ہون
ہر قوم مین خیال مذہب ایسا مختلف رہا ہے کہ کسی ایک پر بھی یقین کرنیکی
کوئی وجہ نہین جس طرح مسلمان و یہودی اپنے ایک خدا پر اعتقاد اور یقین
کامل رکھتے ہین اسی طرح ہندو اور مصری اپنے ۳۳ کروڑ دیوتاؤن پر اعتقاد
اور یقین کامل رکھتے ہین پس مذہب کا کسی اعتقاد پر مبنی ہونا اور پھر اپنے مذہب کو
سچا کہنا تحکم ہے سچا اصول بجز قانون قدرۃ کے کوئی نہین ہے اور اون
اصول کے مطابق جو مذہب ہو وہی سچا مذہب ہے اور قانون قدرت کا
بنانے والا خدا ہے اور وہی مذہب اسلام ہے جو قانون قدرت کے
مطابق ہے مگر اسلام سے مراد یہ مجموعہ احکام نہین ہے جسکو لوگ سمجھ رہے ہین
ہان مجازاً اوسپر مذہب اسلام کا اطلاق ہو سکتا ہے مگر حقیقتاً وہ مذہب
اسلام کہلانیکا مستحق نہین ہے کیونکہ اوسمین صرف احکام منصوصہ ہی نہین ہین
بلکہ مجتہدین و علما جو قابل سہو و خطا ہین اونکی رائے سے جو مسائل دلالۃ النص
یا اشارۃ النص یا قیاس سے نکالے گئے ہین اور اجتہادات کہلاتے ہین

تنا اصل ہین اور اونکے اتباع کا نام تقلید ہے احکام منصوصہ بھی دو قسم کے ہین
ایک وہ جو اصلی ہین اور بلا شبہ وہ بالکل قانون قدرت کے مطابق ہین دوسرے
وہ جو احکام اصلی کے حفاظت اور بقا و قیام کے لیے ہین ان دونون قسمون مین بھی
تمیز کرنی لازم ہے الخ اور مجموعہ موجودہ اسلام کی نسبت ایک عیسائی مورخ کا
قول نقل کر کے جو کچھ اپنی راے لکھی ہے پرچہ یکم شوال ۱۲۸۸ ہجری مین جو دوسرے
عبارت اوسکی یہ ہے ایک انگریزی مورخ نے لکھا ہے کہ عیسائیت اور اس
بڑی سی بڑی خوشی کے جو قادر مطلق نے انسان کو دی ہے مطابق ہے
اور اوسکو ترقی دینے والی ہے برخلاف اسکے اسلام اوسکو خراب کرنے والا
اور دلتہ مین ڈالنے والا ہے یہ مت سمجھو کہ اس مصنف کا صرف یہ قول ہی قول ہے
بلکہ حالات اور اطوار و عادات موجودہ اہل اسلام سے اسکا ثبوت بھی ہے الخ
اور پرچہ ۱۵ شوال ۱۲۸۸ ہجری کے مضمون نمبر ۵ مین لکھا ہے کہ انسان کے
خیالات جو آیندہ زندگی کی نسبت ہین جسکو معاد یا آخرت کے نام سے تعبیر
کرتے ہین اور جو مذہبی یقین سے پیدا ہوتے ہین انسان کی ترقی کے اکثر
مانع ہین بلا شبہہ سچا مذہب جو درحقیقت خدا کی طرف سے دیا گیا ہو وہ
انسان کے کسی ہو قسم کی ترقی کا مانع نہین ہو سکتا کیونکہ انسان کا متنزل از لوازم
انسانیت سے خدا کا مقصد نہین ہے ورنہ انسان کو انسان بنانے کی
کیا ضرورت ہوتی مگر جب اس سچے مذہب مین بھی لغو خیالات اور بد تعصبات
ملجاتے ہین تو وہ بھی ایسا ہی انسان کی ترقی کا مانع ہو جاتا ہے الخ بلفظہ
اور پرچہ مذکور مین دوسری تقریر نمبر ۶ کا حاصل یہ ہے کہ معجزات انبیاء پر
اعتقاد کرنے سے ایمان کا قائم ہونا صحیح نہین ہے بلکہ سواے عقل کے کوئی
ذریعہ نہین ہے صرف عقل ہی سے ایمان صحیح ہو سکتا ہے اور پرچہ یکم ذیقعدہ
۱۲۸۸ ہجری مین تقریر نمبر ۹ کا یہ خلاصہ ہے کہ پابندی رسوم کی قطعاً
ترک کرنی چاہیے کیونکہ وہ شگفتگی طبع کی مانع ہے تمام مشرقی یا ایشیائی

ملکون مین تمام باتون کے تصفیہ کا مدار رسم و رواج پر ہے اون ملکون مین مذہب اور استحقاق اور انصاف کی لفظون سے رسمون کی پابندی مراد ہوتی ہے پس اب دیکھو کہ اون قومون مین جنمین مسلمان بھی داخل ہین کیسا ابتر اور خراب اور ذلیل حال ہے رسومات جس زمانہ مین مقرر ہوئین ممکن ہے کہ اونمین غلطی ہوئی ہو یا اوسیوقت کے مناسب ہون جو زمانۂ حال مین کچھ کام کی نہین ہین اور ایجاد رسوم جدید ہونا ضرور ہے جیسا کہ اہل یوروپ کا دستور ہے تقریر نمبر ۱۲ پرچہ ۲۰ ذیقعدہ کا یہ خلاصہ ہے کہ ہر شخص آزادی رائے کا مستحق ہے اطاعت جمہور کی درباب مذہب کے نہ چاہیے امور مذہبی مین اپنی راے کا پابند ہونا چاہیے نہ جمہور کا جائز ہے کہ دس شخصون مین نو شخصون کی راے غلط ہو اور ایک کی صحیح ہو کسی کی راے پر یقین کرنے کی کوئی وجہ نہین ہے ایک مسلمان اگر مسلمان کے گھر مین پیدا نہوتا اور عیسائی کے گھر مین پیدا ہوتا تو پکا عیسائی ہوتا پس اپنے ہم مذہبون کے اقوال پر قائم ہونا اور اونکو جمہور ٹھہرانا نہ چاہیے اپنی راے سے اپنا مذہب درست کرنا لازم ہے تقلید کی گرم بازاری اور انسداد آزادانہ مباحثہ کا مسائل تسلیم شدہ مین بھی نہایت بیجا ہے کسی عالم کے قول کی سند پیش کرنی یا فقہ و حدیث کو اسیقدر سمجھ لینا کہ جو کچھ اوسمین لکھا ہے وہی مان لینا چاہیے اور اوسکے اصول کو نہ دریافت کرنا نادانی ہے اور تقریر نمبر ۸ پرچہ یکم ذیحجہ ۱۲۸۷ ہجری کا یہ خلاصہ ہے کہ ہمارے مذہب کے بعض صحیح اور اصلی مسائل ایسے ہین جنکی پوری تحقیق و تدقیق ابتک نہین ہوئی اگرچہ وہ مسائل فی نفسہ صحیح و درست ہین الا بیان واضح اور تحقیق کامل نہونے کے سبب علوم عقلیہ کے بخلاف اور تہذیب و شایستگی کے مخالف معلوم ہوتے ہین پس ہمکو اونکی تشریح اور تفسیر مین تہذیب کرنی چاہیے کثرت ازدواج خدا اور رسول کے حکم کی برخلاف ہے اور اگرچہ ہندوستان مین انگریزون کی بدولت غلامی کی بد رسم

موقوف ہوگئی ہے مگر ہمارے مہذب ہونے کے لیے صرف اوسکا موقوف ہونا کافی نہین ہے بلکہ ہمارے دل مین اس بات کا یقین ہونا چاہیے کہ درحقیقت یہ رسم خلاف مسلمانی مذہب کے تھی اور فی نفسہ خراب اور نالائق ہے

اور تقریر نمبر ۲۳ پرچہ یکم محرم سنہ ۱۲۹۰ ہجری مین واعظین اور پیرجی صاحبون کو مکار اور حرام خوار اور خدا کا دشمن لکھا ہے اور جو مولوی حدیث و تفسیر پڑھاتے ہین اونپر ذلیل و خوار ہونیکا الزام لگایا ہے اور تقریر نمبر ۲۸ پرچہ ۱۵ محرم سنہ ۱۲۹۰ ہجری کا خلاصہ یہ ہے کہ جو احکام درباب معاد کے بعد موت ہین جنکو نہ ہم دیکھ سکتے ہین نہ چھو سکتے ہین وہ سب اصلی نہین ہین بلکہ تمثیلی ہین رنج روح سے مراد عذاب ہے اور کٹ ملاؤن کی اس فتوی سے کہ عذاب قبر سے انکار کیا اور معراج سے منکر ہوے اور شیطان کی وجود کو جنز جدا گانہ نہین ماننے سے نص قرآنی کا انکار کیا کچھ ڈرنا نہین چاہیے

اور تقریر نمبر ۲۹ پرچہ مذکور کا یہ خلاصہ ہے کہ بعض اہل اسلام نے جو عہد کر لیا تھا کہ تمام رات نماز پڑھین گے اور ہمیشہ روزہ رکھین گے کبھی روزہ نہ چھوڑینگے عورت کے پاس کبھی نہ جائین گے حضرت رسول صلعم نے اونکو منع فرمایا اس حدیث سے بڑی سند ملتی ہے کہ اصلی اور سچی عبادت وہی ہے جو قانون قدرت کے مطابق ہے تمام قوی جو انسان مین پیدا ہوے ہین اسلیے نہین ہین کہ وہ بیکار کر دیے جاوین بلکہ سبکو شاداب اور اعتدال پر رکھنا چاہیے اور یہ فرائض اصلی عبادت ہے مگر جو اونکے سوا اور عبادات ہین ہم اونسے بحث کرتے ہین ایک بڑی غلطی مین مسلمان پڑے ہین کہ اونہون نے زہد و ریاضت کو صرف راتون کو جاگنے اور ذکر و شغل کرنے اور نفل پڑھنے اور نفل روزہ رکھنے پر منحصر سمجھا ہے قطع نظر اسکے کہ اونکا ایسا کرنا اور حد اعتدال سے گذر جانا جو قانون قدرت کے برخلاف ہے مقصود شارع ہے یا نہین ہم تسلیم کرتے ہین کہ وہ عبادت صحیح مگر اوسکے سوا اور نیک باتون کو

عبادت نہ سمجھنا جو اون سے زیادہ مفید ہین بڑی غلطی ہے ایک اور چھوٹا
خیال یہ ہے کہ ترک دنیا عبادت ہے جسطرح شارع نے ترک دنیا کے واسطے
فرمایا ہے وہ بالکل قانون قدرت کے مطابق ہے یعنے ہم دنیا کو اوس طرح
پکڑین جیسا قانون قدرت نے ہمکو سکھایا ہے : اپنی ہوا سے نفسانی کے
مطابق تقریر نمبر ۳۵ پرچہ یکم ربیع الاول ۱۲۸۸ ہجری خدا نے جو کچھ ہمپر فرض کیا ہے
وہ بہت تھوڑا ہے اگر ہم واللہ لا ازیدہ ولا انقص کے مضمون پر یقین کرین تو صرف
فرائض کے ادا کرنے سے قطعی بہشتی ہین باقی رہی اور بڑی نیکی وہ نادان خدا پرست
بنے سے حاصل نہین ہوتی ہمکو دینداری کے لیے دنیا کے کامون مین مصروف
ہونا چاہیے محرمات شرعیہ سے بچنا اور مباحات شرعیہ کے مزے اڑانا اور
دنیا کو نیک کامون مین برتنا ہی سب سے بڑی نیکی اور اصلی خدا کی عبادت ہے،
الخ بعدہ حج بیت اللہ و تعمیر مساجد و اعانت مدارس علوم دینی و غیرت و غیرہ
حسنات پر ترقی قومی کو ترجیح دیکر اور اون عبادات و حسنات کو پشیمانی
و غیر ضروری قرار دیکر لکھا ہے کہ مذہب کو حقائق موجودات سے موازنہ کرنا چاہیے
مذہب خدا کا قول اور فطرت خدا کا فعل ہے دونون ایک ہین طریقہ لباس و اکل
و شرب و اخلاق و عادات (یعنے نیچر ۱۲) ایسے اختیار کرنے چاہیین جس سے تہذیب یافتہ
قومون کی نظر مین حقارت نہو پرچہ ۱۵ جمادی الاول ۱۲۸۸ ہجری خواجہ سرا
روضۂ متبرکہ رسالت مآب صلعم پر اور خانہ کعبہ پر متعین کیے گئے ہین اور یہ
ہیجڑے کے چھوٹے مسلمان اوسکو باعث افتخار جانتے ہین الخ تقریر نمبر ۴۲
پرچہ یکم جمادی الثانی ۱۲۸۸ ہجری زمانہ حال مین دینیات کی تعلیم بھی
مسلمانون مین مفید طریقہ پر نہین ہے اور کوئی علم مفید مروج نہین ہے
تقریر نمبر ۴۶ - ۱۵ جمادی الثانی ۱۲۸۸ ہجری مین عورتون کا حال لکھکر فرمایا ہے،
کہ جب اونکے ساتھ کافر مسلمان مردون کا چال چلن جو اونکے ساتھ ہے
خیال کیا جاوے تو عورتون کی نیکی حد سے زیادہ پائی جاتی ہے پرچہ ۱۴ رجب ۱۲۸۸ھ

ف ۱ — [illegible]

ف ۲ — توہین حرمین شریفین

ف ۳ — تعلیم دینیات کی جو مروج ہے غیر مفید ٹھہرائی ہے

نمبر ۲۵ کا خلاصہ یہ ہی کہ استرقاق خلاف قانون فطرت ہے اور وہ کام بے رحم
وحشی جانور جفا کار شہوت پرستون کا ہے جس مذہب مین ایک لمحہ کے واسطے
بھی جائز رکھا گیا ہو وہ مذہب ہی باطل ہے چند روز اسلام مین عمل بھی اوسپر رہا
اور احکام بھی اوسکے متعلق نازل ہوے مگر سب سے اخیر سورۂ محمد بعد فتح مکہ
کو سنہ ہجری مین نازل ہوئی اوسکی آیہ اما منا بعد و اما فدا نے کل آیات سابقہ کو منسوخ
کر دیا اور استرقاق کو اگر اللہ تعالے جائز رکھے تو وہ شرک کا روادار سمجھا جاے
و غیر ذلک من الاوہام اور اسی آرٹکل مین تقلید صحابہ کو بھی اسلام مین ناجائز قرار دیا ہے
اور اجماع امت سے بھی کنارہ کیا ہے اور کتب سیر کو مہا بھارت قرار دیا ہے
پرچہ یکم ذیحجہ سنہ ۱۲۸۸ ہجری نمبر ۲۰ مین ہے اللہ تعالے سب باتین اپنے قانون
قدرت کے مطابق کرتا ہے اوسکا قانون قدرت کبھی ٹوٹتا نہین اور وہ ہر طرح
کے قانون قدرت کے بنانے پر قادر ہے مگر جو قانون قدرت اوسنے بنا دیا ہے
اوسکے برخلاف کچھ نہین ہوتا یہ اعتقاد رکھنا کہ حسن و قبح اشیاء کا اور کسی فعل پر
ثواب یا عقاب ہونا صرف خدا کے حکم اور اوسکے امر و نہی کے سبب سے ہے محض
لغو اعتقاد ہے بلکہ اوسی قانون قدرت پر مبنی ہے اور خدا کے احکام اوسی قانون
قدرت کا بیان ہے پس بعض تو ایسی ہین کہ اونکے حسن و قبح کو ابتدا ہی عقل
انسان کی دریافت کر لیتی ہے اور بعض ایسے ہین کہ بعد الاخبار من الرسل
عن اللہ تعالی اونکے حسن و قبح کو عقل تسلیم کرتی ہے اور تقریر نمبر ۱ پرچہ
مذکور مین ہے کتب احادیث مین جسقدر احادیث مندرج ہین اور جو اقسام
حدیث محدثین نے بیان کی ہین اونمین سے کسی پر اس بات کا یقین کامل
نہین ہو سکتا کہ درحقیقت وہ پیغمبر صلعم کی حدیث ہے گو کتب حدیث مین مندرج
ہین اور جو اقسام حدیث محدثین نے بیان کی ہین اونمین سے کسی پر اس بات کا
یقین کامل نہین ہو سکتا کہ درحقیقت وہ پیغمبر صلعم کی حدیث ہے گو کتب حدیث
مین مندرج ہو اور علماء نے اوسکو صحیح لکھا ہو بلکہ بعض حدیث تو یقینا حدیث

ف ۱ اس آرٹکل مین جو مضمون لکھی ہے اوس سے سب و شتم انبیاے سابقین و لاحقین و صحابہ و اہل بیت و عام امت مرحومہ کی لازم آتی ہے ×

ف ۲ علم بھی کبھی نہین ٹوٹتی کا اعتقاد حشر و نشر و فنا باطل ٹھہرتا ہے ۱۲

ف ۳ نتیجہ یہ کہ سب احادیث

نہین اور بعضے مشتبہ ہین ممکن ہے کہ پیغمبر صلعم کی حدیث ہون اور ممکن ہے
کہ نہون حدیث بالمعنی جسقدر بخاری و مسلم مین ہین اونکے وہ احکام منصوصہ نہین
ہوسکتے بلکہ اجتہادی ہین محتمل الخطاء والصواب اور جو حدیث در حکم مرفوع
ہے یعنی جسمین صحابی کا بیان ہے کہ پیغمبر صلعم کے زمانہ مین ہم یون کرتے تھے
یا اسطرح پر کرنا سنت ہے وہ بھی ناقابل وثوق ہے جسقدر احکام احادیث
کی لفظون سے بخصوصیت الفاظ یا بوجہ تقدیم و تاخیر الفاظ و خاصیت ابواب وغیرہ
ازروے قواعد صرف و نحو و معنی بیان نکالے جاتے ہین وہ سب اجتہادی ہین
ممکن ہے کہ رسول صلعم کا وہ مقصود نہو پس وہ منصوص نہین ہوسکتی ہین بلکہ اجتہادی
ہین محتمل الخطاء والصواب اور حدیث موقوف و مقطوع و معلق و مرسل و منقطع سب
نامعتمد ہین پس جملہ اقسام مذکورہ پر حدیث نبوی ہونیکا یقین نہین ہوسکتا
گو جمہور محدثین کی راے اسکے خلاف ہو کیونکہ اونکا محض حسن ظن ساتھ بخاری
او مسلم کے ہے اور باقی جسقدر اقسام حدیث کی ہین سب نامعتمد ہین کوئی قابل
یقین نہین ہم محدثین کی راے نہین مانتے ہین بلکہ ہم یہ اصول قرار دیتے ہین
کہ جو حدیث خلاف قرآن کے ہو وہ باطل ہے اور جو حدیث کسی موجودہ شئی کی
حقیقت کے خلاف ہو وہ باطل ہے اور جو حدیث علم تاریخ کے خلاف ہو وہ بھی
باطل ہے اور جس حدیث مین کوئی واقعہ ایسا بیان ہو جسکو ہزارون آدمی دیکھہ
سکتے تھے مگر اوس واقعہ کا ہونا صرف حدیث ہی مین مذکور ہو تو وہ بھی باطل ہے
اور جس حدیث مین ایسی بات مذکور ہو جسکا جاننا سبکو ضرور تھا مگر صرف اوسی
حدیث کے راوی نے بیان کیا وہ بھی باطل ہے اور جو حدیث اصول مذہب اسلام
کے برخلاف ہو وہ بھی باطل ہے اور جس حدیث مین ایسے عجائبات کا بیان ہو
جسکو عقل تسلیم نکرے وہ بھی باطل ہے جبتک بذریعہ الہام کے وہ بیان ثابت نہو
اور جس حدیث مین تھوڑے عمل پر بہت سا ثواب مذکور ہو اور جنت مین بڑے بڑے
محل کا بننا یا اونے گناہ پر سخت عذاب کا مذکور ہو وہ بھی باطل ہے جب تمام

ف — قواعد صرف و نحو و معنی
بیان رسول کے موافق
[illegible] ہے
معنی قرآن و حدیث
[illegible] *

نقائص مذکورہ بالا سے پاک ہو تب بھی یقیناً حدیث ہونا نہین کہہ سکتے نہ جزم
ویقین کر سکتے ہین ظن غالب البتہ ہو سکتا ہے تقریر منبر ۶۲ پرچہ یکم ذیحجہ
سنہ ۱۳۰۰ ہجری مین ہے کہ ڈاکٹر ہنٹر صاحب کا یہ قول صحیح ہے کہ انگریزی مدرسون
کی تعلیم سے ہر نوجوان اپنے مذہب سے بد اعتقاد ہو جاتا ہے مگر ہمارا یہ قول ہے
کہ اگر ایسی ہی مذہب ہے تو مذہب ہی کو جانے دو بڑے بڑے عالمون نے
یہ تجویز کی ہے کہ انگریزی تعلیم کے ساتھ مذہبی تعلیم بھی دیجاے کتب درسیہ
عقائد وفقہ واصول وتفسیر وحدیث وعلم کلام بھی پڑھایا جاے تاکہ عقائد مین
پختہ رہے مگر ہم کہتے ہین کہ محققانہ تعلیم مذہبی البتہ مذہب کو محفوظ رکھہ سکتی ہے
الا یہ اندھی تقلیدی تعلیم مذہبی مانع نقصان عقائد نہین ہو سکتی اور یہ کتب درسیہ
مذہبیہ اوسکا علاج نہین کر سکتی ہین بلکہ یہ کتابین تعلیم انگریزی کے ساتھ اگر
پڑھائی جائین گی تو اور زیادہ لامذہبی اور بد اعتقادی پھیلے گی اسلیے کہ سواے
قرآن مجید کے جسقدر کتب مذہبیہ اس زمانہ تک موجود ہین ہزارون غلطیون سے
معمور ہین کوئی ایک کتاب بھی ایسی نہین ہے جسمین کوئی نہ کوئی عظیم الشان
غلطی موجود نہو اور حسن اسلام کی سچی حقیقت کو وہمی نہ بنا دیا ہو کتب موجودہ مین
وجود سبع سموات کے ابطال کا جواب کہان ہے اثبات حرکت زمین و ابطال
حرکت دوری آفتاب پر جو مطلب لکھتے ہین اونکی تردید کس کتاب مین ہے ایہ کریمہ
ولقد خلقنا الانسان من سلالۃ من طین ثم جعلناہ نطفۃ فی قرار
مکین ثم خلقنا النطفۃ علقۃ فخلقنا العلقۃ مضغۃ فخلقنا المضغۃ عظاما
فکسونا العظام لحما کی جو تفسیر عالمون نے لکھی ہے وہ فن تشریح سے غلط معلوم ہوتی ہے ہم اپنی
آنکھون سے بوتلون مین بھرے ہوے نطفہ سے لیکر بچہ کے پیدا ہونے تک
کے تغیرات کو دیکھتے ہین جو مفسرین کی تحریرون کی غلطی کو ثابت کرتے ہین
خدا کی بات اور اوسکا کام ایک ہونا چاہیے یہ مسئلہ تمام دنیا نے تسلیم کر لیا ہے
پھر اوسکی تصدیق مذہب اسلام کی کس کتاب مین ڈھونڈین پس کتب موجودہ

ف ۱

ف ۲ اعتراضات فلسفیہ قرآن شریف پر

مذہبی کے پڑھنے سے نہ پڑھنا بہتر ہے بہشت مین جانے کے واسطے
خدا کو ایک پیغمبر کو برحق جاننا کافی ہے اور عمل مین نماز پڑہ لینے روزہ رکھ لینا
بس ہے ان غیر مفید کتابون کے پڑھنے سے کیا حاصل ہے تقریر نمبر ۶۴
پرچہ یکم محرم سنہ ۱۲۸۹ ہجری مین اپنے پرچہ تہذیب الاخلاق کو ایڈیسن و اسٹیل
تقلید پہ قائم کر کے اسٹیل اور اڈیسن مذکور کو پیغمبرون مین معدود کر کے اہل اسلام
کے علم دین کے مذمت شروع کی ہے اور یہ عیب نکالا ہے کہ خدا و رسول کے
احکام تو سیدھے سادے تھے جو ان پڑہ بادیہ نشینون کو پہونچانے گئے تھے
اوسمین نکتہ چینیان اور باریکیان اور مسائل فلسفیہ و دلائل منطقیہ ملا کر
لاچار لوگون کو قرآن اور معتمد حدیثون کو چھوڑنا پڑا اور زید و عمر کے بنائے ہوئے
اصول کی پیروی کرنی پڑی اور چونکہ اہل اسلام ہر بات کے جواب مین کہتے ہین
کہ مذہبا منع ہے ناچار انکو فقہ اور اصول فقہ و حدیث و اصول حدیث و تفسیر
و اصول تفسیر سے بحث کرنی پڑتی ہے پس ہندوستان [illegible] اسٹیل
اور اڈیسن ہی کی ضرورت نہین ہے بلکہ مقدس لوتھر کی بھی بڑی حاجت ہے
تقریر نمبر ۸۹ پرچہ ۱۵ جمادی الاول سنہ ۱۲۸۹ ہجری مین لکھا ہے نبی آخر الزمان
صلعم کو امی کہنے مین یہ حکمت تھی کہ نیچرل فیض جو اندر [illegible] کا جاری
رہتا ہے اوسکو کوئی بیرونی چیز مزاحم نہو اور جو کچھ باہر نکلے وہ خالص نیچرل
پس اب ہمیشہ نیچر کے سرچشمہ کے جاری رکھنے پر متوجہ رہا کرین اور جس علم کی
نسبت یہ کہا گیا ہے کہ العلم حجاب الاکبر اوسکے ہرگز پیرو نہون تقریر نمبر ۹۲
پرچہ یکم جمادی الثانی سنہ ۱۲۸۹ ہجری مین عقیدہ اول کا یہ خلاصہ ہے کہ اصل مادہ
عالم کا ازلی و ابدی و ناقابل فنا ہے اور تبدیل و تغیر صور نوعیہ کی ہوتی ہے
اور ذات باری علت العلل ہے تقریر نمبر ۹۵ - ۱۵ جمادی الثانی سنہ ۱۲۸۹ ہجری
عقیدہ دوم کی بحث مین لکھا ہے کہ یہ شبہہ زائل نہین ہوسکتا کہ شاید ہمارے سوا
کوئی دوسرا کارخانہ قدرت بھی ہو اور اوسکا صانع اور علت العلل موجود ہو لہذا

ازلی و ابدی ہو مگر ایمان و اسلام کی بنیاد خیال پر نہین ہے فلسفیہ و عقلیہ
مباحث کو جو حالت فرضیہ غیر وجودیہ سے ہوتی ہین یقین اور ایمان سے
کچھ مناسبت نہین مولانائے روم نے اوسکے حق مین نہایت خوب فرمایا ہے
پائے استدلالیان چوبین بود ٭ پائے چوبین سخت بے تمکین بود ٭ الخ
تقریر نمبر ۱۸ پرچہ ۱۵ شوال سنہ ۱۲۸۹ ہجری مین لکھا ہے کہ مسٹر اڈیسن کا
قول ہے کہ مذہب کے دو حصہ ہو سکتے ہین ایک اعتقادیات دوسرا عملیات
اعتقادیات سے مراد صرف وہ مسائل ہین جو وحی سے معلوم ہوئے ہین
اور [illegible] اور کارخانہ قدرت سے معلوم نہین ہو سکتے مگر ہمکو اڈیسن سے
کسیقدر اختلاف ہے ہم اعتقادیات اون مسائل کو کہتے ہین جنکا ہونا عقل
[illegible] اصول پر ناممکن نہین ہے الا عقل و نیچر سے اونکو ہم یقین نہین کر سکتے
وحی [illegible] لاتا ہے مگر ہمکو اس بات مین شک ہے کہ اون مسائل پر جنکو ہمنے اعتقادیات مین
داخل کیا [illegible] ایمان ہے یا نہین عملیات مین مسٹر اڈیسن نے اون مسائل کو داخل کیا ہے
جنکو عقل و نیچر [illegible] مطابق مذہب کی بھی ہدایت کی ہے حصہ اول کا نام عقائد اور حصہ ثانی کا
نام اخلاق رکھا ہے مگر مین مسٹر اڈیسن سے تھوڑا سا اختلاف کرتا ہون کہ اعتقادیات
اور عملیات مین کچھ علاقہ نہین ہے انسان اعتقادیات پر کتنا ہی زیادہ خیال کرے اوسکے
اخلاق مین کچھ تفاوت نہین ہو سکتا وکذا بالعکس پھر مسٹر اڈیسن لکھتے ہین
کہ کوئی شخص اخلاق مین کمال حاصل نہین کر سکتا جب تک اخلاق کو مذہب
مذہب کا سہارا نہو یہ قول مسٹر اڈیسن کا ہے مگر مین یہ کہتا ہون کہ کوئی
اعتقاد یا کوئی مذہب سچا نہین ہو سکتا جسکا نتیجہ اخلاق کی عمدگی نہو پس
اخلاق کو کسی مذہب کا کچھ سہارا درکار نہین ہے بلکہ مذہب یا اعتقاد کے
سچ سمجھنے کو اخلاق کا سہارا درکار ہے بعدہ اڈیسن لکھتے ہین کہ واسطے اختیار کرانے
مذہب کے خونریزی کرنی بیجا ہے غالباً فرقہ رومن کیتھلک اور پروٹسٹنٹ کا
ذکر کرتے ہونگے جنمین اس قسم کی خونریزیان جاری تھین لوگ خیال کرتے ہونگے

اعتقادیات جو حالات غیر مرئی ہون [illegible]

علاوہ مذہب اسلام کے دوسرے مذاہب بھی [illegible]

کہ مسلمانون کی مذہب مین بھی ایسا ہی خونخوار امن و اخلاق کے برخلاف
جہاد کا مسئلہ ہے اگر وہ مسئلہ ایسا ہی ہو جیسا کہ بعض یا اکثر غیر محققین یا
خودغرض یا اکثر ظالم و مکار مسلمانون کے حکمرانون نے برتا ہے تو اوسکے
اخلاق کے برخلاف ہونے مین کون شبہہ کرسکتا ہے مگر ہمارا اعتقاد
یہ نہین ہے بلکہ حقیقت جہاد کی صرف فنیشنل لا پر یعنے وہ قانون جو مختلف
قومون کو باہم برتنا چاہیے مبنی ہے اور جو آج کل مہذب قومون مین
جاری ہے مسٹر ایڈیسن لکھتے ہین کہ آپسمین نفرت پیدا کرنے کے لیے
مذہب کافی ہے نہ واسطے محبت پیدا کرنے کے مین اس بات کو تسلیم کرتا ہون
کہ جو برتاؤ مذہبون کا اس زمانہ مین ہے وہ ایسا ہی ہے بلکہ مسلمانون کا
برتاؤ سب سے زیادہ بُرا ہے مگر سچے مذہب اسلام کا مسئلہ یہ ہے کہ
خدا کو ایک جاننا اور انسان کو اپنا بھائی سمجھنا پس جو کوئی اس مسئلہ کے
برخلاف ہے وہ غلطی پر ہے انتہی منتخبا تقریر نمبر ۲۰۳ پرچہ یکم محرم ۱۲۹۰ ہجری
مین ہے ہم اہل سنت وجماعت کا ذکر کرتے ہین جنکے دو فرقے القاب
وہابی و بدعتی سے ملقب ہین پہلے حضرت بلاشبہہ عقائد مین نہایت
درست اور قریب حق کے ہین الا ظاہری افعال اور سختی اور سنگدلی
اور قساوت قلبی اور تعصب پر اسقدر سرگرم ہین کہ اندرونی نیکی ایک بھی
اونمین نہین رہی اور ٹھیک وہی حال ہے جو علماء یہود کا تھا جو دن
رات ظاہری رسومات مذہبی مین مبتلا تھے اور دوسری حضرت اگرچہ
اندرونی نیکی کی جانب کسیقدر متوجہ ہین الا رسوم آبائی کے اسقدر پابند
ہین اور بدعات محدثہ کے اسقدر پیرو ہین کہ رومن کیتھلک کی قدم بقدم
ہوگئے ہین بلکہ اونکو بھی مات کردیا ہے پس یہ دونون باتین ہمارے
مقصود کی خارج ہین اور ہم ان دونون باتون کو اپنے سچے دل سے مذہب
اسلام کے بھی برخلاف سمجھتے ہین اور ترقی تہذیب مسلمانون کا بھی مانع قوی

جاتے ہین اور اسیلیے مسلمانون مین جہانتک کہ یہودیت اور رومن کتھولکیت
آگئی ہے اوسکو مٹانا چاہتے ہین اور یقین کرتے ہین کہ بغیر سچا اسلام
بے میل اختیار کیے کسی چیز کی بھلائی ممکن نہین رسومات کو اور خصوصاً
مذہبی رسومات کو مٹانا کچہ آسان کام نہین ہے اور نہ ہمکو کچہ توقع ہے
کہ ہم اسمین کچہ کرسکتے ہین مگر تاہم لوگون کو اوس سے متنبہ کرتے جاتے ہین
اور کیا عجب ہے کہ کوئی دل نرم بھی ہوا ہو یا آیندہ ہو ہمکو ہمارے شفیق نیچرسٹ
یا دہریہ کہتے ہین اس سبب سے کہ ہمنے اپنی تصنیفات مین یہ دعوی کیا ہے
کہ جو مذہب نیچر کے برخلاف ہے وہ صحیح نہین ہے اور اوسکے ساتہ
اپنا یہ یقین بھی ظاہر کیا ہے کہ ٹھیٹ مذہب اسلام جبکہ وہ بدعات محدثہ
سے پاک ہو بالکل نیچر کے مطابق ہے اسلیے کہ وہ سچا ہے اور اسلیے کہ وہ سچا ہے اگر یہی وجہ
ہمارے دہریہ ہونے کی ہو تو ہم پکے دہریہ سہی بلاشبہ ہمارا یہ دلی عقیدہ
ہے کہ نیچر خدا کا فعل ہے اور مذہب اوسکا قول ہے اور سچے خدا کا قول
و فعل کبھی مخالف نہین ہو سکتا اسیلیے ضرور ہے کہ مذہب اور نیچر متحد ہو اور
بلاشبہ ہمارا یہ بھی اعتقاد ہے کہ انسان بسبب ذی عقل ہونے کے
احکام مذہبی کا مکلف ہوا ہے پس اگر وہ احکام عقل انسانی سے خارج ہون
تو معلول خود اپنی علت کا معلول نہوگا ہان یہ بات ممکن ہے کہ وہ احکام
ہماری تمہاری عقل سے خارج ہون الا عقل انسانی سے خارج نہین ہو سکتے
اور زمانہ جون جون انسان کی عقل و علم کو ترقی دیتا جاویگا وون وون اونکی
خوبی زیادہ منکشف ہوتی جاویگی مگر یہ اوسیوقت ہوگا جب کہ تقلید کی پٹی
آنکھون سے کھلی ہوگی ورنہ کولھو کے بیل کی طرح ہمیشہ دن رات پھرنے اور کچہ
نجا سکینگے اور کچہ نہوگا کوئی مذہب ایسا دنیا مین نہین ہے جو دوسرے مذہب
کو وہ کیسا ہی باطل کیون نہو اپنی ترجیح بہمہ وجوہ ثابت کردے مگر یہ رتبہ صرف
اوسی مذہب کو حاصل ہے جو نیچر کے مطابق ہے اور مین یقین کرتا ہون کہ وہ

جو مسئلہ شرعیہ خلاف
عقل انسانی سمجھا ہو
وہ باطل ہے

ہم رف ایک مذہب ہے جسکو مین ٹھیٹ اسلام کہتا ہون اور جو بدعات محدثات سے اور غلط خیال اجماع سے اور خطاء اجتہادات سے اور ڈھکوسلہ قیاسات سے اور شکنجہ اصول فقہ مخترعہ سے مبرا و پاک ہے اے قولہ ہمارے مکرم معظم جناب مولوی علی بخش خان صاحب بہادر ڈپٹی جج گورکھپور نے اپنے رسالہ شہاب ثاقب کے صفحہ ۴۴ مین لکھا ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالے عنہ شیطان کے شاگرد ہوے اور عمل آیۃ الکرسی کا اوس سے سیکھا (نعوذ باللہ منہا) پس اے میرے بھائیون مین ملحد مرتد زندیق کافر کرستان شیطان ہی مگر جو اچھی بات بتاؤن اور تمہارے فائدہ کی بات کہون دلسوزی سے تمہاری ہمدردی کرون میری وہ بات تم کیون نہ مانو حضرت ابوہریرہ نے نعوذ باللہ منہا شیطان سے بھی نیک کام سیکھے ہین مار ہنین کی سبحان اللہ کیا شان اسلام رہ گئی ہے کہ جو شخص ان باتون پر یقین کرے وہ تو پکا مسلمان اور جو یہ کہے کہ میان وہ حدیث ثابت نہین ہے یا وہ کوئی چور شیطان الانس مین سے ہوگا تو نیچرل است کافر کرستان گر مسلمانی ہمین است کہ واعظ دارد وا اگر در پس امروز بود فردائے بلفظ منتخباً تقریر نمبر ۴ ۳۰ پرچہ یکم صفر ۱۲۹۵ ھ عقیدہ سوم کی بحث مین لکھا ہے کہ صفات علت اولیٰ کے لوازم ذاتی ہین اور لوازم ذاتی عین ذات ہوتی ہین لہذا صفات بھی عین ذات ہین اور ذات عین صفات ہے لہذا ہم کہتے ہین انا صفۃ من صفات اللہ وصفات اللہ عینہ فانا عینہ اور کبھی یون کہتے ہین لیس فی جبتی سوے اللہ اور جب اور زیادہ کھول کر کہنا چاہتے ہین تو یون کہتے ہین انا اللہ بلا مبتہ تقریر نمبر ۲۰۵ پرچہ ایضاً مین انسان کو مختار محض قرار دیکر یہ بھی لکھا ہے کہ خدا نے ان پڑھ بدون کے لیے اونہین کی زبان مین قرآن اوتارا ہے پس ہمیشہ قرآن مجید کے سیدھے سیدھے صاف صاف معنے لینے چاہیین اور نکات بعد او موقع اور کنایات و اشارات و استعارات و دلالات کی قسم کو او مین گھوسیڑ کر اوسکو

کھینچنا اور تاننا نہین چاہیے اس قسم کے معنے قرآن مجید سے نکال لینے
خیالات شاعرانہ سے زیادہ کچھ رتبہ نہین رکھتے ایمان نہ لانے پر قتل کرنیکا
اور گھر بار لوٹ لینے کا شریعت مین کہین حکم نہین ہے چند روز ہوے کہ
جہاد کے مسئلہ پر مین بخوبی بحث کر چکا ہون اور حقیقت جہاد کو مین نے اپنی کتاب
خطبات احمدیہ اور ڈاکٹر ہنٹر صاحب کی کتاب کے جواب مین بالتفصیل لکھا ہے
تقریر نمبر ۲۰۷ - ۱۰ صفر سنہ ۱۲۹۰ ہجری یہ بات سچ ہے کہ ہمکو متعدد مسائل مین
مسلمانون سے اختلاف ہے ہم تقلید کو تسلیم نہین کرتے مذہب کو تقلیداً
قبول کرنے سے تحقیقاً اوسپر ایمان لانا بہتر جانتے ہین اور اسیطرح اور بہت سے
مسائل اعتقادی و تمدنی ہین جنمین یا جنکی طرز بیان و طریقہ استدلال سے ہمکو
اختلاف ہے اور ہم اوسکو تہذیب الاخلاق مین چھاپتے ہین اور چھاپینگے تقریر نمبر ۱۳۸ پرچہ
یکم ربیع الاول سنہ ۱۲۹۰ ہجری جبکہ ہم یہ دیکھتے ہین کہ ہماری قوم نے کسی سولیزڈ قوم کی
عمدہ خصلتون اور عادتون مین پیروی کی تو ہمکو بہت خوشی ہوتی ہے اور
جب یہ سنتے ہین کہ اوسنے اونکی برائیون کی پیروی کی اور شراب پینی شروع کی
اور بیکا متوالا ہو گیا اور جوا کھیلنا سیکھا اور بے قید ہو گیا تو ہمکو نہایت افسوس
ہوتا ہے الخ تقریر نمبر ۱۳۹ پرچہ ۱۵ ربیع الاول سنہ ۱۲۹۰ ہجری جو شخص لا الہ الا اللہ
محمد رسول اللہ پر دل سے یقین رکھتا ہے اوسکا کوئی فعل مع اوس یقین کے
کے اوسکو کافر نہین کر سکتا گو وہ کسی قوم کے ساتھ تشابہ کرے ولو فی خصوصیات
الدین شعار الکفر کالزنار والصلیب والاعیاد وہ کافر نہین ہو سکتا الخ وغیر ذالک
من العبارات آپ خاکسار عرض کرتا ہے کہ نیچر کی پابندی کا نام اسلام ٹھہرایا
گیا ہے اور اوسکی تبدیل ناممکن قرار پائی ہے اور برابر تاکید نیچرل اسٹ
ہونے کی فرمائی گئی ہے اور خود نیچرل اسٹ ہونیکا اپنی نسبت اقرار فرمایا گیا ہے
اور تعلیم بھی وہی جاری کیجاتی ہے جو فلاسفی نیچرل اسٹ کے مطابق ہے تو نیچرل اسٹ کہنے
نیچرل اسٹ کہنے مین کیا قصور کیا اور کیون ناگوار طبع نازک ہو گیا شاید میری

ن — اقرار سید اصول و فروع اہل اسلام سے اختلاف

کتاب شہاب ثاقب مین نیچریون کا حال کھل گیا ہے اور اونکے ملحد ظاہر ہوجانے
سے اب حضور والا کو ملت نیچریہ کا حامی ہونا باعث ندامت ہو گیا ہے
اور نیچرلسٹ بننا اب منظور نہین رہا ہے اگر ایسا ہی امر واقعی ہے تو
مین خدا کا شکر کرونگا کہ میری سعی مشکور ہوئی والا کسیکو اوسکے مذہب کا
حامی یا امان لینے والا لکھنا میرے نزدیک منع نہین ہے البتہ مین نے
وہ طریقہ تحریر کا ناپسند سمجھا ہے جو جناب والا نے اختیار کیا ہے کہ بالعموم
اکابر دین و علما و فضلا و واعظین و مرشدین و فقرا و مساکین و شرفا
و معززین کی شان مین کوئی سخت لفظ شاید رہ گیا ہوگا ورنہ سب و شتم مین
کچھ باقی نہین چھوڑا ہے بے ایمان کافر مشرک مکار بے عقل جانور وحشی
درندہ اندھے کوڑھ کے بیل خدا اور رسول کے دشمن دنیا پرست وغیر ذلک
من الالفاظ آپ کا وظیفہ روزمرہ کا ہے اور تہذیب الاخلاق تو گویا اسی قسم
کی لعن طعن کے واسطے موضوع ہوا ہے یہ بھی جانے دو تبرئۃ الاسلام کے
شروع مین جو تقریر لکھی ہے وہ تو صحابہ کرام بلکہ رسول انام صلعم کو بھی
مورد سب و شتم کا ٹھہراتی ہے اور ظالم بیرحم جفا کار شہوت پرست بناتی ہے
اور ائمہ اربعہ کی تو جا بجا تم تحقیق لگائی گئی ہے اور استرقاق کو حرام ٹھہرا کر
ائمہ اہلبیت تو حلال ہی کر ڈالے گئے ہین وہ کون باقی رہا ہے جو آپ کی
لعن و طعن سے بچا ہے اگر انصاف سے دیکھیے تو تمام فرقہ اہل سنت کا
یہودی و نصرانی قرار دیا گیا ہے اور اس قابل بھی نہین سمجھا گیا ہے کہ اونکو
مسلمان تصور فرماوین یہان تک نوبت پہونچی ہے کہ خدا تعالے اور
فرشتون کی شان مین بھی وہ الفاظ لکھے گئے ہین کہ کوئی مسلمان بندہ
خدا کا غالبا نہ لکھیگا کیا انصاف اسیکا نام ہے کہ خود ہی نیچرلسٹ ہونے
آپ افتخار کرین اور جب مین وہ لفظ آپ کی شان مین لکھون تو مذہبی سخت
لفظ بیان کیا جاے اور مسلمانون کے متقدمین و متاخرین و اکابر دین کو

سب و شتم لکھنے کے وقت آپ کو ذرا بھی تامل منہو خیر بالعموم کا ذکر ہنی دیجیے
خاص اس خاکسار کو بھی حضور والا نے محروم نہین رکھا ہے قید اسلام سے
خارج کر کے مصداق اس شعر کا ٹھہرایا ہے ؎ گر مسلمانی ہمین ست کہ
واعظ دارد ✽ وائے گر در پس امروز بود فردائے ✽ اپنی تقریر نمبر ۲۰۳ یکم محرم
سنہ ۱۳۱۹ ہجری کو ملاحظہ فرمائیے کہ حدیث صحیح پر یقین لانے کے گناہ مین
مجکو آپ نے کافر ٹھہرا دیا اور اوسکے انکار کرنے مین آپ تو مسلمان بن گئے
اور عبارات مذکورہ سے آپ کے مذہب اسلام کا بھی حال ظاہر ہو گیا کہ جس
اسلام کے آپ حامی ہین وہ مغائر جمہور اہل اسلام کے ہے اور مجموعہ موجودہ
مذہب اسلام کو آپ قطعاً مٹانے والے ہین تو مین اوسقدر اسلام کا دشمن
آپ کو نہین کہتا ہون جو مطابق عقائد آپ کے اکابر دین فلاسفہ متقدمین
نیچرل است صاحبون کے ... حال شہاب ثاقب مین بھی کسیقدر لکھا گیا ہے
بلکہ اوس مذہب اسلام کا مٹانے والا بیان کرتا ہون جسکے ابطال کا قصد
آپ کر رہے ہین اور جو میرے نزدیک بلکہ جمہور اہل اسلام کے نزدیک صحیح
و مرضی خدا و رسول ہے اور فرقہ ناجیہ نہ تو مماثل یہود و نصاری کا ہے
نہ عقائد ہم لوگون کے غلط اور مخالف کتاب و سنت کے ہین آپ کو بیشک
مخالفت کلی اس مذہب اسلام سے ہے تو انقلاب دینے والا اسلام کا
یا کسی دوسرے لقب کے ساتھ مین نے اگر کسی جگہ لکھا گیا گناہ کیا ہر چند
تحریرات مذکورۂ بالا کے ملاحظہ سے خود ہی معلوم ہوتا ہے کہ حضور والا کو
مذہب اسلام سے کیا اختلاف شدید تمام اصول و فروع مین ہے مگر
کسیقدر تصریح نتائج تحریرات شریف کی بھی مناسب سمجھتا ہون مخفی نرہے
کہ تالیفات جناب والا سے جو عقائد شریف مستنبط ہوتے ہین اونکی
تفصیل یہ ہے عقیدہ اول وجود اصلی مادہ عالم کا ازلی و ابدی نا قابل
فنا و لازم ذات باری تعالے و عین ذات باری ہے وہ بھی ایک صفت ہے

ذات کی اور صفات عین ذات و ذات عین صفات ہے لامحالہ تقدم ذات باری کا مادۂ وجود عالم پر نہین ہے جیسا کہ ذات کو دیگر صفات پر تقدم نہین ہے اسیطرح عالم پر بھی نہین ہے گو تشخصات کا تبدل ظہور مین آوے مگر اصلی وجود نا قابل فنا عالم کا عین ذات ہے پس وہ ذات باری تعالے خالق مادۂ اصلی عالم کی نہین ہوسکتی نہ اوسکی فنا کرنے پر قادر ہے کیونکہ کوئی ملزوم اپنے لازم کے دفع کرنے پر یا کوئی ہستی اپنے وجود کے معدوم کرنے پر قدرت نہین رکھتی ہے **عقیدۂ دوم** ذات باری علت تامہ وجود ہر شے کی نہین ہے بلکہ علت اول ہی ایک معلول اول کی علت ہے باقی جسقدر معلول ہوتے چلے جائینگے وہ اپنی اپنی علت سے قائم ہونگے یا یون کہو کہ علت العلل و علت ثانیہ ملکر ہر معلول کی علت قائم ہو گی لامحالہ ذات باری ہر شے کی علت ناقصہ ٹھہرے گی نہ تامہ پس خالق کل شے کہنا ذات باری تعالے کو حقیقت مین غلط ہوجایگا گو مجازاً صحیح ٹھہرے **عقیدۂ سوم** اصلی وجود مادۂ عالم کا جب ناقابل فنا ہے اور وہ عین ذات باری ہے تو قیامت کے روز فنا ہوجانا اوسکا ممتنع بالذات ہوگا و کل من علیہا فان صحیح نہ ٹھہرے گا **عقیدۂ چہارم** اصلی مادہ وجود عالم کا صلاحیت و قابلیت تشخصات و تغیرات کی رکھتا ہے ورنہ ظہور مین آنا اجسام موجودات کا متعذر ہوجاوے کیونکہ مادی ہونا عالم کا قابل انکار نہین ہے لامحالہ ذات باری تعالے مادی ہے یا یون کہو کہ مادہ و غیر مادہ سے مرکب ہے یا محل مادہ کا ہے **عقیدۂ پنجم** ذات باری تعالے عین صفات ہے اور صفات عین ذات ٹھہرین اور مفہوم ذات واحد کا قابل تعدد نہین ہوگا پس مفہوم صفات کا بھی متحد و غیر متعدد ہوگا پس یہ کہنا غلط ٹھہرے گا کہ مفہوم صفات کا باہم متمیز و متغایر ہے اور اس صورت مین حقیقت علم و قدرت وغیرہ متحد الحقیقت ہونگی **عقیدۂ ششم** ذات باری تعالے پابند قانون فطرت یعنے

نیچر کی ہے جو اوسنے مقرر کردیا ہے اوسکے توڑنے یا تبدیل و تغییر کرنے پر
آپ اوسکو اختیار نہین ہے بلکہ ممتنع بالغیر ہو گیا ہے **عقیدۂ ہفتم**
دوسرا علت العلل کسی دوسرے عالم کا ممتنع عقلی نہین ہے گو ہمکو اوسکا وجود
نظر نہ آنے سے یقین کا مرتبہ حاصل نہو سکے مگر تو بھی شبہہ وجود دوسری علت
العلل کا زائل نہین ہو سکتا **عقیدۂ ہشتم** سوائے عقل کے کوئی رہنما
نہین ہے اور حسن و قبح تمام اشیا و احکام کا عقلی ہے نہ شرعی لہذا باوجود
قانون قدرت کے یعنی نیچر کی بعثت انبیا کی ضرورت نہین ہے کیونکہ انبیا
صرف نیچر کے حالات بیان کرنے والے ہین خود کوئی چیز نہین لاسکتے ہین
نہ خلاف نیچر کے تعلیم کرتے ہین نہایت الامر یہ کہ سکتے ہین کہ انبیا علیہم السلام
نیچرلسٹ فلاسفہ سے کچھ زیادہ قانون فطرت سمجھتے ہونگے مگر یہ بھی اوس وقت خاص
مین جسمین وہ مبعوث ہوئے تھے نہ اسوقت مین کہ زمانہ ترقی علوم کا ہے اور
لاکھون نیچرلسٹ موجود ہین اور وہ خود پیغمبر ہین لندن کے پیغمبرون کا بیت
ایدیسن و اسٹیل تھے اور اس صورت مین ختم ہونا نبوت کا بھی اسی زمانہ پہ
صحیح نہوگا **عقیدۂ نہم** قانون فطرت یعنی نیچر کے خلاف کسی امر کا
ظہور مین آنا ممکن نہین ہے لہذا معجزات انبیا پر یقین لانا بھی ... کیونکہ قانون
فطرت مقتضی اس امر کا نہین ہے کہ موسے کی لکڑی سانپ بن جاوے اور
آسمان سے علاوہ معمولات کے وہ چیزین برسین جنکا ذکر کتب سماویہ مین ہے
اور دریائے نیل لکڑی مارنے سے دو حصے علیحدہ ہو کر ایک قوم کے واسطے
خشک ہو جاوے دوسری قوم کے واسطے پھر دریا بن جاوے اور من و سلوی
نازل ہوا اور ابراہیم کے واسطے آگ مین برودت موجود ہو جاوے اور پتھر
مین سے ناقہ پیدا ہوا اور ہوا اور پہاڑ اور طیور غیر ذی عقل نے بھی تسبیح مین ساتھ داؤد
اور جن اور شیاطین جنکا وجود ہی فی الخارج نہین ہے سلیمان کے مطیع ہوئے ہین
اور فرشتے جنکا وجود فی الخارج نہین ہے تو اسے جسمانی انسان کے بھیس مین

انسان کی صورت بناکر انبیا کے پاس حاضر ہون یا حضرت مریم کے پاس
حاضر ہو اور بغیر طریقہ نیچر کے حضرت مریم حاملہ ہو جاوین اور ایک دن کا بچہ
پیدا ہوتے ہی انسان کامل العقل کی طرح باتین کرے بلکہ نبوت کا دعوے
کرے اور مٹی کی چڑیان بناکر روح پھونکے اور وہ اچھی خاصے طیور ہو جاوین اور
مردہ جی اوٹھے اور آفتاب ایک نبی کی دعا سے ٹھہرا رہے اور تھوڑا سا کھانا ہزارہا
انسانون کو سیر کردے اور پھر اوتنے کا اوتنا ہی بنا رہے اور ایک مشت خاک
سے کفار محاربین کو شکست واقع ہو اور پیشین گوئی درست ہو سکے وغیر ذالک من المعجزات
چونکہ یہ سب باتین تمام قانون فطرت کی توڑنے والی ہین اور اونکا وقوع
ناممکن ہے لہذا نہ تو وہ معجزات صحیح ہین نہ اونکی خبر جس کتاب آسمانی مین ہے
وہ صحیح ہے کیونکہ خدا کا قول اوسکے فعل کے موافق ہونا چاہیے علاوہ اسکے
جب معجزہ کی تعریف یہ بیان کی جاتی ہے کہ ایسی بات ظہور مین آوے
جو بالکل عقل انسانی کے خلاف ہو اور کوئی انسان اوسپر قدرت نرکھتا ہو اوسکا
حال مثل سحر یا شعبدہ یا طلسم یا حکمت عملی کے نہو کہ نبی کے سواے کوئی دوسرا
شخص بھی کرسکتا ہو یا اوسکے قواعد مقرر ہون یا تعلیم و تعلم سے حاصل ہو سکتا ہو
یا گو اوسوقت حاضرین کی عقل مین نہ آوے مگر بعد کھل جاے کہ وہ کسی
قاعدہ عقلی پر عمل کیا گیا تھا یا تاثیرات و خواص اشیا یا کواکب کے تفاوت
و خواص سے تھا تو اس قسم کا معجزہ صریح باطل ہوگا پس اگر معجزات انبیا کے
مان لیے جاوین تو تمام عقلیات کی خلاف اقرار کرنا پڑتا ہے اور وہ کسیطرح
جائز نہین ہے لامحالہ انبیا کو اسیقدر سمجھنا چاہیے کہ وہ نیچرل اسٹ حکیم تھے
بلکہ سب سے زیادہ محمد رسول اللہ صلعم نیچرل فیض کے جاری کرنے والے تھے
اور امی ہونا اسی واسطے تھا کہ سواے نیچر کے اور کسیطرح کا میل نہونے پاوے
عقیدہ دہم ملائکہ سے مراد قوی انسانی ہین اور سجدہ سے مراد اطاعت
قوی کی ہے اور شیطان کا وجود نہین ہے صرف ایک قوت سرکش جسم آدم مین تھی

اوسیکا قصہ قرآن مین مذکور ہے **عقیدہ یازدہم** بغیر لحاظ اصول تفسیر اور بدون اعتبار اقوال جمہور مفسرین و شان نزول کے قرآن کے معنے اپنی راے سے کہنے جائز ہین اور جسقدر نیچر کے اور علوم فلسفیہ کے خلاف ہو اوسکو خواہ مخواہ نیچر اور فلاسفہ کے اقوال سے ملا دینا چاہیے مقدم تر واسطے یقین لانے کے قول فلاسفہ یوروپ کا ہے اوسکے موافق جو آیت قرآن کی ہو وہ جسطرح ہوسکے مطابق کردینی چاہیے اور مفسرین کے اقوال ناقابل اعتماد ہین یہودیون سے اخذ کیے گئے ہین اور کلام الٰہی اگرچہ وحی متلو ہے مگر عبارت اوسکی بالکل مماثل کلام بشر کے ہے نکات باثبات واشارۃ النص ودلالۃ النص اور باریکیان جو فقہا و مفسرین بیان کرتے ہین سب واہیات ہین سید سے معنی ہیوؤن کی سمجھنے کے لائق ہین اور منسوخ التلاوۃ کوئی لفظ قرآن شریف کا نہین ہوا اور جو احکام منسوخ ہوے ہین وہ حقیقت مین نسخ نہین ہے بلکہ زمانہ کے تبدیل حالات سے تبدیل حکم ہوا ہے اگر پھر ضرورت اوسی وقت کی سی لاحق ہو جسمین حکم سابق جاری تھا تو وہی حکم سابق پر عمل کیا جائیگا غرض کہ کوئی آیت کا حکم منسوخ نہین ہوا ہے (خطبات احمدیہ مین اس عقیدہ کی تصریح ہے) **عقیدہ دوازدہم** توریت وانجیل جو فی زماننا پرانا نامہ اور نیا نامہ مشہور ہے اور جسکو بائبل کہتے ہین اوسپر مضبوط اعتقاد ہے اور اوسمین تحریف لفظی نہین ہوئی ہے اور وہ سب صحیح و درست ہے گو تحریف معنوی یہود و نصاری کرتے ہین مگر تحریف لفظی کا الزام عائد نہین ہے اور عزرا نبی نے اوسکو جمع کیا ہے وہ ہی نسخہ موجود ہے **عقیدہ سیزدہم** حشر اجساد و فنای عالم و نفخہ صور و صراط و میزان و جنت و نار و حور و قصور و غلمان و انہار و اشجار جنت و زقوم جہنم و غذا اہل نار جو خلاف محسوسات فلاسفہ ہین اور نیچرل تھیالجی کے بھی خلاف ہین اور غیر محسوسات پر یقین لانا حماقت ہے اسیواسطے وجود خارجی ابلیس وغیرہ بھی نہین مانا جاتا ہے تو یہ سب چیزین مذکورہ بالا بھی اپنی حقیقت پر محمول نہین ہین اور رقص

جاہلون کے ڈرانے کے واسطے اور ترغیب و ترہیب کی نظر سے تمثیلی
زبان مین روح کے حالات رنج و سرور کے بیان ہوئے ہین احکام و خیالات
معاد کے مانع ترقی ہین اونپر یقین لانا نہ چاہیے اور عذاب قبر بھی حقیقی نہین ہے
مجازی ہے علوم عقلیہ کے خلاف کوئی حکم معاد کا قابل تسلیم نہین ہے
عقیدہ چہاردہم بندہ اپنے ہر فعل کا مختار ہے مسئلہ بین الجبر
والاختیار کا غلط ہے عقیدہ پانزدہم کوئی حدیث خواہ صحاح ستہ کی ہو
خواہ غیر صحاح کی قابل یقین نہین ہے گو محدثین و علماء دین کے نزدیک صحیح
ٹھہرائی گئی ہو مگر پھر بھی یقین کرنا نہ چاہیے کہ وہ کلام رسول ہے لہذا عمل کرنا
کسی حدیث پر یا سنت نبوی قرار دینا غلط ہے عقیدہ شانزدہم
اجماع امت یا اجماع جمہور مسلمین کا یا سند لانی کسی عالم کے قول سے بیجا ہے
اجماع قابل حجت نہین ہے عقیدہ ہفتدہم اصول فقہ و اجتہادیات
مجتہدین و قیاسات ائمہ دین و مسئلہ رجم کو صحیح سمجھنا غلط اور ظلمت و ضلالت ہے
اور تقلید کرنا کسی بشر کے کفر اور شرک ہے مسلمانون نے گویا بہت سے امام
اپنے خدا بنا رکھے ہین اونہین کے رسوم مقررہ و محدثات و بدعات کے
پابند ہوگئے ہین اور اوسکو فقہ و احکام شرعیہ سمجھ رکھا ہے اوسکا پابند ہونا
کفر اور باعث غضب الٰہی ہے صحابہ ہون خواہ اہل بیت رضی اللہ عنہم اجمعین
خواہ ائمہ اربعہ کسی کی تقلید کرنا نہ چاہیے ہر شخص کو آزادی رائے حاصل ہے
جس مسئلہ مین جو چاہے رائے لگاوے گو وہ مسئلہ کیسا ہی مسلمات جمہور
مسلمین سے ہوگیا ہو مگر مخالفت کرنی درست ہے عقیدہ ہیجدہم کوئی
مسئلہ شرعیہ قابل قبول نہین ہے سوائے اوسکے جو نیچر کے مطابق اور
علوم جدیدہ عقلیہ کے موافق ہو کیونکہ حسن و قبح تمام اشیا کا عقلی ہے
نہ شرعی باعتبار امر و نہی کے مذہب کا اختیار کرنا یا کسی کی تقلید سے کوئی مسئلہ
مان لینا نہ چاہیے بلکہ انبیا بھی کوئی حکم جدید نہین لاتے ہین صرف موجودات

نیچریہ کا یقین دلاتے ہین اور باعتبار موافقت نیچر کے اونکا حکم لائق قبول ہوتا ہے والا فلا اور بغیر وحی کے جو کچھ رسول صلعم اپنی راے سے فرماتے تھے یا عمل کرتے تھے وہ بھی قابل اتباع نہین ہے مثلاً کوئی حکم درباب حلت استرقاق کے نہ تھا تو مجرد عمل یا قول رسول صلعم کا واسطے حلت کے کافی نہین ہے کیونکہ وہ فعل قبیح عقلی اور مخالفت نیچر مین داخل ہے **عقیدہ نوزدہم** جسقدر غزوات واقع ہوے اور احکام جہاد فی سبیل اللہ مین آیات واحادیث وارد ہین وہ سب یہ مراد رکھتی ہین کہ ایک قوم دوسری قوم سے قتال کرے جیسا کہ مثلاً جرمن اور فرانس مین لڑائی ہوئی یا روسیون نے بخارا اور خیوا کو لڑائی کرکے فتح کرلیا مہذب قومون کی لڑائیون اور جہاد مین کچھ فرق نہین ہے **عقیدہ بستم** سیرت ہشامی وابن اسحق وغیرہ سب واہیات اور الف لیلہ و مہابھارت کے برابر ہین **عقیدہ بست ویکم** جسقدر کتب حدیث و تفسیر و فقہ و اصول فقہ ماننا پڑھائی جاتی ہین اون سے سواے فساد مذہب اور تباہی و خرابی دنیا و عقبے کے کچھ فائدہ نہین ہے لہذا اونکی تعلیم قطعاً موقوفی کے لائق ہے **عقیدہ بست ودوم** جب علوم جدیدہ کے یا انگریزی کے پڑھنے سے معلوم ہو کہ مذہب اسلام مین ضعف پیدا ہوگا تو مذہب اسلام کا ترک کردینا لازم ہے نہ علوم مذکورہ کا اور علوم جدیدہ کے ساتھ کتب دینی کا پڑھانا واسطے قائم رکھنے عقائد کے نہین چاہیے بلکہ وہ کتابین قابل پڑھانے کے نہین ہین اور محض بیکار ہین **عقیدہ بست وسوم** صرف قرآن کے احکام منصوصہ قابل تسلیم ہوسکتے ہین بشرطیکہ نیچر و علوم جدیدہ کے ساتھ مطابق ہون والا باقی ہر قسم کے احکام قابل حجت نہین ہین اور بہشت مین جانے کے واسطے قید عملوا الصالحات کی لگانی باطل ہے صرف آمنوا کافی ہے **عقیدہ بست وچہارم**

کوئی فعل اگرچہ شعائر کفر ہی ہین سے کیون نہو مثلاً انکار کرنا نبوت
انبیاے سابقین کا یا کتب سماویہ سابقہ کا یا وجود ملائکہ کا یا معاذ اللہ قرآن شریف کا
عمداً بول و براز مین آلودہ کردینا یا پھینک دینا یا حلال کو حرام اور حرام کو
حلال ٹھہرانا باوجود قطعیت نص کے یا بت کو سجدہ کرنا زنار و قشقہ لگاکر
یا کسی نبی کو معاذ اللہ گالی دینا یا بہشت و دوزخ اور قیامت کے آنیکا منکر
ہوجانا یا اور ضروریات دین کا انکار کرنا کسی آدمی کو کافر نہین بناتا ہے
صرف خدا کو ایک علت العلل جاننا اور رسول کو برحق نیچرل است سمجھنا
اور ہر قوم کے آدمی سے سچی دوستی رکھنا اسیقدر وہ خالص اسلام ہے
جسکے قبول کرنے سے مسلمان ہوگا اور جسقدر اوس سے زیادہ ہے
وہ غیر ثابت اور بدعت اور ظلمت و ضلالت ہے خواہ وہ عبادت سمجھی گئی ہو
خواہ عادت **عقیدہ نسبت و نیچر** کوئی عبادت صحیح نہین ہے جو
قواے جسمانی کو پژمردہ کرے یا شگفتگی طبیعت کی مانع ہو اور نیچر کے موافق نہو
لہذا ترک دنیا و زہد و کسر نفس و شب بیداری و روزہ داری و کثرت نماز نفل
و تھجد و اذکار و اشغال و وظائف جسقدر معمول و مرسوم ہین سب بیفائدہ ہین
اور حرام و حلال بھی وہی مانا جائیگا جو علوم عقلیہ و نیچر کے خلاف نہو صرف
فرض کا ادا کرنا کافی ہے باقی واہیات ہے اور فرض اوسیقدر ہے
جو نہایت سہل ہے اور جب تکلیف نفس انسان و مضر شگفتگی قوی نہین ہے
مثلاً روزہ تیس روز کا بالخصوص رمضان مین وہ بھی گرمی کے موسم مین
فرض نہ ٹھہریگا کیونکہ قوے کو ضعیف کردیگا اور یہ بات خلاف نیچر کے ہے
یا تھوڑی سی شراب جو بجا عتدال انکو دے یا اوسقدر جوا کھیلنا جو بے قید
نہ بنادے یا تصویر مجسم بنانا جو واسطے یادگاری کے ہو حرام اور ممنوع نہوگا
اور استرقاق جو خلاف نیچر ہے حرام ہوگا گو اوسکے باب مین کتنی ہی آیات
و حدیث موجود ہون مگر سب قابل قبول نہین ہین اور تاویل کرنی لازم ہے

بالجملہ فرض وحلال وحرام مین قاعدہ کلیہ موافقت نیچر وعلوم جدیدہ کا ہی
رہیگا نہ محض اوامر ونواہی کا قرآن شریف مین صرف لفظ صلوۃ وزکوۃ کا
وارد ہے مگر اوسکی زیادہ تصریح نہین ہے کہ کس طرح کوئی پوری رکعت
نماز کی کس کس وقت پڑھی جائیگی اور حدیث کوئی قابل جزم ویقین نہین ہے
اور فعل صحابہ کا یا اونکا اجماع یا اونکا یہ کہنا کہ ہم رسول صلعم کے زمانہ مین ایسا
کرتے تھے یا اسطرح پر سنت ہے قابل قبول نہین ہے اور اجتہادیات
مجتہدین کا تو نام لینا بھی نہ چاہیے اور جب پوری ترکیب نماز کی کسی حدیث
متواتر اللفظ مین جو مفید یقین ہو موجود نہین ہے اور مختلف احادیث مین
راجح ومرجوح کا پانا ناسخ ومنسوخ کا تلاش کرنا یا قوی کو ضعیف کے مقابلہ مین
اختیار کرنا یا توافق روایات مین پیدا کرنا ضرور نہین ہے جیسا کہ احادیث
قصہ معراج نبوی مین اختلاف الفاظ ومعانی کا روایات صحیحہ وضعیفہ مین واسطے
ابطال اصل واقعہ معراج کے کافی سمجھکر خطبات احمدیہ مین انکار کیا گیا ہے
اسیطرح اگر نماز مرسوم اور معمول کو اختیار کیا جاوے تو وہ ہی ظلمت وضلالت
تقلید کی اور کفر محض کا اختیار کرنا ہوگا اور صلوۃ سے مراد مطلق دعا
پڑھ لینی ہوگی اور وہ ہی واسطے اداے فرض کے کافی ہے باقی جو ترکیب
صلوۃ پنجگانہ کی مقرر ہے وہ اصول مخترعہ وفقہ محدثہ واحادیث موضوعہ
واجماع مردودہ کا اتباع ہے اور اوسیکا نام کفر ہے باقی رہی زکوۃ
اوسکی مقدار بقدر چالیسوین حصہ مال کے مقرر کرنی اور اوسکے مسائل کو
فتاوے فقہیہ کا معمور ہونا وہی ظلمت وضلالت وکفر وشرک ہے قرآن مین
لفظ زکوۃ وارد ہے اسیقدر نص ہے باقی وہ ہی تقریر جو نماز مین بیان
ہوئی یہان بھی سمجھ لو اور حج خانہ کعبہ کا تو اوسیوقت مین تھا اب تو خواجہ سرا
حرمین مین بھری ہین لونڈی غلام بکتے ہین اور بدعات ومحدثات کی کثرت ہے
اوسکے واسطے جانے سے تو لندن وغیرہ بلاد یوروپ کا جانا افضل ہے

عریان علوم جدیدہ کے عالم اور نیچرل اسٹ صاحب اور مسٹر لاگھنہ ممبر اونکے موجود ہین کعبہ مین جاکر رمی حجارہ کرنا ہوگا حالانکہ وجود ابلیس ہی نہین ہے حجر اسود کو چومنا ہوگا جسکے فضائل کی احادیث خلاف نیچر ہین پس صلوۃ وزکوۃ بالاجمال عمل مین لانا جیسا عقل قبول کرے کافی ہے **عقیدہ بست و ششم** آیت خلق سبع سموات طباقًا سے مراد سات آسمان نہین ہین بلکہ وہ آیت علوم جدیدہ کے خلاف ہے **عقیدہ بست وہفتم** جو ترتیب پیدایش انسان کی نطفہ سے بچہ تک قرآن شریف مین وارد ہے اور مفسرین نے معنی اوسکے بیان کیے ہین وہ علوم جدیدہ کے خلاف ہے لہذا ناقابل تسلیم ہے **عقیدۂ بست وہشتم** منخنقہ کی حرمت قرآن مین منصوص نہین ہے لہذا حلال ہے اور دلائل مفسرین وفقہا کے اوسکی حرمت مین قابل قبول نہین ہین پس عیسائیون کی ساتہ گردن مروڑی مرغی کھانا حلال ہے **عقیدہ بست ونہم** ایک سے زیادہ ازدواج منع ہے **عقیدۂ سیٔ ام** معراج جسمانی بے اصل ہے صرف خواب مین مسجد اقصی نظر آگئی تھی، ذکر ہیچ اور شق صدر آنحضرت صلعم کا بھی بے اصل ہے وغیر ذلک من المعتقدات والمقولات آب تو کچہ شک نہین رہا ہے کہ آپ حامی ملت نیچریہ ومخالف طریقۂ اسلامیہ ہین جاہل مسلمانون کے خوش کردینے کو آپ جو چاہین فرماوین ورنہ آپکی

تنبیہ دربارۂ منخنقہ کے اور اثبات معراج جسمانی وشق صدر وغیرہ خلافیات کے مین نے ایک رسالہ علیحدہ لکھا ہے اوسکو انشاء اللہ تعالے علیحدہ طبع کراونگا اوسی مین بعض عقائد جناب مخاطب کی بھی بحث ہے بالفعل اس رسالہ مین تبرئۃ الاسلام اور بعض تحریرات مخاطب کے جواب پر قناعت کیجاتی ہے اور انتخاب مقولات مخاطب کا واسطے اظہار ونکے معتقدات کے کافی سمجھا گیا ہے کیونکہ ہر ایک عالم دین محمدی اوسکا جواب دے سکتا ہے فقط

معقولات مین اور فلاسفہ نیچرل است کے معتقدات مین کچھ بھی فرق
نہین ہے اور پھر حیرت کا مقام تو یہ ہے کہ ہمارے مفسرین پر طعن
کیا جاتا ہے کہ یہودیون سے قصص و روایات سنکر تفاسیر مین بھر دین
حالانکہ جب خود بدولت تفسیر بیبل کے لکھنے بیٹھے تو خدا جانے اوسوقت
کلبی اور واقدی وغیرہ کیونکر ثقہ اور معتمد بنائے گئے تھے اور وہ حدیث
جسکی صحت آپ کے اصول سے ہرگز نہ ملی کیونکر صحیح مان لیے گئے اور
محض تفسیرون کی عبارت تبیین الکلام مین لکھکر کیونکر لکھدیا کہ توریت
حضرت عزیر نے جمع کی ہے اور وہی ابتک موجود ہے مین کیا کہون کہ
مجھکو کیسی حیرت پیدا ہوتی ہے کہ اپنے واسطے تمام یہودیت درون
کیتھلکنت و کفر و شرک و ظلمت و ضلالت تقلید و اتباع اشخاص جائز الخطا
و عبادت معبودین باطلہ سارے لعن و طعن کے امور اچھے خاصے عمدہ
و قابل قبول و لائق استدلال و صدق محض و صحیح و درست ٹھہر لیے جاتے ہین
اور اوسکے بعد کس منہ سے علماء اہل اسلام کو آپ گالیان سناتے ہین
ذرا تبیین الکلام کی جلد دوم کے صفحہ ۱۴ سے ۱۵ تک کو ملاحظہ فرمایئے
کہ آپ نے یہ دعوے کیا ہے کہ ہم مسلمانون کے یہان یہ ثابت ہے
کہ حضرت عزیر علیہ السلام نے توریت کو از سر نو لکھا اور کچھ شبہہ نہین ہے
کہ یہ نسخے توریت کے جو اب پائے جاتے ہین اوسی کی نقل ہین جو حضرت
عزیر علیہ السلام نے لکھی تھی امام فخر الدین رازی صاحب اپنی تفسیر کبیر مین
ابن عباس سے روایت لکھتے ہین عن ابن عباس ان الیہود اضاعوا
التوراۃ وعملوا بغیر الحق فانساهم الله التوراۃ ونسخها الله من صدورهم فتضرع
عزیر الی الله وابتهل له فعاد حفظ التوراۃ الی قلبه فانذر قومه به
فلما جربوه وجدوه صادقا فقالوا ما تیسر هذا لعزیر الا انه
ابن الله وقال الکلبی قتل بخت نصر علماءهم فلم یبق فیهم احد

بحرف التوارة وقال السدی العمالقة قتلوھم فلم یبق منہم یعرف التوراة
انتھی اب مین سوال کرتا ہون کہ جو حدیث تفسیر کبیر مین عن ابن عباسؓ
کر کے لکھی ہے اسپر آپ نے کیونکر یقین کر لیا اور ابن عباس کا مجرد
قول کسطرح حجت ہو گیا اور یہودیون کے قصص پر کیسے اعتماد آگیا یہ معاملہ
تو نہایت احتیاط کا تھا کہ توراة موجودہ کتاب آسمانی بلا تحریف ہے یا نہین
سو اوسکا کتاب آسمانی ہونا اوسی تفسیر کبیر کی عبارت پر آپ یقین
کر لیا گیا کہ آپ نے دوسری جگہ یہ بھی فرمایا ہے کہ میرا مضبوط اعتقاد ہے
دوم فرمائیے کلبی کی نسبت اسماء الرجال مین کیا جرح موجود ہے اور وہ
کسی حدیث کا حوالہ بھی نہین دیتا ہے نہ سدی نے حوالہ دیا ہے پھر آپنے
کیونکر حزم و یقین کے ساتھ تسلیم کر لیا سوم کلبی کی عبارت مین یہ کہان
لکھا ہے کہ پھر حضرت عزیر کو اللہ تعالے نے یاد دلائی یہ جملہ ترجمہ مین
کس عبارت کا ہے چہارم واسطے قبول نکرنے احادیث کے جو قاعدہ
آپ نے مقرر کیا ہے وہ اب کہان جاتا رہا پنجم تفسیر کبیر مین تو اسیقدر ہے
کہ خدا نے عزیر کو توراة یاد دلا دی مگر یہ نہین لکھا ہے کہ وہی توراة
بغیر تبدیل و تحریف کی یہ موجود ہے جسکا ہمارے زمانہ مین شیوع ہوا ہے
انکار تحریف لفظی کا عبارت مذکورہ مین کب لکھا ہے پھر آپ نے یہ جملہ
کیونکر تحریر فرمایا کہ یہ نسخے توراة کے جواب پائے جاتے ہین اوسی کی نقل
ہین جو حضرت عزیر علیہ السلام کی لکھی تھی براے خدا ذرا تو انصاف کیجیے
کہ واسطے نہ ماننے احادیث صحیحہ کے تو وہ غل اور شور مچا دیا کہ کوئی حدیث
لائق یقین نہی مگر واسطے مضبوط اعتقاد قائم کرنے کے توراة پر تفسیر کبیر
و کلبی کا قول کافی سمجھا جاتا ہے اور حدیث ابن عباس کی ذرا بھی جانچ
پڑتال نہ کی اب تو صاف معلوم ہو گیا کہ اپنی ہواے نفسانی کے واسطے
تفسیرون کی عبارت جنمین یہودیون کے قصے ہون اور حوالہ قول صحابی کا

اور اجماع کوئی دلیل کے لائق نہین ہے نہ جمہور کے قول کا اعتبار ہے
بلکہ اوسکا اتباع تعصب سمجھا گیا ہے اور ہر لفظ کا تواتر نہین بیان ہوگا
مگر اونہین علما دین کی زبانون سے جو اکثر حدیث کو بھی صحیح سمجھے تھے
اور صحت کا بیان کرنا اونکا قابل اعتبار نہین ٹھہرایا گیا اور صحابہ تو خود ہی
غلطیون مین گرفتار تھے مدت العمر نہ سمجھے کہ آیۃ من وفذا سے استرقاق
حرام ہوگیا ہے برابر ارتکاب فعل حرام مین تمام صحابہ و اہل بیت و تابعین
و تبع تابعین کا اجماع چلا آتا ہی پھر ایسا اجماع جب معتمد نہ ٹھہرا بلکہ وہ مسلمانون
کے دوسرے خدا و پیغمبر ٹھہرائے جاتے ہین تو اب قرآن مجید کی صحت پر
جزم و یقین کا حصول ولا سطے واسطے کیا موقع باقی ہے جسقدر عبارات
ابطال اجماع امت و اتباع جمہور و ابطال صحت احادیث و اصول و فقہ و غیرہ
دینیات کے باب مین آپ نے لکھی ہین اور آزادی راے کا آرٹکل بھی تحریر
فرما دیا ہے جو مسلمات و یقینیات مین مانع انکار کا نہین ہے سب کو پیش نظر
رکھ کے اور مہربانی فرما کر تمام الفاظ قرآنی کی تصدیق و جزم و یقین کا طریقہ
بتا دیجیے ورنہ صاف فرما دیجیے کہ حدیث کی صحت سے انکار کرنا با وجود اقرار
صحت قرآن شریف کے مسلمانون کو ہماری طرف سے کلیۃ بد اعتقاد نہین
کرتا تھا لہذا بالفعل قرآن کی صحت کا اقرار بظاہر مناسب سمجھا گیا ہے ورنہ
جو فاسفی مزاج ہماری اصل غرض کو جانتے ہین وہ بخوبی پہچانتے ہین کہ ہمارا
اصول مقررہ کیا ہے اور اوس سے صحت کلام اللہ کی خود ہی نہ مانین گے
خصوصًا جب کہ ہمنے قاعدہ کلیہ مقرر کر دیا ہے کہ علوم جدیدہ و نیچر کے خلاف
جو قول ہو نہ تو وہ خدا کا کلام ہے نہ رسول کا اور بالبداہتہ قرآن شریف مین
معجزات انبیا و نزول اشیا غیر معمول خلاف نیچر کا بطور عذاب کے آسمان سے
مذکور ہے جو نیچر الہٰی کے صریح خلاف ہے اور سات آسمان قابل انشقاق
و انفطار و گردش و عدم و وجود اور تمام کیفیت اونکی مذکور ہے جو پیغمبران یورپ

مسٹر اڈیسن ورسٹیل وغیرہ کے خلاف ہے اور خالق کل شے کا دعوے
اوس علت العلل کا بیان ہوا ہے جو صرف ایک معلول اول مادہ
وجود عالم کی علت ہو سکتا ہے اور قیامت کے روز ٹوٹ جانا تمام انتظام
نیچر کا بیان ہوا ہے اور ایسی اشیا پر ایمان لانے کی تاکید ہے جنکا وجود
فی الخارج محسوس نہین ہے مثلاً صراط و میزان و جنت و نار و حور و قصور
وغیرہ اور استرقاق مین احکام نازل ہوے ہین اور قصۂ آدم و ابلیس و
ملائکہ کا ایسا بیان ہوا ہے کہ سواے تاویلات بے اصل واہیہ کے
صریح خلاف نیچر کے واقع ہے تو قول و فعل کی عدم مطابقت لازم آتی ہے
اور وہ کلام الٰہی کسی نیچرل اسٹ کے نزدیک نہین ہو سکتا ہے باقی رہا یہ امر
کہ آپ زبردستی مسائل فلسفیہ منطقیہ ملا کر تاویل پر متوجہ ہوے ہین اور استرقاق
مین دلیل منطقی قائم کی گئی ہے اور بحث ابلیس مین قواے انسانی کا
قصہ پھیلایا گیا ہے اور افلاک مین تاویلات سخیفہ کر کے بغیر صارف حقیقی
کے معنی اصلی معدوم کیے جاتے ہین جسقدر ذی علم ہین یا عقل و انصاف
سے دیکھنے والے ہین وہ خرافات ہونا ایسی تاویلات کا اب سمجھ لین گے
اور جب اس اصول کو دل مین جما لیا جاویگا کہ ہان اگر وہ تاویلات صحیح نہ ٹھہرین
تو قرآن کلام الٰہی نرہیگا تو وہ لوگ صاف کہدینگے کہ آپ کی اصل غرض اور
کچھ نہین ہے سواے اسکے کہ پہلے تو مقولات لامذہبون کے صحیح
مان لیے جاوین اور یہ اقرار کیا جاوے کہ اگر وجود اس اعتراض کا مذہب
اسلام اور قرآن شریف مین پایا جاوے تو مذمت باطل ہے اور قرآن کتاب
الٰہی نرہیگا بعدہ ایسی واہیات تاویل بیان کیجاوے جس سے جاہل مسلمان
تو آپ کو حامی اسلام سمجھین اور معترضین و عقلا ہنستے ہنستے لوٹ لوٹ جاوین
اور دو حرف مین اوس تاویل کو باطل کر دکھاوین اوسکے بعد تو آپ کو بطلان
مذہب اسلام و کتاب اللہ کے سوا کچھ چارہ نرہے حالانکہ آپ کو یون کہنا چاہیے تھا

کہ جو کچھ قرآن شریف مین ہے وہ قطعاً و یقیناً کلام الٰہی اور واقعی ہے
اگر فلاسفہ کا کوئی قول اوسکے خلاف ہے تو غالباً فلاسفہ مذکورین کی
تحقیق غلط ہے اور اونکو دھوکا ہوا ہے جیسا کہ ہمیشہ تجربہ سے ثابت
ہوتا رہا ہے کہ ایک زمانہ مین فلاسفہ نے کوئی بات مسلمات مین ٹھرالی
بعدہ وہ سب باطل قرار پائی تو بمقابلہ قرآن شریف کے اقوال عباد کا
اعتبار کلی کر لینا اور کلام الٰہی کو یا تو جھوٹا سمجھنا یا واہیات تاویلین کرنی
کیا ضرور ہین برعکس اسکے پہلے آپ اپنا یقین کامل اہل یوروپ کے اقوال پر
جماتے ہین اوسکے بعد جو قرآن شریف مین معنی پہناتے ہین او کتاب
اللہ کو ہر زمانہ کے فلاسفہ کی راے کا تابع بناتے ہین ورنہ صاف ارشاد
ہوتا ہے کہ قرآن شریف باطل ہوگا وجہ اس سارے فساد عقیدہ کی
یہ ہوئی ہے کہ دل مین یہ بات جم گئی ہے کہ حکماء یوروپ جو کچھ فرماتے ہین
وہ سب صحیح اور نا قابل ابطال ہے پس جب دیکھا کہ حدیث نبوی
یا اصول فقہ یا مسائل فقہیہ یا اقوال علماء دین اوسکے خلاف ہین تو قطعاً
یہ امر طے کر لیا گیا کہ اونہین سے کب یہ ہمت تا نو باقی رہا قرآن شریف
پھیر پھار کر کے معنے پہنانے جاؤ اور آم کو املی بتانے جاؤ کچھ نکچھ کہے جاؤ
صاف انکار کرنے سے انقطاع کلی مذہب اسلام سے ثابت ہو جایگا
اور پھر کوئی مسلمان ہمارے مذہب جدید و ملت نیچریہ مین داخل نہوگا
جو حال نیچرل است صاحبون کا ہے کہ کوئی مسلمان کان لگا کر سنتا بھی
نہین ہے وہ ہی ہمارے مقولات کا ہو جایگا میرے نزدیک اسکی سوا
اور کوئی بات نہین ہے حمایت دین اسلام و خیر خواہی قومی کا مجرد دعوی
ہی دعوے ہے ورنہ انقلاب و استیصال دین اسلام و ترویج ملت
جدیدہ کے سوا کچھ بھی مد نظر نہین ہے اب عقلاے اہل اسلام کو غور
کرنا چاہیے کہ بالفرض حضور والا طریق تحصیل معاش دنیوی سکھاتے ہین

آخرت مین تو مستحق جہنم بناتے ہین پھر یہ کیا خیر خواہی قومی ہے
اس سے تو وہی لوگ بہتر ہین جو صاف اور صریح مذہب اسلام کے
مخالفت کا اقرار کرتے ہین کیونکہ اونکے دھوکے مین کوئی نہین آتا
مگر یہان سخت مغلطہ درپیش ہے کہ تمام اصول و فروع مذہب اسلام کا
استیصال کر رہے ہین اور پھر دعوے ہے کہ ہم تو حامی اسلام ہین
لا مذہبون کے اعتراضات کو قبول کر کے انکار کرتے چلے جاتے ہین
کہ دین اسلام مین وہ بات ہی نہین ہے جسپر بناے اعتراض ہے
ہان اگر وہ بات نکل آوے تو مذہب اسلام باطل ہے پھر جواب اعتراض کا
ایسا دیتے ہین جو ہر ایک ذی شعور سمجھتا ہے کہ محض بناوٹ ہے لامحالہ
ابطال مذہب اسلام کا کس خوبصورتی سے کر رہے ہین کہ دونون طرف
کی رضامندی ہو جاسے یہ نہین کرتے کہ جس اصول پر معترض کا اعتراض
ہے پہلے اوسی کو جانچین اور سوچین کہ وہ خود ہی واہیات ہے
پھر اوسکی بنا پر مقابلہ کلام خدا اور رسول کے کھڑا ہونا اور اپنے ہی گھر مین
آگ لگانا کیا ضرور ہے پہلے معترض اپنے اعتقادی مسئلہ کو بدیہی اور
یقینی کر دکھاوے تب اہل اسلام کے سامنے آوے اور تماشا یہ ہے
کہ اہل اسلام کو دھمکائے مارے ڈالتے ہین کہ علوم جدیدہ کے برخلاف
مسلمات اہل اسلام کے ہین اور علماء دین جواب دینے سے عاجز ہین
حالانکہ مین نہایت یقین سے کہتا ہون کہ کوئی مسئلہ علوم جدیدہ کا
جو بدیہی اور قطعی ہو ایسا نہین ہے جسکے خلاف قرآن شریف مین مذکور ہو
اور جو فلاسفہ جدیدہ خلاف قرآن شریف کے بیان کرتے ہین وہ اوسی
قسم کے مسائل ہین جنہین محض اٹکل اور قیاس دوڑاتے ہین بدیہی و
قطعی نہین کر دکھاتے ہین اور پھر اپنے تعصب و غرور و خودرائی سے
جسکا قول پاتے ہین اوسپر ہنستے ہین مگر ہمارے جناب عالی اونہین کو

یقینیات مین سمجہ رہے ہین لہذا مجکو ضرور ہوا کہ مین یہ سوال کرون
کہ بسم اللہ علوم جدیدہ کا جو مسئلہ آپ کے نزدیک قطعی ہوا ہو اوسکو
آپ پیش کر کے ثابت کرتے جاوین اور ہماری کتاب و سنت و اجماع
امت سے مخالفت اوسکی دکھاتے جاوین اور ہم سے ہر ایک کا جواب
شافی لیتے جاوین طعن و تشنیع اور دھمکیون سے تو اہل اسلام نہین
ڈر جاتے ہین فلاسفہ قدیمہ کی طرح آپ بھی فلاسفہ جدیدہ کی طرف سے
خم ٹھوک کر میدان مین تشریف لائیے اور خلافیات اہل اسلام کو بدیہی
کر دکھائیے ورنہ اس کہنے سے کیا کام نکلتا ہے کہ انڈیلیشن و اسٹیل کا
اب کام نہین رہا مقدس لوتھر کی ضرورت ہے یعنی جسطرح لوتھر نے پروٹسٹنٹ
مذہب جما دیا اوسی طرح ہم بھی مذہب جدیدہ قائم کرنا چاہتے ہین کیونکہ
اہل یوروپ مذہب موجود اہل اسلام پر ہنستے ہین اسے حضرت اہل ادیان پر
ہمیشہ ملاحدہ و زنادقہ و کفار ہنستے رہے ہین حضرت نوح کے کشتی بنانے پر
اونکی قوم کیا ہنستی تھی ہمکو خدا اور رسول کی سامنے عزت درکار ہے دین فروش
دنیا خر خدا اور رسول کے دشمنون کا ہنسنا اور طنز و تعریض کرنا اونہین کو
گھبرا سکتا ہے جو نہ اپنے دین سے خبردار ہین نہ اونکے معتقدات کے
دلائل جانتے ہین بہرکیف آپ سے مین پہلے بھی شہاب ثاقب مین عرض
کر چکا ہون اور اب پھر عرض کرتا ہون کہ فلاسفہ کے علوم جدیدہ کا مسئلہ
برہان سے ثابت کر کے مخالفت اوسکی ہماری مسلمات سے دکھا کر آپ ہمکو
ممنون منت کرتے جاوین مین وعدہ قطعی کرتا ہون کہ انشاءاللہ جواب شافی
پیش کرونگا ورنہ اپنے مقتداؤن کی کوئی تصنیف کی ہوئی ایسی کتاب
بھیج دیجیے یا اوسکی عبارت لکھ دیجیے جسمین وہ ہی کام کیا ہو جو مین عرض
کر چکا ورنہ آپ بار بار اوہام و قیاسات فلاسفہ جدیدہ پر ہمکو الزام نہ دیجیے
اور گالیان نہ سنائیے اپنے اکابر دین و خاص و عام مومنین متقدمین

ومتاخرین کے شان مین آپکی گالیان سنتے سنتے میرا تو ناک مین دم
آگیا ہے اسے حضور آپ یہ تو فرماوین کہ مقلدین کو سنت و قرآن کی کیا
وجہ سے قطع نظر اسکے کہ علما [illegible]
ثابت کر دیا ہے اور آپ کے مقابلہ مین اونکا حوالہ [illegible]
آپ صحابہ کی تو بات مانتے ہی نہین [illegible]
وحدیث کے معنی بدل دیتے یا حدیث کا انکار کر دیا تو کیا [illegible]
مگر عقلی طور پر عرض کرتا ہون کہ ہر شخص تمام امت [illegible]
وسنت سے مسائل شرعیہ کا استخراج کرسکتا ہے لاچار کسی نہ کسی سے
پوچھے گا اوسیکا مقلد ہو جائیگا پھر جن لوگون نے بسبب قرب ہونے
زمانہ صحابہ کے موقع اجتہاد کا بھی اچھا پایا تھا اور وہ زمانہ تابعین کا تھا
اور کتاب وسنت سے استخراج مسائل کرکے ہمکو ہدایت کر گئے اور بعد
اونکے بھی تنقید و تصحیح ہوتے ہوتے کتب فقہیہ مرتب ہو گئین اور
بغیر اصول کے کسی علم مین کوئی فروعی مسئلہ قائم نہین ہوسکتا تھا
جب تک غلطی صریح اونکے اجتہاد مین نہ پائی جاوے تب تک تقلید مین
عقلاً کیا گناہ ہے اور ہر شخص پر تکلیف ما لا یطاق اجتہاد کرنے کی کیونکر
صحیح ٹھہرے گی غایت الامر آپ یون فرماوین کہ تمکو ابو حنیفہ سے بھی
زیادہ تحقیق ہے اور اہل یوروپ کی تقلید نے ہمکو ایسا عالم بنا دیا ہے
کہ دینیات اہل اسلام مین بھی کمال حاصل ہو گیا ہے اور ہم اختلاف
کرتے ہین خاص مسئلہ مین یا بالعموم مسائل مین تو ہم لوگ عالمانہ
طور پر آپ سے بحث کرینگے ظلمت و ضلالت و کفر و شرک کا کیا موقع ہے
آپ یہ تو فرمائیے کہ قیاس یا اصول وغیرہ تو آپ کے نزدیک بدعت و
محدثات مین ہے پھر آپ نے جو منخنقہ کی حلت کا فتوی دیا ہے وہ
قیاس سے ہے یا کوئی دوسرا جانور ہے اور ہم طعامی اہل کتاب سے

باب میں جو آپنے لکھی ہے وہ کیا ہے اور جس عنوان پر تقریر
فرمائی ہے وہ برعایت کسی اصول کے ہے یا ان مولویوں نے جو رجوع بطور
فرمادیا ہے اسیکا نام اجتہاد و قیاس و رعایت اصول ہے تو کیا آپ
اقرار نکرینگے کہ جسقدر طعن مقلدین و مجتہدین و علماء دین وکافہ
مسلمین پر آپنے کیا ہے اب ہمکو بڑا افسوس ہے کہ خود ہم بھی اوسی فعل کے
مرتکب ہیں غضب خدا کا ہے کہ ائمہ اربعہ تو خدا و رسول و آثار صحابہ کا
اتباع کر کے اونکے احکام کو جمع کریں او تحقیق کر کے غلطی سے امت محمدیہ کو
نجات دیں اور آپ اونکو مسلمانوں کا خدا اور پیغمبر ٹھہراویں مگر خود بدولت یہاں
وہی فعل کریں بلکہ اہل یورپ کے ایڈیسن و آسپل اپنے پیغمبروں کا اتباع
کریں اور مادہ و وجود عالم کو مثل فلاسفہ کے خدا سمجھیں اور بغیر سمجھے بوجھے
تمام محققین فقہاء دین و صوفیہ کرام کو گالیاں سنادیں اور ہمارے فقہ
مسائل کو رسوم آبائی و مجذوبات اور بدعات قرار دیں اور جب
کوئی شخص آپکی خوشامد میں جنت کو رنڈیوں کا چکلا اور حوروں کو کسبیاں تحریر
کی لکھ بھیجے تو وہ سر آنکھوں پر رکھکر چھاپ دیں اوسکی نسبت کوئی کلمہ تردید کا
قلم سے نہ نکلے اور جب کوئی تحریر اپنے خلاف نظر آوے تو قیامت برپا
کر نے ٹھٹھا ہیں کیا انصاف و تہذیب و متانت و طریقہ مناظرہ دینی
اسی کا نام ہے اور کیونکر الزام تقلید فلاسفہ سے اپنے تئین آپ بری
سمجھ سکتے ہیں اتباع اجماع امت محمدی نہی تقلید اجماع ملاحدہ بھی
آخر تقلید سے نجات نہیں ہوئی اب مجکو ضرور ہے کہ آپ کے اون عجیب اعتراضات
جواب دوں جو بوکالت فلاسفہ مذہب اسلام پر آپ نے اپنی تحریرات میں
لکھی ہیں پہلا اعتراض یہ ہے کہ تمام کواکب گرات معلق ہیں فقطنا سطحیہ
اور آسمان کا وجود نہیں ہے اور زمین متحرک ہے نہ ساکن دوسرا اعتراض
کسی وجود خارجی غیر محسوس کا تسلیم کرنا خلاف عقل ہے لہذا وجود ابلیس بھی

انکار کیا جاتا ہے تیسرا اعتراض استرقاق خلاف قانون نطرت سکے ہے یعنے نیچر کے چوتھا اعتراض ترتیب پیدا ہونے بچہ کی رحم مادر مین جسطرح قرآن شریف مین مذکور ہے وہ علوم جدیدہ کی تحقیقات کے خلاف ہے

تنبیہ ہرچند فلسفانہ اعتراضات مین خود مخاطب کو تقلیدی ایمان و یقین ہے نہ کوئی دلیل دیکھی ہے نہ کسی مسئلہ کو قطعی کر دکھایا ہے مگر نہایت اختصار کے ساتھ ہیئت جدیدہ کی بحث لکھنی مجکو مناسب معلوم ہوئی اور نیچر کی بحث مین رسالۂ علیحدہ مین نے لکھا ہے انشاء اللہ بعد معاودت سفر حرمین شریفین کے اوسکو طبع کرا دونگا اس رسالہ مین زیادہ لکھنے کی فرصت مجکو نہین ملی اعتراض اول کے جواب مین ہم لکھتے ہین کہ ہمارے نزدیک آیات قرآنی سے مطلق وجود سات آسمانون کا جو قابل انشقاق و انفطار و گردش کے ہے ایسا صریح ثابت ہے کہ تاویل کی گنجائش نہین ہے بلکہ وہ تاویل بمنزلہ تحریف معنوی کے ہے اور جب وجود سبع سموات کا منصوص ہے تو وہ یقینی و قطعی سمجھا جائیگا لامحالہ یقین زائل ہوگا جبتک اوسی کے مثل یقین سے کوئی بات خلاف اوسکے ثابت نہ کیجا ئے پس خدا کے کلام مقدس کے مقابلہ مین قیاسات و ظنیات فلاسفہ کا پیش کرنا اور اونکو یقینی سمجھنا کسقدر تعصب و سخن پروری ہے کوئی برہان قطعی ایسی نہین ہے کہ استحالہ عقلی واقع ہوتا ہو اور ضرور تاویل کی آیات بینات مین معلوم ہو اہل اسلام کا یہ طریقہ ہے کہ کلام الٰہی پر یقین کرتے ہین اور اسکے خلاف اقوال فلاسفہ جسقدر ہون اونکو دیکھتے ہین کہ وہ محض اپنا قیاس لڑاتے ہین یا کوئی برہان قطعی دکھاتے ہین جب محض قیاس پاتے ہین تو ضرورت تاویل کی آیات قرآنی مین نہین سمجھتے ہین برعکس اسکے جناب والا کا یہ اعتقاد ہے کہ پہلے فلاسفہ کے اقوال پر ایمان لاتے ہین وہ ایمان بھی محض تقلیدی جسکا نام خود ہی ظلمت و ضلالت رکھا ہے

۱۱۱۱۱۴۴

اور فلاسفہ کے اقوال کو وحی آسمانی سے مقابلہ کرتے ہین اور مذہب سے بھی زیادہ یقینی ٹھہرا کر دیکھتے ہین کہ قرآن شریف اوسکے خلاف ہی یا نہین اگر حضرت اپنی راے مین خلاف پاتے ہین تو بغیر اسکے کہ اقوال فلاسفہ کے دلائل و براہین بھی سمجھ لین اور اونکا ماخذ بھی دریافت کرین بے تکلف ارشاد ہوتا ہے کہ یا تو قرآن شریف غلط ہے یا اوسکے منصوصات کو بدل دینا واجب ہے دوم فرض کیا کہ تاویل کی ضرورت ہو مگر تاویل بھی ایسی کرنی چاہیے جو الفاظ قرآنی سے مناسبت رکھتی ہو برعکس اسکے پھیلاؤ یا بعد مجرد یا فضاے بسیط یا خلاء محض جس لفظ کے ساتھ چاہو تعبیر کرو پھر کیونکر ایک غیر مجسم و عدیم الوجود شے کو فلک ٹھہراتے ہین حالانکہ نہ اوس وسعت محض پر سات آسمانون کا وہ بھی تو بر تو اطلاق ہو سکتا ہے نہ قابل رجعت و انشقاق و انفطار ہے نہ سقف مرفوع اوسکو کہہ سکتے ہین نہ اس قابل ہے کہ اوسپر مضمون یوم نطوی السماء کطی السجل للکتب وغیرہ آیات کا صادق ہو سکے پھر ایسی تاویل سے کیا حاصل ہے سوم عقیدہ دوم مین اور ایک دوسرے رسالہ مین بھی لکھ چکے ہین کہ دلائل منطقیہ و فلسفیہ کو مذہب سے کیا واسطہ ہے پاے استدلالیان چوبین بود پاے چوبین سخت بے تمکین بود تو اب اپنے ہی قول پر خود کسواسطے نہین کرتے اور قول اور فعل کا مطابق کرنا جناب نیچر مآب کسواسطے بھول گئے چہارم خود جناب عالی کے اقرار سے ہم ثابت کیے دیتے ہین کہ افلاک کا وجود ہے اور خدا نے اونکو بترتیب پیدا کیا ہے اور افلاک ماعدا ہوا اور ستارون کے ہین اس صورت مین نہ تو فضاے بسیط ٹھہرینگے نہ کواکب نہ کرۂ ہوائی نہ ارتفاع محض چنانچہ عبارت تبیین الکلام کے صفحہ ۴۳ سے نقل کرتا ہون وہی ہذہ جب عالم شہادت اوسنے پیدا کرنا چاہا تو سب سے پہلے پانی پیدا کیا پھر اندھیرا پھر نور پھر ہوا

پھر آسمان پھر زمین پھر نباتات پھر سورج چاند ستارے پھر حیوانات
پھر حضرت انسان اور یہی مذہب عالم شہادت پیدا ہوتے ہیں ہم مسلمانوں کا
سے اٹھتے ہیں فقط اب خاکسار کا یہ سوال ہے کہ آپ تو مسلمانوں میں اپنے تئیں شمار
داخل سمجھتے ہیں پھر مذہب آپکا وہی ہونا چاہیے جسکا آپ نے اقرار کیا ہے
تو بہت کم رہ گئے بات پر باقی رہ گئی ہے اور آپ کے اقرار سے زیادہ کیا
ہم پیش کریں ہاں یہ جواب اب دے سکتے ہیں کہ اب ہمارا مذہب وہ ہو گیا ہے
جو سترلاکھ ممبران یورپ کا ہے اور ہمارے نزدیک فلاسفہ کا قول لائق
تقلید و یقین ہے اور ہمارا ایمان وہی ہے جو مسٹر گلیلیو و مسٹر نیوٹن
وغیرہ ہیئت دانوں کا تھا توریت و انجیل و قرآن میں کچھ ہی کیوں لکھا ہو
ہمکو کچھ مطلب نہیں ہے تو بعد انکار مذہب اسلام کے بیشک ہمکو بھی
آپ کے ساتھ فلسفانہ گفتگو کرنی پڑے گی اور یہیں ضرور تھا آپ تو یہ تکلیف
دونگا کہ جس ہیئت جدیدہ کے آپ مقلد ہیں اوسکو براہین قاطعہ سے
ثابت کر دیجیے اور پھر قول کسی حکیم کا یا کسی جماعت کا جو دین و ایمان سے
بے نصیب ہیں قابل حجت نہوگا اور کیونکر ہو سکتا ہے کہ آپ مسلمانی
مذہب کا بھی دعوے کریں اور کسی عالم یا مفسر و محدث وامام کا قول نہ مانیں
احادیث کو بھی قطعاً تسلیم نکریں اور پھر اپنے مقتداؤں کا قول پیش کر کے
ہمپر الزام قائم کریں ہمارے قرآن شریف کو باطل ٹھہرا دیں اب تو صرف
دلائل و براہین کا کام رہ گیا ہے نہ یہ کہ زید نے کیا کہا ہے اور عمر کا کیا
قول ہے مہربانی فرما کر وہ دلائل پیش کیجیے جو وجود افلاک میں احتمال
عقلی ثابت کر دیتے ہیں خصم ذرا غور کر کے اتنا تو دریافت کر لیجیے کہ ہیئت
جدیدہ کیونکر قائم ہوئی ہے اور اوسمیں کسقدر اختلافات فلاسفہ کے
ہوتے چلے جاتے ہیں اور اب تک وہ کونسا مسئلہ ہے جو طے ہو چکا ہے
اور صاف بتا دیجیے کہ آپ کے مقبولین و ائمہ دین جنکے آپ مقلد ہیں

کون کون سے ہیئت دان ہیں اور کس کس کے قول پر آپ کو جزم و یقین
حاصل ہو گیا ہے چونکہ میری دانست میں ابتک آپ سہو غلطی میں
گرفتار ہیں کیونکہ یہ سمجھ رکھا ہے کہ جو ہیئت ہمارے زمانہ حال کی وہ
تمام فلاسفہ کا مقولہ ہے اور اوس میں افلاک کا ذکر نہیں ہے تو ہمارا وجود
افلاک کا قطعاً باطل ہے مگر افسوس ہزار افسوس کہ آپ نے ہرگز دریافت
نہیں کیا کہ ہیئت کے مسائل میں کیا کیا خرافات و اختلافات ہوتے
چلے جاتے ہیں ہر وقت ردوبدل جاری ہے کوئی دیندار جو کلام الٰہی پر
ایمان رکھتا ہوگا ایسے اختلافات و اوہام فلاسفہ کا حال دیکھکر ضرور یہی
کہیگا کہ بعد چھوڑنے ایمان و قرآن کے جو مصیبت پیش نہ آوے وہ
غنیمت سمجھو بالجملہ اب میں بقدر ضرورت بعض کتب علم ہیئت سے کچھ نتائج
نکالکر پیش کرتا ہوں آپ بھی ذرا جی لگاکر سن لیں فوراً دیکھتے ہی فیصلہ
کر دیں اور بات کی پرورش نہ کرنے پاویں اور ملاحظہ فرماویں کہ اس ہیئت جدیدہ
میں سواے ارتکل اور وہم بڑھانے کے کئی مسئلے ہیں جو قطعی ہو چکے ہیں تین
کتاب ہرشل صاحب اور روبنیل صاحب کی کتاب ہیئت کا جو ترجمہ پنڈت
اجودھیا پرشاد مدرس علوم انگریزی و راجپوتانہ [illegible] نے کیا ہے
اور ۱۸۹۵ء میں طبع ہوا ہے اوسکی پانچویں فصل صفحہ ۱۴۴ کا خلاصہ
لکھتا ہوں متعلق نظام شمسی تالی کوپرنکس کے سب صحیح صحیح
مسائل نسبت گردش ستاروں کے زمانہ قدیم سے معلوم تھی اور حکماء زمانہ
قدیم اونکو منکشف کیا کرتے تھے پیتھاگورس جو کہ ۵۰۰ سال پیشتر عیسے کے پیدا ہوا تھا
اس مسئلہ سے واقف تھا بلکہ وہ بھی موجد نہ تھا اور مصنفوں کی تصنیفات سے
اخذ کرتا تھا اوسکے شاگرد یہ تعلیم کرتے تھے کہ زمین اپنے محور پر اور گرد آفتاب کے
گردش کرتی ہے اور دمدار ستاروں کا وہی حال بتاتے تھے جو فی زمانہ
مروج ہے اور وہ لوگ یہ بھی کہتے تھے کہ ہر ستارہ ایک دنیا ہے جسمیں

مثل زمین کے ہوا اور پانی ہے اور قمر مین زیادہ خوبصورت حیوانات
نسبت زمین کے بستے ہین یہ مسائل ایسے خلاف عقل معلوم ہوتے تھے
کہ ترقی اونکی زمانہ قدیم مین نہوئی اور مایوس ہوکر حکماء قدیم نے جمہور کی
موافقت اختیار کی مگر اول اول ٹولومی نے اسیطرح کے مسائل ایجاد کیے
اور دلیل سے انکا استحکام دینا چاہا اوسنے مثل جاہلون کے یہ فرض کیا
کہ زمین بیحرکت مرکز کائنات مین مقیم ہے اور سیارے گرد اوسکے گردش
کرتے ہین اور اونکے اوپر ایک آسمان ہے جسمین کہ ثوابت جڑے ہوئے ہین
اور بعد اوسکے عرش و کرسی ہے اور واسطے ثبوت مختلف حرکات کے
دوائر خارج المرکز بھی فرض کیے تھے اسلئے قولہ ٹائی کوبری ہی نے ان
مسائل کی غلطیان دور کرنیکے لیے چاہا کہ ایک نیا نظام ایسا مقرر کرے
جس سے لوگ نفرت نکرین تب اوسنے بہت سے آلات طیار کرکے اجرام
فلکی کا مشاہدہ کیا اوسنے نظام پیتے گورس کو پڑھکر اوسکی سادگی اور صحت
کی بہت تعریف کی مگر چونکہ وہ فقرات انجیل کے برخلاف تھے اوسکی مشتہر
کرنے مین سعی نہین کی گئی اور یہ چاہا کہ ایسا نظام مقرر کرے جو انجیل کے مطابق
بھی ہو اوسنے یہ فرض کیا کہ آفتاب مع سیارون کے سال بھر مین ایکمرتبہ
گرد زمین کے گردش کرتا ہے اور تمام سیارے موافق اپنی اپنی حرکات
کے گرد آفتاب کے مختلف زمانہ مین دورہ ختم کرتے ہین اوسکے تجربیات سے
ہیئت دانون کو بڑا فائدہ حاصل ہوا چنانچہ اوسکی یہ ایجاد ہے کہ اوسنے
انحراف شعاعون کا ہوا مین دریافت کیا اور بصحت تمام مقام بہت سے
ثوابت کا جو سابقین کو معلوم نہ تھا دریافت کیا اور اوسی نے یہ بات
ثابت کی کہ چاند سے دمدار ستارے بہت بلند ہین گو رائے حکما کی
اوسکے خلاف تھی اور اوسی کے تجربیات سے مسائل حرکات سیارون کی
مرتب ہوئے بعدہ انقلاب سلطنت سے باوجود ترقی پر پہونچنے کے

علم ہیئت پیتھے گورس کو پھر تنزل ہوا اور نظام شمسی بالکل فراموش
ہوگیا بعدہ کوپرنیکس نے نظام پیتھے گورس کو صحیح تصور کرکے ۱۵۴۳ع
مین مع دلیلون کے پھر مشتہر کیا اور چونکہ یوروپ مین جہالت کا زور تھا
اوسکی طرف لوگ کم متوجہ ہوے اور جن حکیمون کے خلاف اوسکے مسلمات
تھے وہ بھی دق کرنے لگے پھر بھی وہ گردش زمین کی متعلق اپنی تالیف
مشتہر کرنے سے باز نرہا ۳۶ سال کے بعد اوسکی کتاب چھاپہ کی گئی اوس
زمانہ سے ابتک دلائل اوسکے استحکام مین چلے آتے ہین اور باوجودیکہ مسئلہ
گردش زمین کا برخلاف شہادت حواس خمسہ کے ہے اور حکیم ارسطو برخلاف
اوسکے تعلیم کرتا تھا مگر پھر بھی وہ مسئلہ مشتہر ہوکر تمام دنیا مین پھیل گیا
سولھوین صدی کے آخر اور شروع سترہوین مین کیپلر اور گلیلیو نے
ان مسائل کو مشتہر کردیا اور بذریعہ دوربینون کے بہت سی نئی باتین نکالین
زہرہ کو دوربین سے دیکھا کہ وہ مثل چاند کے گھٹتا بڑھتا ہے اس سے
یہ نتیجہ نکالا کہ وہ آفتاب کے گرد گردش کرتا ہے اوسنے آفتاب کی سطح پر سیاہ
داغون کو متحرک پاکر یہ تحقیق کیا کہ وہ اپنے محور پر حرکت کرتا ہے اور اسی باعث
سے گردش زمین کے محور پر بہت قابل یقین ہوئی مشتری کے گرد چار چاند
کی گردش دیکھکر تصور کیا کہ قمر بھی گرد زمین کے گردش کرتا ہوگا اور اوسنے
پہاڑ اور گھاٹیان قمر مین دریافت کین اور علم ہیئت نے ایک نئی صورت
پکڑی ڈیسکاٹیز اور گوسینڈس کیسینی اور نیوٹن صاحب نے اس علم کی
ترقی کے لیے بڑی جدوجہد کی اور خاص نیوٹن صاحب نے نظام کوپرنیکس
کو علم ریاضی پر اسطرح مستحکم کیا کہ کوئی اوسکو کبھی رد نہین کرسکیگا جب تک
دنیا قائم رہیگی وہ ہی جاری رہیگا انتہی مختصرا ابتو معلوم ہوگیا کہ کوپرنیکس
اور نیوٹن کے اقوال پر اس ہیئت جدیدہ کا اعتبار ہے اور طریقہ استخراج
مسائل کا بھی قیاسات بعیدہ اور مماثلت و مناسبت غیر ضروریہ کے سا

واضح ہوگیا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ہمیشہ یہ مسائل مختلف فیہا چلے آتے ہیں اور نہ
باقی رہا یہ دعوے ہرشل صاحب کا کہ جب تک دنیا قائم رہیگی یہی مسائل قائم
رہینگے محض جھوٹی پیشین گوئی ہے جو بہت جلد معلوم ہو جاتی ہے
پھر ایک دوسری ہیئت کا بھی ذکر کرتے ہین جو مثل ہیئت نیوٹن صاحب کے
خیال کیا جاتا تھا یعنے مسٹر ڈسکارتیز نے ایک ہیئت ایجاد کی تھی اور اوسی نے
مادہ وجوہر عالم کو غیر قابل فنا وازلی وابدی اور جمع ہو جانا انتظام عالم کا اتفاقات
سے قرار دیا تھا اور خلاء محال فرض کرتا تھا ہرشل صاحب لکھتے ہین یہ مسائل
وقت دراز سے اکثر بدلتے رہے اور مختلف طور پر فرض کیے گئے اور قریب
سو برس کے گذرے کہ بہت سے ذہین اور فہیم شخصون نے اوسکے مقرر کرنیکے
واسطے جد وجہد کی الخ ذرا غور کرنا چاہیے کہ جس زمانہ مین یہ ہیئت ڈسکارتیز
کی ایجاد ہوئی تھی اور بڑے بڑے ذہین وفہیم اوسکی ترویج کر رہے تھے
تو کیا اوس وقت مین اونکا بھی ویسا ہی اعتقاد ہمارے جناب مخاطب کو
سمجھا جاتا جیسا نیوٹن کی ہیئت کی نسبت ہے اور خدا جانے قرآن شریف
کے معنے کیا کیا تصنیف کیے جاتے بلکہ مین گمان کرتا ہون کہ شاید
اور یہ بھی اوس ہیئت کو زمانہ مین جاری دیکھکر اور نیوٹن کی ہیئت کی
زمانہ مین بھی شائع پاکر کچھ تردد مین حضور والا کی طبیعت ضرور پڑگئی ہے خدا
خیر کرے اب تو ہر زمانہ کی ہیئت تراشون کی راے پر قرآن شریف کے
معنے بدلے جانے ٹھہرے ہین سو آگے چلکر ہیئت جدیدہ مسلمہ نیوٹن صاحب
کا بھی حال کھلا جاتا ہے فانتظروا انی معکم من المنتظرین ایک اور ڈھکوسلا
پیچ کا سن لیجیے کہ بقول ہرشل صاحب کے مسٹر لبنیس کو مخالفت ہے
نیوٹن سے وہ کہتا ہے کہ انتظام عالم سے یہ لازم نہین آتا ہے کہ وہ
موافق اون اصولون کے ہو جو کہ حرکت مادہ سے متعلق ہین یا بموجب
قواعد علم آلات کے ہو وغیر ذلک من الاوہام اب ذرا ہیئت مسلمہ نیوٹن

و ہارنکیس کے استخراج مسائل کا تماشا دیکھیے کہ تقلیدی ایمان لانے والے
جسپر یقین کر رہے ہین ہرشل صاحب کہتے ہین کہ بیوجن صاحب جو نہایت
مشہور شخص ہے یہ خیال کرتا ہے کہ کائنات مین ایسے ثوابت بھی ہین
جنکی روشنی باوجود رفتار ۲۰ لاکھ میل فی سکنڈ کے زمانہ ابتداء مخلوقات
سے ابتک ہم تک نہین پہونچی ہے بلفظہ انصاف کیجیے کہ یہ مسئلہ کیونکر
قطعی سمجھا جائیگا اور کیا دلیل اسپر قائم ہو سکتی ہے نہ تو دوربینون سے وہ
ثوابت نظر آتے ہین نہ فی سکنڈ ۲۰ لاکھ میل اونکی بہی روشنی کے چلنے کا
کوئی ثبوت ہے اور ہرشل صاحب کہتے ہین کہ حال زمین کا دیکھکر خیال
آتا ہے کہ ثوابت مین بھی اجسام ذی روح ہونگے اگرچہ ہم سے مختلف الوجود
ہونگے اور گو مخلوقات مین بہت سا اختلاف پایا جاتا ہے مگر اونمین ایکطرح
کی مشابہت پائی جاتی ہے اور ایک ہی غرض سب سے دریافت ہوتی ہے
بلفظہ **اقول** اگر رجماً بالغیب اسی قسم کے دلائل سے مسائل قائم کیے جاوین
تو جسکے جی مین جو کچھ آئے قائم کر سکتا ہے اوسپر طرہ یہ ہے کہ ہرشل صاحب
کہتے ہین کہ وہ بھی اپنے سیارون کو روشنی دیتے ہونگے اور نباتات کے
نشو و نما کو مدد کرتے ہونگے بلفظہ **اقول** وجود نباتات کا ثوابت مین بجز
سواے وہم و خیال کے کس برہان سے مانا جاتا ہے دوربینون کی تو
یہ کیفیت ہے کہ بقول ہرشل صاحب کے سب سے قریب ثوابت مین سے
سرس ہے اور درجۂ اول مین داخل ہے پھر بھی فاصلہ درمیان زمین و او
اوسکے اسقدر واقع ہے کہ باوجودیکہ زمین اپنے مدار مین ساڑھے انیس کروڑ
میل آفتاب سے قریب آجاتی ہے تب بھی اوسکی مقدار مین ذرا بھی
تفاوت محسوس نہین ہوتا ہرشل صاحب لکھتے ہین کہ جسوقت کوئی
سیارہ نہایت نزدیک آفتاب کے آتا ہے تو اوسوقت از بسکہ کشش
نہایت زیادہ ہو جاتی ہے تو ضرور ہے کہ وہ سیارہ سبب تاثیر آفتاب

گر پڑے لیکن ہم کہتے ہین کہ اس نزدیکی سے سیارہ ہٹنا شروع
کرتا ہے اور جتنے فاصلہ پر پہلے تھا وہین چلا جاتا ہے یعنے اپنے مدار پر
پھر گھومتا ہے **اقول** یہ تقریر ہرشل صاحب کی مخدوش ہے کیونکہ اگر
زور متنفر المرکز اوس سیارہ مین اسقدر قوی ہوتا ہے کہ پھر اپنے مدار مین
چلا جاتا ہے اور قوت جاذبہ شمسی پر غالب آتا ہے تو ضرور ہے کہ جسوقت
وہ سیارہ بہت دور تھا اور قوت جاذبہ شمسی نہایت کمزور تھی اور سیارہ کی
قوت متنفر المرکز نہایت قوی تھی وہ سیارہ ہرگز قریب آفتاب کے نہ آتا
نہ آفتاب اوسکو کھینچ بلاتا دوم وقت معاودت کے جو قوت جاذبہ شمسی
بیکار ہو چکی تھی پھر اوسکے کھینچنے پر قدرت نہ پاتی نہ وہ خود میل آفتاب
کی طرف کرتا سوم قوت جاذبہ ہمیشہ سیدھا کھینچتی ہے کوئی وجہ نہین ہے
کہ باوجود مغلوب ہونے قوت متنفر المرکز کے کوئی سیارہ گروی مدار مین
دائرہ بناتا اور جب دائرہ بناتا تو زور متنفر المرکز ہرگز مساوی نہین رہ سکتا ہے
نہ قوت جاذبہ مساوی ہو سکتی ہے کیونکہ قوت جاذبہ شمسی جسقدر اوسکے
وسط مین ہے ہرگز اوسکے کنارون مین نہین ہے اور بالفرض کنارون
مین بھی ہو مگر قوت جاذبہ مستقیم ہونے کی وجہ سے ہرگز دائرہ نہ بنانے
دے گی چہارم کیا ثبوت ہے کہ قوت متنفر المرکز و قوت ہاربہ کوکب
و قوت جاذبہ شمسی سب برابر اور موافق ہین اور اگر بالفرض برابر یا
موافق ہین تو بڑا زاویہ بناتے بناتے چھوٹا چھوٹا زاویہ بنانا اور
قریب آفتاب کے آنا اور پھر غیر منتظم حرکت کے ساتھ پلٹ جانا متعذر ہوگا
وغیر ذالک من الایرادات اب ہم یہ سوال کرتے ہین کہ بڑا دارومدار
علم ہیئت کا اس امر پر ہے کہ آفتاب اور زمین مین کسقدر بعد واقع ہے
اور اوسی پر قیاس کرتے کرتے تمام قاعدے کشش کے اور روشنی
کے رفتار کی مرتب کر کے نظام شمسی درست کیا جاتا ہے مگر ہم دیکھتے ہین

کہ آج تک یہ امر بھی طے نہین ہوا ہے کہ کسقدر بُعد واقعی ہے ایک
فہرست اختلافات معتقدات ہیئت دانون کی ہم لکھتے ہین اوسکو
دیکھہ لیجیے اور خیال کیجیے کہ کون عاقل اوسکو یقینی کہہ سکتا ہے فہرست یہ ہے

ہے پارکس صاحب	۱۵۸۶ امیل
پوسے ڈونینس صاحب	۱۴۱۳۱
ٹالومی صاحب	۱۲۱۰
الیٹی ریکینس صاحب	۷۹۳۶
کوپرنیکس صاحب	۹۴۲
کیپلر صاحب	۳۴۳۸
رسلس صاحب	۷۶۰۰
نیوٹن صاحب	قریب ۱۵۰۰۰
دیگر ہیئت دانونکا قول	۲۱۰۰۰
ہرشل صاحب	۲۳۹۸۴
وزیر	قریب ۲۲۹۸۴

یہ فہرست صفحہ ۲۳ کتاب علم ہیئت مصنفہ آر جی مارلین صاحب سے
نقل کی گئی ہے **اقول** افسوس ہے کہ ابتک ہیئت جدیدہ کی
تحقیقات کو ہمارے جناب مخاطب قطعی سمجھ رہے ہین اور قرآن شریف
کے ساتھ مقابلہ کیا جاتا ہے حالانکہ اوسکے مسائل مین اقل قلیل
ایسے ہین جو قطعی ٹھہرائے جاوین اور اوسقدر نہ قرآن شریف کے
خلاف ہین نہ احادیث صحیحہ کے اب ہم کتاب آر جی مارلین صاحب سے
ایک خط نیوٹن صاحب کا مضمون لکھتے ہین جو اوسنے بنام ڈاکٹر
بنٹلی صاحب کے لکھا ہے او صفحہ ۱۶ کتاب مذکور مین مندرج ہے کہ
نیوٹن بنٹلی کو لکھتا ہے کہ آپ نے فاصلہ آفتاب کا سات ہزار گونہ زمین
کے قطر کا قرار دیا ہے اور فلیمسٹیڈ اور کیسینی نے بیس ہزار گونہ مین
خیال کرتا ہون کہ دونون حساب درست ہین آپ کو کچھ بدلنے کی ضرورت
نہین ہے فقط مسٹر مارلس صاحب اس خط کو نقل کر کے لکھتا ہے
نیوٹن صاحب بنٹلی صاحب سے کہتے ہین کہ فاصلہ آفتاب کا دو کرور
اسی لاکھ میل خواہ آٹھ کرور چالیس لاکھ میل ہے پھر بھی دونون کو
یکسان ٹھہراتے ہین اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اونکی راے مین
پانچ کرور ساٹھ لاکھ کا فرق کسی حساب وشمار ہی مین نہین ہے انتہی **اقول**
اے عقلاے عالم اس نیوٹن کی بے پروائی اور خود رائی کا تماشا
دیکھیے کہ اسقدر فرق کثیر حساب مین اوسکے نزدیک ثابت ہوا لیکن پھر بھی
وہ ہیئت جدیدہ کی صحت پر دعوے کرتا جاتا ہے جب ایک نیر اعظم
کے حساب مین اسقدر بطلان اوسکی تحقیق کا ظاہر ہو گیا تو دیگر سیارات
کے حساب مین کیا حال ہوگا فتدبر ولا تکن من الغافلین الحمد للہ
کہ جس نیوٹن کی تحقیقات پر ہمارے حضرت مخاطب ہیئت جدیدہ پر
مذہب سے بھی زیادہ یقین رکھتے ہین اوسکی قلعی کھل گئی اور ہرشل گلیلیو کا

بھی ایک خط کتاب اول علم ہیئت مولفہ چمبر صاحب مین موجود ہی
جو بنام ولسیر صاحب کے اوسنے لکھا ہے اور اوسکی نقل رسالہ شہاب ثاقب
مین بخط انگریزی ہم لکھ چکے ہین اوسکی تھوڑی سی عبارت پھر یاد دلائی
جاتی ہے وہ لکھتا ہے کہ یا یہ ہیئت محض وہمی و فریبی تھی جو ایک دوربین
کے شیشون نے مجکو اور دوسرے کو جنہین مین نے دکھا تھا دھوکے
مین رکھا ہے اب شاید وہ وقت آپہونچا کہ جو لوگ تجربات جدیدہ کو
محض مغالطہ اور غیر ممکن الوجود ثابت کرنے مین کوشش کر رہے ہین
اونکی سوکھی ہوئی امید پھر تازہ ہو جاے ایسی حیرت انگیز اور غیر متوقع
حالت مین اب مین کیا کہون تنگی فرصت و غیر متوقع واقعہ اور ضعف
فہم اور خوف غلطی نے مجکو سخت گھبرا دیا ہے انتہی سبحان اللہ
جو لوگ موجد یا بانی و حامی و کاملین ہیئت جدیدہ کے ہین اونکا تو
یہ حال ہے کہ خود ہی اطمینان نہین رکھتے ہین اور فاصلہ ستارونکا
بلکہ آفتاب کا بھی زمین سے تحقیق نہین کر پایا مگر حضرت اعلے قرآن شریف
سے بھی زیادہ اوسپر ایمان لانے کو طیار ہوگئے ہین اب مجکو یہ خیال
ہوتا ہے کہ جب حضرت مخاطب سمجھ لینگے کہ دوربین سے کسی شئی نہایت
شفاف کا نظر نہ آنا خصوصاً بعد کثیر کی وجہ سے خلاف عقل نہین ہے
اور شیشے دوربین کے ابتک موجودات کرہ قمر کے استدراک مین بھی
قاصر ہین اور بہت ضروریات علم ہیئت کی نظر آنے مین قابل یقین نہین
تو دوربین سے نظر نہ آنا افلاک کا مستلزم انکار وجود افلاک کا نہوگا
اور کوئی استحالہ عقلی کسی دلیل قطعی سے وجود افلاک پر قائم نہو سکیگا
تب مجبور ہوکر پرورش بات کی نہ چھوڑینگے اور تمام علم ہیئت کو غربال
کرکے کوئی دوسری دلیل تلاش کرینگے جس سے وجود سبع سموات
طباقاً کا قطعاً باطل ٹھہر جاے میری دانست مین انشاء اللہ کوئی برہان

نہ ملیگی نہ کسی طرح کی سند المنع ہاتہ آئے گی ہان غلطی سے یہ خیال کرینگی
کہ اگر افلاک کا وجود ہوتا تو دُم دار ستارے اونہین ٹکر کھاتے اور
پاش پاش ہوجاتے اس شبہہ کا بھی ہم متعدد طریق سے جواب دیتے ہین
اولاً ہرشل صاحب لکھتے ہین بسبب اسکے کہ دُم دار ستارون کی شکل
عجیب ہوتی ہین اور اونکی حرکت تیز اور ظاہرا بے قاعدہ ہوتی ہے اور
وہ یکایک نمودار ہوتی ہین اور اونکا قد بھی اکثر بڑا ہوتا ہے تو ہر زمانہ ہین
لوگ اونکو مشاہدہ کرتے آئے ہین گو اب ہمنے یہ بات دریافت کری ہے
کہ دُم دار ستارون کے لیے حرکات بے قاعدہ نہین اور اونکی حرکات
کے باب مین بھی قواعد جاری ہوسکتے ہین جو اور ستارون سے متعلق ہین
پھر بھی ہمکو ماہیت اس قسم کے سیارون کی ابتک معلوم نہین ہوئی ہر
اور یہ بات بھی تحقیق نہین ہوئی ہے کہ نظام شمسی مین اونکے وجود سے
کیا کام نکلتا ہے ابتک معقول باعث اون دمدار ستارون کا معلوم ہوا
بلکہ کوئی ایسی بات بھی معلوم نہین ہوئی جو کہ قریب قریب سچ کے معلوم ہو بلفظہ
اب غور کرنا چاہیے کہ جب کوئی سچی بات اونکی نسبت معلوم نہین ہوئی
تو اونکی نسبت کوئی قطعی دورہ کا قاعدہ کہان سے تسلیم کیا جایگا
اور وہ کیونکر افلاک مین ضرورتاً ٹکر کھایگا ثانیاً ہرشل صاحب کی
تحقیق یہ ہے کہ دمدار ستارے مجموعۂ بخارات شفاف کے ہین چنانچہ
وہ کہتے ہین اکثر جب بہت اچھی دوربین کو طرف دمدار سیارون کی
پھیرا ہے اور مشاہدہ کیا ہے تو دریافت ہوا ہے کہ دمدار سیارے
فقط مجموعہ بخارات شفاف کے ہین بلفظہ تو ایسے شفاف بخارات
جو منتشر اور معدوم اور منقطع بھی ہوجاتے ہین اونکے ٹکر کھانے یا نہ کھانے
سے افلاک کو کیا نقصان ہے کیونکہ ہرشل صاحب یہ بھی لکھتے ہین کہ
اونکی حرکات نہایت بے قاعدہ ہین بعض اوقات دمدار سیارے

فقط چند روز کے واسطے نظر آتے ہین بعدہ غائب ہو جاتے ہین
اور بعض اوقات مہینون نظر آتے ہین بعض اونمین سے نہایت
آہستہ حرکت کرتے ہین اور بعض نہایت تیز رفتاری سے اکثر مختلف
مقامون پر مختلف رفتار رکھتے ہین کسی جگہ وہ نہایت آہستہ چلتا ہے
کسی جگہ بہت تیز چلتا ہے بعض دمدار سیارے سیدھے ایک سمت
مین چلے جاتے ہین اور پھر اولٹ کر اوسی راستہ پر آتے ہین جہان سے
گئے تھے اور بعض نہایت بے قاعدہ مدار رسم کرتے ہین یہ بات نہین ہے
کہ دمدار سیارے کسی خاص جزو فلک پر ہمیشہ حرکت کرتے رہتے ہون
بلکہ وہ ہر جگہ آسمان پر مختلف اوقات پر حرکت کرتے ہین جسقدر کہ تغیرات
اون سیارون کی رفتار مین ہوتے ہین اوسیقدر اونکی صورت اور قد
وقامت مین بھی ہوتی ہین انتہی قولہ اونکی دم کے پیدا ہونیکا باعث
آفتاب کی کرنین ہوتی ہین کہ اونکے اثر سے دم پیدا ہو جاتی ہے
جسقدر آفتاب سے دور جاتے ہین اونکی دم اور روشنی گھٹتی جاتی ہے
بلکہ بالکل نظر سے غائب ہو جاتے ہین انتہی **اقول** جب یہ حال ہے
تو افلاک مین ٹکر کھانے کی کیا ضرورت ہے اور ہٹ کر نکل جانا کیونکر
خلاف امکان ہے اور اونکا معدوم ہو جانا یا گھٹ جانا یا متغیر ہو جانا
کیا محال ہے چنانچہ ہرشل صاحب ایک دمدار سیارے کے حال مین
لکھتے ہین یہان سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یا تو آخر کو یہ دمدار سیارہ
آفتاب مین گر پڑیگا یا قبل از پہونچنے آفتاب تک وہ خود زائل ہو جائیگا
کیونکہ ہر دفعہ کہ وہ نمودار ہوتا ہے اوسکا قد وقامت بہ نسبت سابق
کے کم مشاہدہ کیا جاتا ہے اور اس سے یہ غالب معلوم ہوتا ہے کہ
چند مدت مین وہ بالکل زائل ہو جائیگا ملفظہ ثالثاً اس سے یہ بھی ثابت ہے
کہ کشش اور سیارون کی اصلی مدارون سے دمدار سیارون کو ہٹا دیتی ہے

چنانچہ ہرشل صاحب لکھتے ہین جب دُمدار سیارے اپنے مدارون مین گردش کرتے ہین تو وہ اثناے گردش مین قریب سیارون عام نظام شمسی سکے آتے ہین اور کشش اون ستارون کی اونکو اپنے اصلی مدارون سے ہٹا دیتی ہے اوراس باعث سے صورت مدارون دُمدار سیارون کی بدل جاتی ہے کچہ خدا کی قدرت ایسی ہے کہ مشتری اور اوسکے چاند دمدار سیارون کی حرکت اصلی کے بہت حارج ہوتی ہین چنانچہ سنہ ۱۸۷۰ع مین جو دمدار ستیارہ نمودار ہوا تھا وہ پھربھی نمودار ہوجاتا مگر جب مشتری کے قریب پہونچا تو وہ اوسکے چاندون مین اولجہہ گیا الخ مختصراً قول جب یہ حال ہے تو ٹکر کھانا دُمدارستارون کا افلاک مین امر مدار معین طے کرنا اونکا ضروری نرہا سالبعاً ہم ثابت کسی دلیل سے صحیح نہین پاتے ہین کہ جسقدر دُمدار ستارے ہین وہ آفتاب ہی سے پیدا ہوتے ہین اور اوسی مین پھر ملجاتے ہین اور یہ مسئلہ ابتک متفق علیہ ہیئت دانون کا بھی نہین ہوا ہے بعض اشخاص نے اپنے قیاس سے ایسا گمان کیا ہے مگر برہان سے ثبوت نہین دیا ہے بلکہ ابتک اسی مین یہ متردد ہین کہ دُم اونکی کہان سے آتی ہے اور کیونکر پیدا ہوتی ہے اور کمی بیشی کی وجہ صحیح کیا ہے ہرشل صاحب لکھتے ہین کہ نیوٹن صاحب نے دریافت کیا تھا کہ دُم اوس بڑے دمدار سیارے کی جو سنہ ۱۶۸۰ع مین نہایت قریب آفتاب سے نمودار ہوا تھا ...... میل کی تھی اور فقط دو دن مین وہ سیارے سے پیدا ہوگئی تھی اوراس سے یہ قطعی معلوم ہوتا ہے کہ یہ دُم بسبب کسی قوت سخت کے یکایک پیدا ہوجاتی ہے الی قولہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آفتاب ہی مین ہے بلفظہ اور دوسرا دمدار سیارہ جو سنہ ۱۷۶۹ع مین نمودار ہوا اوسکی نسبت نیوٹن صاحب لکھتے ہین کہ یہ بات خیال مین نہین آتی کہ کسطور سے

اپنے دور کے پھیلے ہوے مادہ کو ضعیف کشش دمدار سیارون کی
پھر اکٹھا کر لیتی ہے اور کم ہونا دُم کا اکثر مشاہدہ کیا گیا ہے بلفظہ
اقول اب جزم و یقین کے ساتھ یہ کہنا کہ دمدار ستارے جسقدر نمودار
ہوتے ہین وہ آفتاب ہی سے پیدا ہوتے ہین مکابرہ و تحکم محض ٹھہریگا
اب ہمکو یہ بھی بیان کرنا ضرور معلوم ہوتا ہے کہ قاعدہ رفتار روشنی کا بھی
محض وہمی ہے ہرگز قطعی اور متفق علیہ نہین ہے نہ کسی اصول صحیح پر
مبنی ہے مشتری کے چاند کا گہن صاف ہونیکا جو وقت حکیم رامی روبر نے
سمجھا تھا اور اوس سے جسقدر مدت کے بعد روشنی نظر آئی اوسی عرصہ کو
اوسنے قاعدہ رفتار روشنی کا سمجھ لیا تھا چنانچہ اوس حکیم کا وہ ذکر
لکھنے کے بعد ہرشل صاحب لکھتے ہین + اور یہان سے اوسنے یہ وہم کیا
کہ شاید روشنی بھی واسطے طے کرنے فاصلون دراز کے کچھ عرصہ چاہتی ہو
پس اس حکیم نے یہ فرض کرکے کہ روشنی کچھ عرصہ طے کرنے فاصلون کا
لیتی ہے حساب سے یہ بات ثابت کردی کہ رفتار روشنی کی فی سکنڈ
۱۹۰۰۰۰ میل ہے مگر مسٹر بریڈلی صاحب کے نزدیک اوسکے خلاف
مقدار قرار پائی ہے اقول ابتو کچھ شک نرہا کہ قاعدہ رفتار روشنی کا
محض وہمی و خیالی ہے حالانکہ اوسی پر مدار تمام قواعد استدراک
قرب و بعد کواکب کا رکھا گیا ہے اور ابتک خدشات ذیل کا جواب
شافی میسر نہین آیا خدشۂ اول یہ ہے جایز ہے کہ چاند مشتری کے
گہن شروع ہونے اور رفع ہونے کی وقت مین اوس موجد اول کو
غلطی واقع ہوئی ہو کیونکہ زمین کے چاند پر قیاس کیا تھا اور حساب مین
غلطی کا ہونا قابل انکار نہین ہوسکتا اور زمین کے چاند کا قیاس
خواہ مخواہ مشتری کے چاندون پر کرلینا اور مطابقت کلی سمجھنا محض
تحکم ہے خدشۂ دوم یہ ہے کہ دوربین کے شیشے کی غلطی ہوسکتی ہے

اور فہم کی بھی غلطی ممکن ہے خدشۂ سوم یہ ہے کہ پہونچنا روشنی
ہر ستارہ کا ایک ہی ستارہ یعنے مشتری کی روشنی پر قیاس کرلینا
قطعی دلیل نہین ہے بلکہ اقسام روشنی و قوت نفوذ و خاصیت ستارہ پر
تفاوت ہوسکتا ہے خدشۂ چہارم روشنی کا منتقل ہونا اور آنکھہ مین
دیکھنے والے کے پہونچنا اوسکے عکس کا منحصر ہے اس امر پر کہ کرۂ ہوائی
جو باعث انتشار ومانع انعکاس کسیقدر ہوتا ہے وہ ہر وقت یکسان ہو
حالانکہ یہ امر نہ اختیاری ہے نہ اوسکا کوئی حساب مقرر ہے بلکہ
محال عادی ہے تو ہر ستارہ کا اوسی حساب پر فاصلہ معین کرنا متعذر ہے
خدشۂ پنجم یہ ہے کہ روشنی کا پہونچنا بلا واسطہ کسی مادہ کے نہین ممکن ہے
یعنے ضرور ہے کہ خلاء محض درمیان مین نہو بلکہ کوئی مادہ ہو جسمین اوسکا
عکس پڑے اور وہ مادہ اوسکو قبول کرے اور اوسی مادہ سے جو مادہ
قریب ہو وہ بھی اوسکو قبول کرتا چلا آوے یہان تک کہ ہماری آنکھہ
مین پہونچے مثلاً آواز نہین پہونچے گی جب تک ہوا کا ذریعہ اوسکے
واسطے نہوگا خلاء محض باعث انقطاع سلسلہ کا ہوجایگا نہ تو روشنی
پہونچے گی نہ آواز جب یہ قاعدہ مسلم ہے تو اب کوئی برہان عقلی چاہیے
جس سے وہ مادہ متحقق ہو جو مشتری کے چاند سے یہان تک موجود تھا
اور پھر اسکا بھی ثبوت درکار ہے کہ وہ ہمیشہ یکسان موجود رہتا ہے
فضاے بسیط یا بعد مجرد مین باوجود سیال ہونے کے اوسکو اسی قسم کا
ثبات و قیام ہر وقت رہتا ہے کہ کبھی کسیطرح کا تغیر و تبدل نہین ہوتا
حالانکہ اسکا ثبوت متعذر ہے اور بالفرض ثابت بھی ہوجاے تب بھی
ہر ایک ستارہ کی روشنی کی رفتار کے وقت بعینہ وہی کیفیت اور خاصیت
اور مقدار اوس مادہ کی جو واسطہ ہے قائم رہنی محتاج برہان ہے
جو ابتک پائی نہین جاتی ہے خدشۂ ششم یہ ہے کہ کبھی کبھی رفتار

ششم

روشنی کی مستقیم نہین ہوتی ہے بلکہ بسبب شمول عوارض خارجیہ
درمیانی کے انحراف شعاعون کا بھی واقع ہوتا ہے تو کیا ضرور ہے
کہ جسطرح ایک مرتبہ مدت پہونچنے روشنی کی معلوم ہوئی تھی ہمیشہ وہی
قائم رہے اور ہر ستارہ کے حساب مین اوسیکو قاعدہ کلیہ سمجھا جاے
اب ہم بیان کرتے ہین کہ قاعدہ شعاعون کا جو راس صاحب نے
لکھا ہے اور وہ فرماتے ہین کہ ایسے بھی ستارے دیکھے گئے ہین جنکی
روشنی زمین تک ۴۵ لاکھ برس مین پہونچی ہوگی اسکے تردید مین مارس
صاحب اپنی کتاب مطبوعۂ مقام لندن صفحہ ۳ سے ۵ تک مین لکھتے ہین
کہ رفتار روشنی کی بحساب مسلمہ فی سکنڈ دو لاکھ میل کے ایک سال مین
۶۳۰۷۲۰۰۰۰۰۰ میل ہوتی ہے اوسکو ۴۵ لاکھ مین ضرب دینے سے
۲۸۳۸۲۴۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰ میل فاصلہ اون ستارون کا ٹھہرا جنکی روشنی
بقول راس صاحب بعد طے اوسقدر مسافت بعیدہ کے زمین تک
پہونچی مصنف مذکور کا یہ خیال ہے کہ بیہودہ عدد بڑہاتے چلے گئے ہین
اور مصنف موصوف چاند کے فاصلہ پر جو ہرشل صاحب و نیوٹن وغیرہ
کے نزدیک مسلم ہے اعتراض کرتا ہے صفحہ ۱۲ سے ۱۷ تک اپنے اعتراض
کے دلائل لکھتا ہے خلاصہ اوسکا یہ ہے کہ ہرشل صاحب نے لکھا ہے
کہ زمین کا عکس قمر کے جرم سے اوس پار تک پہونچتا ہے لیکن یہ تصریح
کہین نہین پائی جاتی کہ یہ عکس فی الحقیقت کتنا بڑا ہے اور پھر یہ بھی
کہتے ہین کہ فاصلہ قمر کا زمین سے دو لاکھ ۳۷ ہزار میل ہے پس بلحاظ
اس فاصلۂ مفروضہ کے زمین کا عکس جو غایت درجہ ۲۲ لاکھ سات سو
تیس میل ہو سکتا ہے کسیطرح ممکن نہین کہ قمر پر پہونچکر اوسکو منخسف کرے
پس قمر پر زمین کا عکس پڑنا اور اوسکا گہن لگ جانا جو ہم لوگ روزمرہ
دیکھتے ہین ثبوت کافی اسکا ہے کہ مہندسون کو صحیح فاصلۂ قمر کا معلوم

نہین ہوا چنانچہ اس فاصلہ کو ونس صاحب نے اپنی کتاب مؤلفہ سنہ ۱۸[illegible]ء
مین دو لاکھ اونتالیس ہزار انتیس میل بیان کیا ہے اور ہرشل صاحب نے
اپنی ایک کتاب مؤلفہ سنہ ۱۸۳۵ء مین دو لاکھ ۴۳ ہزار سات سو میل اور
پھر دوسری کتاب مین ۳ لاکھ ۲۷ ہزار لکھا ہے حالانکہ صحیح فاصلہ
میری تجویز مین ۲۳۲ ہزار آٹھ سو ساڑھے ۴۰ میل ہے اور صحت اسکی
وقوع خسوف سے ظاہر ہوتی ہے انتہی بلفظہ مترجماً **اقول** جب یہ حال
تحقیقات ہیئت جدیدہ کا ہے کہ ایسی ایسی موٹی باتون مین ٹھوکرین
کھاتے ہین اور اوسکو تقلیداً لوگ صحیح جانتے ہین تو ہیئت جدیدہ کو
قرآن شریف سے وہی شخص مقابلہ کریگا جسکو کلام الٰہی پر یقین نہو گا
اب ہمکو ضرور معلوم ہوتا ہے کہ نبیولا کا حال بھی بحث مین لاوین اس لفظ کے
معنی اصطلاحی علم ہیئت مین یہ ہین + نہایت دھندلی روشنی کے ساتھ
جگمگاہٹ جو آسمان مین فاصلہ بعیدہ پر نظر آتی ہے اور جسکو انتہای
خلقت کہتے ہین + کتاب پلورالٹی آف دی ورلڈ کے صفحہ ۱۱۵ و ۱۱۶ باب ہفتم
مین لکھا ہے ایک مرتبہ عموماً علماء ہیئت نے یہ خیال کیا کہ یہ قطعات
نور جو آسمان مین اس کثرت سے دکھائی دیتے ہین مثل سیارون کے
اجسام منور بصورت معین و محدود نہین ہین بلکہ فی الاصل جیسا کہ عمدہ
دوربین سے معلوم ہوتا ہے شعلہ ہاے بخاری یا سحابی اسطرح پر مجتمع
ہوگئے ہین کہ مثل اجزاے سحابی و بخاری کے اونمین تفریق و انتشار
ممکن ہے اور کتنی ہی بڑی قوت نظر سے بھی سواد جداگانہ ہوجانیکے
قابل نہین یہ راے چندروز تک بڑے اعتبار کے ساتھ مسلم رہی چنانچہ
ہرشل صاحب نے اسی اصول پر یہ تفریع کی کہ کل آفتاب اور نظامات
انہین سواد ہوائی سے بنے ہونگے یہی بخارات منور مرکز مین مجتمع و منجمد
ہوکر روشن آفتاب ہوگیا اور باقی اجزا اوڑتے ہوے سرد اور

بے نور ہوکر سیارات دائر بن گئے لاکن ناظرین حال خصوصاً لارڈ راس صاحب
و مسٹر بانڈ صاحب کی تحقیقات کا یہ نتیجہ نکلا ہے کہ اکثر اشیاے فلکی جو
سابق مین بہ تحقیق نبیولا تصور کیے گئے تھے متفرق ستارے معلوم ہوے
اور یہ تفریق اکثر مختلف اقسام کی نبیولا مین مشاہدہ ہونے سے ہیئت دانون
کے دلون مین شبہہ قوی پیدا ہوا کہ ہر قسم کے نبیولا اگر مناظر و مرایا کے
عمدہ قوتون کے ساتہ نظر کیے جاوین متفرق ستارے معلوم ہونگے
صرف بوجہ زیادہ تر فاصلہ پر واقع ہونے کی یہ صورت نبیولا نظر آتی ہین
اگر بتحقیق دیکھے جاوین تو وہ مجمع سیارون کے ہین جنمین ہر ایک مثل
ہمارے آفتاب کے مرکزی اور مرکز سیارات کا ہے پھر بعد اس تحقیقات
کے ہم لوگون کو ایک اور عجیب انکشاف ہوا کہ یہ نبیولا متصل شے واحد
نہین ہے بلکہ نقاط متفرق ہین جنمین جا بجا چمکدار دانے مثل دہی
یا اور کسی دانہ دار چیز کے شامل ہین جو اکٹھا ہوکر پارۂ نور ہوگئی ہین یا اصل
مین اسی صورت کے بنائے گئے ہونگے وہ شخص نہایت بیباک ہے
جو ان سوالات کا جواب دینا ایسے استدلال کے ساتہ اپنے ذمہ لے
جسپر کوئی جرح و نقص وارد نہو اور کیونکہ بیان کیا جاے گا کہ یہ قطعات نور
کیا ہین اور کتنی بڑی ہین اور کسقدر فاصلہ پر ہین اور کس صورت کی ہین او کس کام مین
آتی ہین اور ایک نادر واقعہ بہ نسبت نبیولا کی یہ ہے کہ وہ مرکب ہین قطعات طویل و خطوط سے جو مختلف
اطراف مین پھیلی ہوی ہین صورت اور وسعت اونکی مطابق قوت نظر کے متبدل ہوا کرتی ہے
اکثر نبیولا و بالخصوص زیادہ تر دھندلی روشنی والے نبیولا کی صورت
بذریعہ معاینہ آلات مناظر و مرایا کے اسقدر بدلتی جاتی ہے کہ ہیئت دان جو
زمانہ حال کی قوی دوربین سے اون صورتون کا شناخت کرنا محال ہے
جنکو ناظرین سابق نے دیکھکر لکھا ہے بعض حصے اوسکے جو سابق مین
جدا دیکھے گئے تھے اب باریک سلسلۂ نور سے ملے ہوے معلوم ہوتے ہین

انتہی بلفظہ مترجما صفحہ ۱۲۴ و ۱۲۵ **اقول** اسمین کچھ شک نرہا کہ تحقیقات ہیئت جدیدہ کی محض وہمی و خیالی ہے ہرگز قطعی و یقینی نہین ہے اور دوربین سے حقیقت حال اجرام فلکی کا دریافت ہونا نہایت دشوار ہی جسقدر دریافت ہوتا ہے وہ اکثر غلط نکلتا ہے اور اوسپر اتفاق حکما کا نہین ہوتا ہے ہر ایک اپنی اپنی بولیان بولتا ہے جب ایک جسم نبولا کی تحقیقات پر خاتمہ علم ہیئت کا ہوگیا تو اب آسمانون کا نظر نہ آنا یا اونکا مادہ معلوم نہونا حکما رجدیدہ کو کیا بعید ہے اور کیا استحالہ عقلی قائم ہوسکتا ہے اور کس مُنہ سے کوئی ایمان دار کہہ سکتا ہے کہ یا تو قرآن شریف تمہارا باطل ہے یا ہیئت جدیدہ سے ملا دو اور محض اعتقادی مسئلہ دل مین جما لینا کہ تحقیق حکمار قدیم کی دربارہ ہیئت قدیمہ کے صحیح یہ بھی کسقدر تعصب ہے حالانکہ فلاسفہ جدیدہ نے اونہین حکما کی اعتبار پر بہت مسائل چھوڑ رکھے ہین چنانچہ ہرشل صاحب لکھتے ہین کہ حقیقت یہ ہے کہ ذرہ ار برس پیشتر کی حکمار ان سیارون کو جانتی تھی اور اونہون نے مشاہدات نسبت اونکی بہت صحیح اور بہوشیاری تمام کی تھی اصلی چال سیارون کی جو کہ اونہون نے دریافت کرکے لکھی ہین صحیح تصور کرتی چاہیین انتہی بلفظہ **اقول** خواہ مخواہ یہ مان لینا کیا ضرور ہے کہ وجود افلاک کے ساتھ حرکات سیارون کی جنمین مدار سیاری بھی داخل ہین حکمار قدیم نے غلط بیان کیے ہین فقیر پر مخفی نہ ہے کہ قواعد کیپلر صاحب ہیئت دانون کو بڑا افتخار ہے اور نیوٹن صاحب کا نظام آسمانی بقول ہرشل صاحب کے اوسی پر موقوف ہے مگر اونکی غلطیان دریافت کرکر تاویلات سخیفہ سے پردہ ڈالتے ہین تاکہ سارا طلسم نہ ٹوٹ جاوے اور دبی زبانون سے اوسکی بے حقیقتی جتاتے ہین پھر اوسکو یون ٹال دیتے ہین کہ جو غلطی حس مین نہ آسکے یا خفیف سی ہو کچھ قباحت نہین ہے چنانچہ ہرشل صاحب لکھتے ہین جسوقت کہ مشاہدات سے مقام سیارون کا

بہت صحیح صحیح نکالتے ہین اور ہر ایک سیارہ کو متواتر سالہا سال تک
دیکھتے ہین اور اوسی قاعدہ سے اوسکی گردش زمانہ گذشتہ مین نکالی
جاتی ہے تو یہ دریافت ہوتا ہے کہ قواعد کیپلر صاحب کے قریب قریب
صحیح کے ہین اگر ہم چاہین کہ حساب بہت صحیح نکلے اور اوسمین ذراسی بھی
غلطی واقع نہو تو اس قاعدہ مین ذرا اختلاف کرنا چاہیے یعنے مدار
سیارون کا جو بشکل بیضیہ قائم تصور کیا گیا تھا در حقیقت ایسا نہین ہے
اوسمین جزوی سا اختلاف ہوتا رہتا ہے اگر حساب صرف سیارون کی
چند گردشون کا کرین تو ان باتون کا اونہین خیال رکھنا کچہ ضرور نہین لیکن اگر
ہم اوسی قاعدہ کی روسے صدہا سال کی گردشون کا حساب کرین تو البتہ
اوس صورت مین اونکے مدار کو قائم نہین تصور کرنا چاہیے کیونکہ اونمین
بیچ اس عرصہ کے اختلاف قابل حس کے واقع ہوگا اور اوسکے مدار کی ہیئت
بہت بدل جائیگی اس جگہ ہم اوسکا کچہ ذکر نہین کرتے ہین اسلیے کہ جو غلطیان
کہ اس سبب سے واقع ہوتی ہین اسقدر جزوی ہوتی ہین کہ وہ اون حسابات مین
جنکا ہم اس مقام پر ذکر کر رہے ہین غلطی قابل حس کے پیدا نہین کرتی ہین
انتہی بلفظہ اب محکو مناسب معلوم ہوتا ہے کہ قواعد مقررہ کیپلر صاحب پر
بھی کچہ بحث کرون کیونکہ علم ادوات و حالات کشش پر ہیئت جدیدہ کا
مدار ہے ہرشل صاحب لکھتے ہین کیپلر صاحب کے قاعدون سے
یہ نہین ثابت ہوا ہے کہ سیارے طرف آفتاب کے کسقدر زور سے
مائل ہوتے ہین مگر یہ تحقیق ہوتا ہے کہ آفتاب اونکو اپنی طرف کھینچتا ہے
بلفظہ اور یہ بھی لکھتے ہین کہ ازروے قواعد علم ادوات کے اگر ایک جسم پر
ایک ہی زور اثر کرے تو وہ اوسے ہمیشہ خط مستقیم مین لیجاویگا بلفظہ
اور قاعدہ سوم کیپلر صاحب کا ہرشل صاحب یہ لکھتے ہین + وہ قوت
جو کہ اجسام کو اونکے مدار مین گردش دیتی ہے ایک ہے مگر وہ موافق

فاصلہ بدلتی رہتی ہے کشش آفتاب کے اوپر ہر ایک جرم فلکی کے جو کہ نظام شمسی سے متعلق ہین موافق مقدار مادہ کے اثر کرتی ہے اور اسلیے نہ تو موافق کشش کیمیا سے یا مقناطیس کے ہے کیونکہ یہ نہ تو صرف لوہے اور نہ خاص کسی چیز پر اثر کرتی ہے بلکہ وہ تمام سیارون کو کھینچتی ہے بلفظہ اقول جب زور قوت جاذبہ شمسی کا اور قوت رفتار ہر ستارہ کا معلوم نہین ہے تو یہ مان لینا پڑے گا کہ قوت جاذبہ شمسی غالب اور قوت ہاربہ وقوت متنفر المرکز کمزور ہے لامحالہ قوت جاذبہ شمسی ہر ستارہ کو کھینچتی ہے اور سیارہ بھی کھنچنا قبول کرلیتا ہے اور یہ بھی قرار پاگیا کہ وہ قوت ہمیشہ خط مستقیم مین لانا چاہتی ہے اور فاصلہ بعید پر کم اور قریب جرم شمس کے زیادہ ہے توجسوقت کسی سیارہ کو کھینچیگی سیدھا کھینچے گا اورجسیقدر طرف آفتاب کے بڑہتا جائگا اوسیقدر کشش مستقیم بڑھتی جایگی اور ایسی حالت مین نہ تو وہ سیارہ پھر پلٹ جایگا نہ آفتاب مین ملجانے سے محفوظ رہیگا نہ قوت جاذبہ جو مستقیم کھنچتی ہے وہ مغلوب قوت ہاربہ ستارہ کی ہوجایگی ورنہ پہلے ہی نہ کھینچ لاتی اور بسبب فاصلہ بعیدہ کے کمزور ہوجانے سے مغلوب ہوجاتی اور قوت ہاربہ سیارہ کی پہلے ہی غالب آجاتی اب اگر قوت متنفر المرکز کو بار بار زبان پر لاؤ تو وہ کوئی دوسری چیز نہین ہے وہ ہی قوت ہاربہ ہے جسکا ذکر ہم لکھ چکے ابتو یہ مان لینا پڑا کہ سوائے اس امر کے کہ سورج کی طرف سیارے میل کرتے ہین اتنا دریافت کرکے کیپلر صاحب نے وہم وگمان سے قاعدے بنائے ہین اور پھر بھی اصلی حال معلوم ہونے سے گھبرائے ہین اور کوئی بات یقینی وقطعی اس مبحث مین بھی نہین ہے اور ہم تمام قواعد مین دیکھتے چلے آئے ہین کہ سوا سے وہم وخیال کے جسقدر مشاہدہ دو مینون سے کیا گیا ہے

گو وہ بھی بہت غلط ثابت ہوتا گیا ہے پھر بھی نہایت کم ہے ہرشل صاحب
کی کتاب مین ہے ۔ علاوہ ازین کثافت زحل کی قریب ۸ دفعہ زیادہ
بہ نسبت کثافت زمین کے نہے اور اوسکا قدو قامت بہ نسبت زمین
کے نہایت زیادہ ہے پس اس سے یہ لازم آتا ہے کہ زحل ایسے
مادہ سے بنا ہوا ہے کہ وہ بہ نسبت لکڑی کا رک کے کچھ بہت بھاری
نہین ہے اب ذرا غور کرنا چاہیے کہ بہ سبب اس اختلاف کثافت
کے کسقدر فرق اون چاند ار خلقت کی بودوباش مین آنا چاہیے جو
اس سیارہ پر بستے ہونگے اب ہم باتون قیاس وگمان کی چھوڑکر اون
باتون کا بیان کرینگے جو بذریعہ دوربین کے درباب حالات سیارون
کے دریافت ہوئی ہین بذریعہ دوربین کے عطارد کا حال سوا ے
اس بات کے کہ وہ گول ہے اور کم وبیش مانند چاند کے ہوا کرتا ہے
اور کچھ دریافت نہین کرسکتے ہین الی قولہ زہرہ مین کوئی عجائب باتین
مشاہدہ نہین کی گئی ہین گو قطر حقیقی زہرہ کا قریب ۷۸۰۰ میل کے ہے
اور اوسکا قطر ظاہری ۶۱ تک کا دیکھا گیا ہے کہ اسقدر قطر ظاہری
کسی اور سیارہ کا نہین دیکھا گیا ہے پھر بھی بذریعہ دوربین کے اوسکا
اچھی طرح سے مشاہدہ ہونا نہایت مشکل ہے زہرہ کی تابندگی اسقدر
تیز ہوتی ہے کہ وہ آنکھہ کو نہایت چکا چوند دیتی ہے اور جو عیوب
دوربین مین ہوتے ہین اونکو زیادہ کردیتی ہے اب ذرا زحل کے
متعلق اوہام وظنون کو ملاحظہ کیجیے کہ پہلے تو دوربینون سے یہ مشاہدہ ہوا
کہ دو چھوٹے چھوٹے ستارے زحل کے ساتھ رہتے ہین پھر جو دیکھا
تو وہ غائب ہوگئے تھے بعدہ یہ ٹھہرایا گیا کہ دو حلقے نور کے ہین جو
زحل کے گرد رہتے ہین اور وہ بہت بھاری ہین اب اوسپر
یہ اعتراض وارد ہے کہ وہ حلقے کسواسطے زحل پر بسبب ثقل کے

نظر نہین پڑتے تو ہرشل صاحب وغیرہ احتمالات پیش کرتے ہین کبھی کہتے ہین کہ زور متنفر المرکز مانع ہوگا کبھی کہتے ہین کہ اونکی حرکت اور زحل کی حرکت موافق ہے اور شمس کی قوت جاذبہ کو بھی دخل ہے کبھی کہتے ہین کہ جگہ دوری کی بدلتی رہتی ہے اس سبب سے نہین گرتے ہین غرضکہ سوا اون جوابون کی جنپر بہت سی ایرادات واقع ہوتی ہین کوئی قطعی امر طے نہین ہوا ہے تو جب ایسے جملہ اجرام کی استدراک مین دوربین بھی قاصر ہے اور ستارون کے ساتھ اس قسم کے اجرام بھی ثابت ہوتے چلے جاتے ہین تو انکار وجود افلاک کا قطعاً کردینا کسقدر ناعاقبت اندیشی ہے زمین سے کئی حصہ بڑے دو کرہ جسمانی اب نظر آئے ہین اور زحل کی گردش اونکی تابع معلوم ہوئی ہے مگر اس سے پہلے وہ ستارے سمجھے گئے تھے اب حلقے ٹھہرے مگر اصل حال ٹھیک ٹھیک یقینی طور پر ابتک نہین معلوم ہوا ہے تسپر افلاک کا نظر نہ آنا واسطے تکذیب کلام الٰہی کے کافی سمجھا جاتا ہے نعوذ باللہ من الاوہام اور اوسپر طرہ یہ ہے کہ بن دیکھے وجود مخلوقات ذی روح کا قمر و زحل وغیرہ مین تسلیم کیا جاتا ہے یہان تک کہ ہرشل صاحب کی کتاب مین ہے ؎ ایسے سیارون مین دیو بود و باش کرسکتے ہین کیونکہ وہان ہر شے کا وزن کم ہوتا ہے اور اس باعث سے وہ اژدہا پیدایش جنکو ہمارے کے لیے پانی کی اوچھالنے والی قوت ضرور ہے وہ وہان باشندے خشکی کے ہوسکتے ہین الخ بلفظہ **اقول** اے مسلمانو ذرا تماشا دیکھو ہمارے جناب مخاطب جن موجودات کے وجود خارجی کا انکار کرتے ہین یعنی جن و شیاطین وغیرہ اونکی نسبت جناب ممدوح کے معتقد اکیا فرمارہے ہین فافہم اور اب یہ بھی ظاہر کرنا ضرور ہے کہ بذریعۂ دوربین کے ابتک آفتاب کا بھی حال بخوبی ظاہر نہین ہوا ہے جسکو مرکز قرار دیا جاتا ہے اور جو سب سیارون سے زیادہ بڑا اور چمکنے والا ہے

چنانچہ ہرشل صاحب لکھتے ہین حال اون سیاہ داغون کا ابتک بخوبی تحقیق نہین ہوا ہے بہت سے تصورات نسبت اوسکے بنائی گئی ہین لیکن اونمین سے قرین قیاس یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ سیاہ داغ درحقیقت سطح آفتاب ہے جو کہ کسی طرح بسبب حائل نہونے تابندۂ کرۂ ہوا آفتاب کے سیاہ نظر آتے ہین درباب طریق ظہور سیاہ داغون کے حکما مختلف الرائے ہین اسی سبب سے ہم اونکا ذکر اسمقام پر نہین کرینگے انتہی بلفظہٖ **فائدہ** دربارۂ افلاک کے ہرشل صاحب یہ بھی لکھتے ہین کہ خواہ آدمی مرکز زمین پر اور خواہ کسی جگہ اوسکی سطح پر کھڑا ہو تو نسبت ستارون کے کسی امر مین تفاوت نہین ہوگا تو اس صورت مین خواہ ہم آسمان کو گرد زمین کے اور خواہ زمین کو مخالف سمت مین آسمان سے گردش کرتا ہوا فرض کرین حال آسمانون کا دونون صورتون مین ہر ایک شخص کو ایک ہی سا دکھائی دیگا کوپرنیکس نے فرض کیا ہے کہ زمین اپنے محور پر اور گرد آفتاب کے گردش کرتی ہے اسلیے کہ مسائل علم ہیئت کے اوس سے بخوبی و بصحت تمام حل ہو سکتے ہین اسمین احتیاج اس بات کے فرض کرنے کی نہین ہے کہ ایک مجسم کرہ جوکہ دکھائی نہین دیتا ہے اور جسمین کہ ستارون کو ٹھہرا ہوا مان لینا چاہیے تاکہ وہ یکسان رفتار سے گرد زمین کی بتبدیلی اپنی جگہ کے نسبت ایک دوسرے کے پھرین گردش کرتا ہے اوس مجسم کرہ کو متحرک فرض کرنے سے بیشک مسائل علم ہیئت کے درباب ستارون کے بصحت حل ہو سکتے ہین لیکن گردش آفتاب اور ماہ اور ستارون کی اوسکے مطابق نہین آتی ہے اور باعث وقوع غلطی کا اونمین اوسوقت معلوم ہو جاویگا جب کہ ہم بیان اونکا کرینگے فرض کرنا اس امر کا کہ ایک کرہ جسکا کہ ابعاد ثلثہ درجۂ اعتدال پر ہین تیزی سے

بموجب قواعد حرکت مادہ کے گردش کرتا ہے جیساکہ چاند اور سورج امید از فہم نہین معلوم ہوتا ہے بلکہ اگر اسطریق پر ہو تو بڑی جائے تعجب ہے انتہی بلفظہ مختصرًا **اقول** یہ بات تو ہرشل صاحب کی تقریر سے طے ہوچکی کہ آسمانون کا وجود مان لینے سے اور اوسکی گردش قبول کر لینے سے کچھ نقصان نہین لازم آتا ہے بلکہ اسطرح نہو تو جائے تعجب ہے مگر واسطے مطابقت گردش سیارون کے جڑا ہوا ہونا سیارون کا اوس جسم فلکی مین ہئیت جدیدہ کو بگاڑتا ہے ہم کہتے ہین کہ اول تو ہئیت کوپرنیکس صاحب کی جسپر نیوٹن وغیرہ کو اطمینان ہے ہنوز مسلم اور غیر مخدوش نہین ہے جیساکہ ہم ظاہر کر چکے اور آئندہ بیان کرینگے دوم نظام کوپرنیکس کا مدار ہے آفتاب کو مرکز قرار دینے پر اور اوسکو زمین سے بڑا تصور کرنے پر اور اوسکا فاصلہ زمین سے مقدار معین مین فرض کرنے پر مگر ہم ثابت کر چکے کہ اتبک فاصلہ آفتاب کا زمین سے غیر معین و نامعلوم ہے اور مجمع علیہ ہئیت دانون کا نہین ہوا ہے چنانچہ نام بنام ایک فہرست لکھکر ذکر ہوچکا اور نیوٹن صاحب کا خط بھی نقل کیا گیا جسمین وہ خود اپنی فہم کی غلطی دربارۂ فاصلۂ آفتاب کے سمجھ چکا اور باوجود دریافت کر لینے تفاوت عظیم کے تعصب سے باز نہ آیا اور ڈاکٹر نٹبلی صاحب کو ایسا جواب دیا جسپر مارٹین صاحب اور تمام عقلا قہقہہ مارتے ہین یعنی پانچ کرور ساٹھ لاکھ میل کی غلطی کو نیوٹن صاحب کچھ غلطی ہی نہین سمجھتے لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم باقی رہا یہ امر کہ شاید دوربین سے نیوٹن صاحب وغیرہ نے جسم آفتاب کو دیکھکر اوسکا قطر خوب سمجھ لیا ہو حالانکہ یہ بات بھی غلط ہے نیوٹن صاحب کا قول ہے کہ آفتاب کی سفید صاف روشنی سات رنگون سے ملکر ایسی ہوگئی ہے مگر دیگر

حکماء کا قول ہے کہ صرف تین رنگ نیلا زرد سرخ ہین اور آخر مین
یہ ظاہر ہوا کہ فقط ایک ہی زرد رنگ ہے اس امر کو مارلسین صاحب نے
اپنی کتاب مین لکھا ہے اس سے معلوم ہوا کہ ابتک رنگت بھی آفتاب
کی دوربین سے صحیح نظر نہین آئی ہے اور قطر آفتاب کا زمین سے
بڑا ہونا اور اوسکا مرکز قرار پانا تو مارلسین صاحب نے محض باطل قرار دیا ہے
چنانچہ وہ اپنی کتاب مطبوعہ لندن مین لکھتے ہین + اکثر حکماء نظام
قرار دادہ نیوٹن صاحب کو باین اطمینان کہ صاحب موصوف نے
اور اونکے تابعین نے فاصلہ و مقادیر اجرام فلکی کو قواعد ہندسی سے
تحقیق کر لیا ہوگا بدون جانچے ہوے صحیح مانتے آتے ہین چنانچہ
مین بھی قریب ساٹھ برس کی عمر تک ایسا ہی سمجھتا رہا لیکن جب
مین نے خود تحقیق کیا تب اوسکی غلطیان مجھپر منکشف ہوئین نیوٹن
صاحب کے جملہ مسائل اسپر مبنی ہین کہ آفتاب سے زمین نہایت
چھوٹی ہے لیکن چونکہ میری تحقیق مین آفتاب زمین سے چھوٹا ہے
تمام دلائل نیوٹن صاحب کے باطل و بیکار ہین یہ امر مسلم ہے کہ
زمین ایک جسم مقناطیسی ہے جسکی جانب قطب شمالی کی قوت
ہاربہ و جانب قطب جنوبی کے قوت جاذبہ ہے اور بعد آفتاب کا
وقت مقابلہ قطب شمالی کے گیارہ ہزار نو سو ساڑھے اٹھاون میل
فاصلہ اوسط سے زائد اور وقت مقابلہ قطب جنوبی کے اسیقدر کم
ہوجاتا ہے اسوجہ سے آفتاب میزان سے حمل تک زیادہ مدت مین
اور حمل سے میزان تک کم مدت مین پہونچتا ہے اس سے صاف
ظاہر ہے کہ آفتاب وقت مقابلہ قوت جاذبہ کے نزدیک کھنچ آتا ہے
اور وقت مقابلۂ قوت ہاربہ کے دور جا پڑتا ہے اور یہ امر بدون
اسکے کہ آفتاب زمین سے چھوٹا ہو صریح خلاف عقل ہے پس بجز اسکے

کہ زمین مرکز قرار دیجاسے کوئی تدبیر نہین ہے انتہی بلفظہ مترجما
الحاصل نیوٹن صاحب کے نظام مسلمہ کو حکماء جدید خود ہی باطل قرار
دیتے ہین تو وجود افلاک پر جو استحالہ عقلی ہرشل صاحب نے قائم
کیا تھا باطل ہوگیا اور قطعی و یقینی ٹھہرا سوم قمر کے باب مین بھی
ہرشل صاحب اور نیوٹن صاحب و من تبعہ نے جو کچھ لکھا ہے
غلط نکلا چنانچہ مارسین صاحب لکھتے ہین + ہرشل صاحب نے لکھا ہے
کہ زمین کا عکس ماہتاب کے جرم سے اوس پار تک پہونچتا ہے لیکن
یہ تصریح کہیں نہین پائی جاتی ہے کہ یہ عکس فی الحقیقت کتنا بڑا ہے
اور پھر یہ بھی کہتے ہین کہ فاصلہ قمر کا زمین سے ۲۴۰۰۰۰ میل ہے
بلحاظ اس فاصلہ مفروضہ کے زمین کا عکس جو غایت درجہ ۲۲۷۰۳۰
میل ہوسکتا ہے کسی طرح ممکن نہین کہ ماہتاب تک پہونچے اور اوسکو
منخسف کرے پس ماہتاب پر زمین کا عکس پڑنا اور اوسکا منخسف ہونا
جو ہم لوگون کو روزمرہ مشاہدہ مین آتا ہے ثبوت کافی اسکا ہے کہ حکما کو
صحیح فاصلہ ماہتاب کا معلوم نہین ہوا چنانچہ اس فاصلہ کو ونس صاحب نے
اپنی کتاب مؤلفہ سنہ ۱۸۰۱ء مین ۲۳۷۹۲۹ میل بیان کیا ہے اور
ہرشل صاحب نے اپنی کتاب مؤلفہ سنہ ۱۸۳۳ء مین ۲۳۷۷۰۰ میل اور
پھر دوسری کتاب مین ۲۴۰۰۰۰ میل لکھا ہے حالانکہ فاصلہ صحیح
میری تحقیق مین ۳۲۸۲۸ ۱/۲ میل ہے اور صحت اسکی وقوع خسوف
سے ظاہر ہوتی ہے انتہی بلفظہ مترجما اب ذرا غور کرنا چاہیے کہ جس نظام
شمسی کی خاطر ہرشل صاحب و نیوٹن صاحب وجود افلاک سے منکر
ہوے ہین وہ خود ہی عند التحقیق ایسا باطل نکلا کہ ساٹھ برس تک
اوسپر گمان صحیح ہونیکا رہا اور بعدہ باطل ٹھہرا اب اسی جگہ ہم یہ بھی لکھنا
ضرور سمجھتے ہین کہ زمین کو متحرک سمجھ کر جو قواعد علم ہیئت جدیدہ کے

قائم ہوے تھے متاخرین کے نزدیک یہ مسئلہ بھی غلط ٹھہرا ہے اور اب
بہ تحقیق کرنا بیان کرتے ہین کہ زمین ساکن ہے اور آفتاب مع تمام نظام
شمسی کے گرد اوسکے گردش کرتا ہے چنانچہ آرجی مارسین صاحب نے
مدت العمر کی تحقیقات اپنی اسی علم مین لکھکر بیان کیا ہے کہ مین گیارہ
برس کی عمر سے ساٹھ برس کی عمر سے زیادہ تک تحصیل علم ہیئت مین
باتباع تعلیم نیوٹن صاحب کے مشغول رہا بالآخر مجکو بہ یقین معلوم ہوا
کہ فلاسفی نیوٹن صاحب کی خصوصاً بہ نسبت فاصلہ ہاے اجرام فلکی کے
اور نظام شمسی کے بالکل غلط ہے چنانچہ بعض اوسکے دلائل مین ذکر کرتا ہون
نیوٹن صاحب کی یہ تعلیم ہے کہ زمین آفتاب سے ۹۰ کروڑ میل کے فاصلہ پر
سال بھر مین ایکبار اوسکے گرد گھومتی ہے اس سے ظاہر ہے کہ زمین
ہر دورہ سالیانہ مین دوگونہ اس فاصلہ کا یعنے ۱۹ کروڑ میل پر اپنے
مقام سے دور ہٹتی ہے مگر پھر بھی باوجود اسقدر فاصلہ عظیم کے صورت
ثوابت کی زمین پر سے ہمیشہ یکسان نظر آتی ہے اور بعد قطب کا اہل
زمین کو جب وہ مقام اعتدال خریفی پر ہوتی ہے بہ نسبت مقام اعتدال
ربیعی کے ایک ذرہ بھی زیادہ نہین معلوم ہوتا حالانکہ ان دونون مقامون
مین ۱۹ کروڑ میل کا فاصلہ ہے پس اس وجہ سے کہ بعد قطب مین ہم لوگ
کبھی تغیر نہین پاتے ہین یہ قیاس کرنا کہ زمین اپنے مقام سے جنبش
نہین کرتی بہ نسبت اس وہم کے کہ ان دونون مین اتنا فاصلہ عظیم ہے
کہ اتنے بعد کا تفرقہ وامتیاز نہین ہو سکتا زیادہ تر قابل اطمینان و
قرین عقل ہے الخ بطولہ واضح رہے کہ اس مصنف نے اپنی کتاب
مین برابر غلطیان ہیئت جدیدہ مسلمہ نیوٹن صاحب و ہرشل صاحب کی
لکھی ہین جسکا جی چاہے اصل کتاب انگریزی مین دیکھ لے چونکہ زیادہ
بحث کرنی علم ہیئت مین فضول ہے یہ میرا مختصر رسالہ علم ہیئت کی کتاب

ہوا جاتا ہے لہذا اب مین پہر اصل مطلب کی طرف رجوع کرکے اپنے جناب
مخاطب کی خدمت مین عرض کرتا ہون کہ اب تو حضور کو معلوم ہوگیا کہ مسائل
ہیئت جدیدہ کے ہرگز قابل یقین نہین ہین یہان تک نوبت پہونچی ہی
کہ وہ ہیئت ہی نہین رہی محققین متاخرین زمین کے سکون کے قائل
ہوگئے ہین اور ہوتے جاتے ہین جو مذہب حکمار قدیم کا تھا تو اسی حالت مین
وجود افلاک سے انکار کرنے کی کیا وجہ ہی ہان اگر بمقابلہ یقینیات یعنی
منصوصات قرآنی کے کوئی برہان یقینی سے استحالہ عقلی ثابت
کیا جاتا تو ہمکو اوسپر توجہ کرنیکی ضرورت پڑتی والا ہمارے واسطے
خود خالق سموات کی ہدایت بہت کافی ہے اور اب اکھاڑہ مناظرہ ہی کا
باقی نہ رہا پھر آپ خم ٹھوک کر مسلمانون کو کسکے مقابلہ مین بلاتے ہین
اور کسکی قوت بازو سے ہمکو دھمکاتے ہین اور ہمنے اپنے رسالہ شہاب ثاقب
مین جو کچہ لکھا ہے پھر یاد دلاتے ہین کہ مجرد وجود افلاک کا قرآن شریف
سے پایا جاتا ہے خواہ اوسمین ستارے جڑے ہون یا نہون ہیئت
قدیمہ کے تصدیق کا ذکر قرآن شریف مین نہین ہے بلکہ جائز ہے
کہ تمام عالم اجسام و اجرام کا فوق حقیقی و محدد جہات و منتہی و سقف
مرفوع افلاک کو قرار دیا جاوے جہان تک دوربین کا گذر بھی نہین ہوسکتا
اور جسپر کوئی خدشہ دونون ہیئت سے وارد نہو سکے تو انکار کی کیا وجہ
باقی رہیگی دینیات مین ہیئت قدیمہ وجدیدہ کی بحث فضول ہے
حکمار قدیم وجدیدہ کے محض خیالات ہین جو اپنی اٹکل سے آسمان و زمین
کے قلابے ملاتے ہین اور پھر بار بار اپنی غلطیون سے شرماتے ہین
ایسی حالت مین جسکو قرآن شریف پر سچا اعتقاد ہوگا وہ ہر روز بہ تقلید
حکمار جدید و قدیم کے اپنے ایمان کو کیون بدلا کریگا اور مین یہ بھی
عرض کرتا ہون کہ تمام آیات قرآنی مین زمین کا ساکن یا متحرک ہونا منصوص

نہین ہے

نہین ہے پھر اوسکی نسبت زیادہ بحث کرنی فضول ہے اور کل آیات
قرآن شریف کی تاویل معقول بھی نہین بن پڑتی ہے بعض آیات ایسی ہین
کہ نہ فضاے بسیط نہ سیارات نہ ابر نہ ہوا افلاک ٹھہر سکتے ہین اگر آپ کو
اوسمین بحث کرنی منظور ہو تو بسم اللہ تمام آیات کی تاویلات بیان کیجیے
اور مجھسے جواب لیجیے اور اس خاص بحث مین جو ایک عالم دہلوی مولوی
سید نصر علی صاحب نے رسالہ نصرت اسلامی نام لکھا ہے اوسکو بھی
غالبًا آپ ملاحظہ فرما چکے ہونگے لہذا اس رسالہ مین طول کلام کی ضرورت
نہین پاتا ہون اور آپ ہی کی کتاب تبیین الکلام سے جو عبارت لکھ چکا ہون
وہ ہی کافی ہے اور مجکو محض آپکا یہ خیال باطل ثابت کرنا منظور تھا کہ مسلمات
فلاسفہ جدید کو آپ قطعی اور یقینی لائق مقابلہ منصوصات قرآنی کے
سمجھ رہے تھے اسیواسطے کچھ مسائل ہیئت جدیدہ کے لکھنے پڑے
ورنہ میرے نزدیک تمام حکماء قدیم و جدید کی محض قیاسات ہین سچی بات
وہ ہی ہے جو قرآن شریف مین ہے پھر بھی اگر آپ کا تقلیدی ایمان
و یقین اسی ہیئت جدیدہ پر ہو تو پہلے ایک رسالہ خاص اسی فن مین تحریر
فرماکر اپنے مسلمات کو قطعی کر دکھائیے دینیات کی بحث مین اوس
خرافات کو نہ ملائیے ولکم الخیار **فائدہ** ہرشل صاحب و نیوٹن صاحب
وغیرہ نے حکماء سابقین سے اس امر مین اختلاف کیا ہے کہ خلاء محال ہے
اور اپنی تحقیق یون بیان کی ہے کہ خلاء محال نہین ہے تو اب ضرور ہے
کہ ہمارے ایک خدشہ کا جناب مخاطب جواب شافی عنایت فرماوین کیونکہ
معقولات و مسلمات فلاسفہ جدیدہ پر مذہب سے بھی زیادہ یقین رکھتے ہین
وہ خدشہ یہ ہے کہ قاعدہ کشش کا جو مسٹر کیپلر صاحب وغیرہ نے
ایجاد کیا ہے اوس کشش کے واسطے ضرور ہے کہ جو ستارہ دوسرے
ستارہ کو کھینچتا ہے اوسکی قوت جاذبہ کے واسطے کوئی ذریعہ اور واسطہ

نفوذ تاثیر کا چاہیے یعنے ایک ستارہ سے دوسرے ستارہ تک کوئی
وجود درکار ہے جو اثر قوت جاذبہ کا قبول کرے اور وہ اثر اجزاے
مادہ درمیانی مین پیدا ہوتا چلا جاے یہان تک کہ اوس دوسرے کو
پہونچے ورنہ انقطاع قوت جاذبہ کا درمیان مین ہو جایگا کیونکہ خلاء بسیط
نام ہے عدم ملاء کا اور عدم پر اطلاق وجود کا نہین ہوسکتا ہے
مثلاً جب آگ جلائی جاتی ہے تو وہ پہلے ہوا کو گرم کرتی ہے اوسی ہوا
جسقدر ہوا گرم ہوتی چلی جاتی ہے اور پھر کسی دوسرے جسم کو لگتی ہے
تب وہ جسم گرم ہو جاتا ہے اگر درمیان مین آگ کے اور کسی دوسرے
جسم کے جو گرم ہو جاتا ہے ہوا نہو تو ہرگز گرم نہوگا اسیطرح آواز
کان مین نہین پہونچتی ہے مگر بواسطہ ہوا کے غرض کہ واسطہ ہونا
ملاء یعنے کسی وجود درمیانی کا لازم ہے تو اگر کرہ زمین سے آفتاب تک
بعد انقطاع کرہ ہوائی کے جسکی مقدار معین کیجاتی ہے خلاء محض مان لیا جاے
یا دیگر سیارات تک درمیان مین کوئی جسم سیال یا غیر سیال واقع نہو
قوت جاذبہ شمسی کا پہونچنا متعذر ہے بلکہ انقطاع کلی ہو جایگا علی ہذا القیاس
جو روشنی کواکب کی پہونچتی ہے اوسکے واسطے بھی کوئی جسم یا مادہ درکار ہے
جسپر وہ پہلے پڑتی ہو اور اوسکو چمکاتی ہو اور وہ جسم اپنے قریب
کے اجزاے مادہ کو منور کرتا چلا جاے یہان تک کہ ہم تک پہونچے
اگر یہ اصول غلط ہی تو اسکو باطل کیجیے ورنہ خلاء محال کا دعوے غلط
سمجھ کر اقرار کیجیے کہ مسلمات فلاسفہ جدیدہ کے صحیح نہین ہین اور اوسکے بعد
یہ ارشاد فرمائیے کہ قاعدہ جذبات کا غلط ہے یا مخدوش ہے پھر ہم یہ سوال
کرینگے کہ وہ مادہ جو تمام اجرام فلکی کے ساتھ معمور ہے کیا ہی اور اوسکو
کس دوربین کے ذریعہ سے دیکھ لیا ہے یا قابل مشاہدہ اسوجہ سے
نہین ہے کہ نہایت شفاف ہے انعکاس اوسکا نظر انسانی مین

محال ہے بہرکیف جب قرآن شریف سے پایا جاتا ہے کہ افلاک
کی رفعت کمال مرتبہ کی ہے اور تمام عالم اجسام کا انتہا سے فوق حقیقی
بطور سقف مرفوع سمجھنا چاہیے تو بعد اختتام تمام عالم اجرام فلکی کے
وجود سبع سموات طباقاً کا کیون محال عقلی قرار پائیگا اور نظر نہ آنے سے
کسواسطے باطل ہوگا اور ہیئت قدیمہ و جدیدہ کی جب تصدیق و تکذیب
مذکور نہین ہے تو اوسکی بحث سے کیا فائدہ آپکو حاصل ہوگا اگر ہیئت
قدیمہ صحیح ہے تو وجود افلاک مین کچھ تردد نہین اور ہیئت جدیدہ اگرچہ
یقینی نہین ہے مگر بفرض تسلیم ہم کہ سکتے ہین کہ افلاک فوق حقیقی
اور منتہا تمام عالم اجرام فلکی کے ہین کیونکہ تمام عالم مادی ہے اور
ہر بدایت عالم اجسام کے واسطے نہایت درکار ہے فافہم

اعتراض دوم کا یہ جواب ہے کہ غیر محسوسات سے کیا مراد ہے اگر یہ مقصود ہے کہ ذات باری تعالیٰ
کو جو شے نظر نہ آدے یا مس و لمس سے نہ کر سکین وہ معدوم الحقیقت ہے تو آپ کی خیالات پر
افسوس کرنا کافی ہے اور اگر یہ مراد ہے کہ فلاسفہ جدیدہ جس شے کو غیر محسوس
قرار دین اوسکا عدم متحقق ہے تو بھی نہایت تعجب ہے وہ لوگ غیر محسوسات پر
یہان تک اعتبار کرتے ہین کہ زمین کے ساتھ مشابہت دیکر کواکب کی قائم کرکے
زحل و قمر وغیرہ مین مخلوقات ذی روح و نباتات وغیرہ اجسام کے قائل ہوئے ہین
جیسا کہ اعتراض اول کی بحث مین معلوم ہو چکا اور ہم یہ کہتے ہین کہ وجود ملائکہ و
جن و شیاطین بنصوص قرآنی سے ثابت ہے اور تمام مخلوقات کا مشاہدہ ہر انسان کیواسطے
نہ تو عقلاً ضروری ہے نہ شرعاً پس آپکا انکار جنت و نار و صراط و میزان و ملائکہ و صور اسرافیل و جن
و شیاطین وغیرہ سے صاف انکار نصوص قرآن شریف کا ہے اور بغیر صارف
حقیقی کے اور بدون قرینہ صحیحہ کے اور بلا رعایت اصول قواعد
علم تفسیر کے قرآن شریف مین تحریف معنوی کرنیکا آپکو اختیار ہے
مگر کوئی ذی عقل مسلمان جسکو خدا کے کلام پر یقین ہوگا ایسے کلمات

زبان پر بھی نہ لائیگا اور محض کفر و الحاد سمجھیگا چونکہ خاص اسی بحث
وجود ابلیس مین ہم ایک رسالہ شہاب ثاقب لکھہ چکے ہین تو اب
ضرورت زیادہ بحث کی نہین ہے ہان بعد ملاحظہ اوس رسالہ کے
ایک تقریر آپ کی پرچہ یکم محرم سنہ ۱۳۱۰ ہجری مین میری نظر سے گذری ہے
ہے اوسکو لکھتا ہون بعدہ جواب دیتا ہون عبارت اوسکی یہ ہے
ہمارے مکرم معظم جناب مولوی علی بخش خان بہادر سب آرڈنیٹ جج
گورکھپور نے اپنے رسالہ شہاب ثاقب کے صفحہ ۴۴ مین لکھا ہے کہ حضرت
ابوہریرہ رضی اللہ تعالے عنہ شیطان کے شاگرد ہوے اور عمل آیۃ الکرسی کا
اوس سے سیکھا نعوذ باللہ منہا پس اے میرے بھائیون مین ملحد
مرتد زندیق کافر کرشٹان شیطان سہی مگر جو اچھی بات بتاؤن اور
تمہارے فائدہ کی بات کہون دلسوزی سے تمہاری ہمدردی کرون میری
وہ بات تم کیون نہ مانو حضرت ابوہریرہ نے تو نعوذ باللہ منہا شیطان
سے بھی نیک کام سیکھنے مین عار نہین کی سبحان اللہ کیا شان اسلام
رہ گئی ہے کہ جو شخص ان باتون پر یقین کرے وہ تو پکا مسلمان اور
جو یہ کہے کہ میان وہ حدیث ثابت نہین ہے یا وہ کوئی چور شیطان الانس
مین سے ہوگا تو نیچری است کافر کرشٹان + ع گر مسلمانی ہمین ست
کہ واعظ دارد * وائے گر در پس امروز بود فردائے + انتہی **اقول** مجکو
کمال تعجب ہے کہ مین نے ہرگز اپنے رسالہ مین یہ نہین لکھا کہ ابوہریرہ
شیطان کے شاگرد ہوے جسکا جی چاہے صفحہ ۴۴ میری کتاب کا
دیکھہ لے تو ایسی ایک عبارت اپنے جی سے جوڑ کر میری طرف منسوب کرنا جسمین ہے
حواری رسول صلعم کی توہین قائم ہو اپنا ہی اعتبار کھونا ہے میرا
کیا نقصان ہے رسالہ شہاب ثاقب جو طبع ہو چکا ہے اور جابجا موجود ہے
لیکن صحیح مسلم کا نسخہ نہ تھا کہ اوسکی حدیث مین وہی جویریۃ کی جگہ ہی وجویریۃ

بنا دیا گیا اور پھر غلطی نسخہ کا عذر پیش کر دیا یا نسخہ فتح الباری کا نہ تھا
جسکی عبارت مین تبیین الکلام مین تحریف کر دی یا کتاب استیعاب
ابن عبد البر کی نہ تھی جسکے حدیث مین تحریف کر کے سحر رسول صلعم بنا دیا
اور بجاے صاہر کے جسکے معنے دامادی اختیار کرنے کے تھے جادوگر
رسول صلعم کا ٹھہرا دیا یا تفسیر کبیر نہ تھی جسکی عبارت والمحصنات من النساء
کی تفسیر مین اوڑا دی اور تفسیر نیشاپوری نہ تھی کہ بجاے عن بعض ائمۃ الزیدیۃ
کے ایتہ السرتیہ بنا دیا یا سنن ابی داؤد نہین ہے کہ بعوض جاہد المشرکین
کے جاہد مع المشرکین لکھہ دیا یا تفسیر معالم التنزیل نہ تھی کہ عبارت اول
وآخر کے متعلق سورہ برات کے حذف کر دیے وغیر ذالک من التحریفات
اردو کا رسالہ وہ بھی ہر جگہ موجود تھا اوسکے صفحہ کا بھی نشان دیدینا
اور عبارت بدل دینا آپ ہی کا کام ہے نعوذ باللہ منہ اب شاید آپ
یہ فرمائینگے کہ شیطان نے جو ابوہریرہؓ کو عمل آیۃ الکرسی کا سکھایا تھا
اس سے ہمنے وہ فقرہ جمایا تو خاکسار عرض کریگا کہ پہلے آپ یہ تو ثابت
کیجیے کہ ابوہریرہؓ اوسکو شیطان جانتے تھے یا اوس سے سیکھنے کا ارادہ
بھی کیا تھا یا اوسنے جو خود بتایا یا اوسپر قناعت بھی کی تھی بلکہ معاملہ بالعکس
اوسکو انسان سمجھ لیا تھا اور ہرگز اوس سے کوئی بات سیکھنے کی درخواست
نہ تھی نہ ارادہ تھا نہ یہ معلوم تھا کہ وہ خاصیت آیۃ الکرسی کی جانتا ہے
اور اوس سے وہ خاصیت سنکر بھی حضرت رسول صلعم سے ذکر کیا جب
حضرت نے فرمایا کہ یہ بات صحیح ہے تب اوسپر اطمینان ہوا تو ہم نہین جانتے
کہ اسمین واقعہ کو کون شخص اوستادی وشاگردی کہہ سکتا ہے ورنہ
لازم آتا ہے کہ جو شخص کسی سے کچھ کہا کرے وہ مخاطب کا اوستاد
ٹھہر جایا کریگا حالانکہ کسی محاورہ مین ایسا نہین بولا جاتا ہے چونکہ آپکو
صحابۂ رسول صلعم سے نفرت کلی ہے اور اونکو ظالم بر جسم شہوت سیرت

وغیرہ الفاظ سے مسئلہ استرقاق مین تعبیر کیا ہے اور اکابر اہل اسلام کو
سب وشتم کرنا وظیفۂ روزمرہ ہوگیا ہے اسیواسطے ایسا فقرہ لکھدیا
جس سے حواری رسول صلعم پر شیطنت کا کنایہ ہوجاے علاوہ اسکی
فرض کیا کہ وہ حواری رسول صلعم فرشتہ خصلت ملائک سیرت مشہور
معلم الملکوت کے شاگرد ہوے اور کوئی نیک بات اوس سے حاصل
بھی کی تو آپ کو کیا فائدہ ہوا کیونکہ نہ کوئی عمل خیر آپ سکھاتی ہین
نہ مسلمانون کے مذہب حق کی تائید کرتے ہین آپ کے نتائج افکار
تو اسیقدر ہین کہ تمام مذہب اسلام سے نفرت دلاتے ہین مسلمات
اسلامیہ کو خاک مین ملاتے ہین اس صورت مین ہمنے مانا کہ اُسشیطان
سہی مگر عمل خیر تو ایسا بتائیے جسکو رسول صلعم نے صحیح ٹھہرایا ہو برعکس
اسکے تمام احادیث نبوی کی تکذیب کا عقیدہ رکھنا اور پھر عمل خیر
سکھانے والا بن جانا نہایت حیرت انگیز ہے اور طرفہ یہ ہے کہ
حدیث صحیح کو آپ نے باطل قرار دینے مین ذرا بھی تامل نکیا بالفعل یہ وجہ
ہوگی کہ اوس سے وجود خارجی ابلیس کا قطعاً ثابت ہوگیا ہے
اور تو کوئی وجہ اوس حدیث کے غیر ثابت قرار پانے کی آپ نے بھی
نہین لکھی تو ہم مجبور ہین یہ قاعدہ کلیہ آپکا جو حدیث مذہب فلاسفہ
نیچرل اسٹ کے خلاف ہو وہ باطل ہے آپ ہی کو مبارک رہے
میرے نزدیک بیشک پکا مسلمان وہ ہی ہے جو اپنے رسول صلعم
کی صحیح حدیث کو سچا سمجھے اور اوسکا منکر لاریب ویسا ہی ہے جیسا حضور نے
اپنی ذات شریف کی شان مین خود ہی ارشاد فرمایا ہے مین اپنی
زبان کیون خراب کرون افسوس ہے کہ بتصدیق قول رسول صلعم کے
مجکو آپ نے مصداق اس شعر کا ٹھہرایا ؎ گر مسلمانی ہمین ست
کہ واعظ دارد * وائے گر درپس امروز بود فردا ئے * مگر مین اوسکی

جواب مین پھر عاجزی اور ادب کو چھوڑونگا اور یہ قطعہ پڑھون گا
قطعہ حکیم فلسفی گر کافرم خواند ✤ چراغ کذب را نبود فروغے ✤ مسلمان
خوانمش اندر مکافات ✤ دروغے را جزا باشد دروغی ✤ اب مجکو ضرور ہوا
کہ دوسری تاویل علیل کا بھی جواب دون یعنے شیطان الانس کا قول
بھی صحیح نہین ہے اور کئی وجہ سے مردود ہے **اولاً** چور ہونا اوس
شیطان کا تو پہلے ہی سے حضرت ابوہریرہؓ کو یقین تھا پھر آنحضرت
صلعم کا یہ پوچھنا کہ تمنے جانا کس سے مخاطب رہے تھے اور ابوہریرہؓ کا
انکار کرنا اوسکے علم سے صریحاً دلالت کرتا ہے کہ حضرت خاتم رسالت
صلعم نے وہ حقیقت بیان کی جو ابوہریرہ کو معلوم نتھی اور صاف
ارشاد فرمایا کہ وہ شیطان تھا آپ عبارت حدیث کی شہاب ثاقب مین
دیکھہ لیجیے کہ چور ہونا اوسکا ابوہریرہ جانتے تھے یا نہین **ثانیاً** شیطان
الانس سے آپ کی کیا مراد ہے اگر یہ مقصود ہے کہ وہ انسان جو
شیطان کاسا کام کرے تو بھی وجود خارجی شیطان کا ماعدائے انسان
کے لازم آیا ورنہ تشبیہ انسان کی کسکے ساتہ دیجاتی ہے اور مشبہ اور
مشبہ بہ متحد الحقیقت نہین ہوسکتے تو ہرگز عین انسان یا جزو انسان
شیطان نہین ہوسکتا **ثالثاً** اگر آپ کی کسیطرح تسکین نہین ہوتی
تو ہم ثابت کردینگے ✤ دوسرے حواری رسول صلعم کو بھی ایکبار ایسا
اتفاق ہوا کہ شیطان کو گرفتار کرلیا تھا اور اوس حدیث مین لفظ غول کا
ایسا موجود ہے کہ شیطان الانس کی کہنے کی گنجایش نہین ہے وہ قصہ
یہ ہے کہ حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ کے گھر مین خرما بھرنے کا
ظرف تھا اور ایک شیطان آیا کرتا تھا اوسمین سے نکال لیجاتا تھا
اس بات کا ابوایوب نے حضرت رسول صلعم سے شکوہ کیا حضرت نے
فرمایا کہ ایکی بار جو اوسکو دیکھیے تو بسم اللہ اجیبی رسول اللہ کہنا چنانچہ

ایسا ہی ہوا اور اوسکو پکڑ لیا تب اوسنے آیۃ الکرسی کی خاصیت بیان کی
حضرت نے سنکر فرمایا کہ خاصیت آیۃ الکرسی کی اوسنے صحیح بیان کی ہر
گو وہ خود کاذب ہے چنانچہ صحیح ترمذی مین باب ماجاء فی
فضل فاتحۃ الکتاب مین حدیث ہے عن ابی ایوب الانصاری
انہ کانت لہ سہوۃ فیہا تمر وکانت تجئی الغول
فتاخذ منہ فشکی ذلک الی النبی صلی اللہ علیہ
وسلم فقال اذہب اذا رایتہا فقل بسم اللہ اجیبی
رسول اللہ قال فاخذہا فحلفت ان لا تعود فارسلہا
فجاء الی النبی صلعم فقال ما فعل اسیرک قال حلفت
ان لا تعود قال فقال کذبت وہی معاودۃ للکذب
قال فاخذہا فحلفت ان لا تعود فارسلہا الی قولہ
فاخذہا فقال ما انا بتارکک حتی اذہب بک
الی النبی صلعم فقالت انی ذاکرۃ لک شیا ایۃ الکرسی
اقراءہا فی بیتک فلا یقربک شیطان ولا غیرہ فجاء
الی النبی صلعم فقال ما فعل اسیرک قال فاخبرہ بما
قالت قال صدقت وہی کذوب ہذا حدیث حسن غریب
اے حضرت اگر احادیث صحیحہ کو جمع کیجیے تو اس کثرت سے موجود
نکلین گی کہ وجود خارجی ابلیس کا انکار کرنا سوا سخن پروری کے
اور کچھ نہ ٹھہرے گا مین نے شہاب ثاقب مین استقصاء تمام
احادیث کا نہین کیا اور یہ سوچ لیا تھا کہ جب اسقدر احادیث
صحیحہ کو آپ نہ مانین گے فبای حدیث بعدہ یؤمنون
تیسرے اعتراض کا یہ جواب ہے کہ جو تقریر
شناعت عقلی اور قواعد منطقی پر مبنی ہے اوسکو اخیر بحث مین

؎ اور اور باتون مین ایسا ہی وہ جھوٹا ہے ۱۲

لکھکر ہم جواب دینگے اولاً قرآن وحدیث کے متعلق بحث کیجاتی ہی
لہذا تبریۃ الاسلام کی باب دوم سے شروع کرتا ہون اور خلاصہ
آپ کے مقولات کا لکھکر جواب دیتا ہون **قولہ** رقیت زمانہ جاہلیت
مین بھی جاری تھی زمانہ اسلام مین بھی جب تک آیۃ اِمَّا مَنًّا بعدُ
واما فداءً ۶۱ نازل نہین ہوئی رقیت جاری رہی اور اوسپر تھوڑا سا
عمل ہوتا رہا مگر اوسکے بعد نہین ہوا **اقول** زمانہ جاہلیت مین جو بقول
آپ کی رقیت جاری تھی دو حال سے خالی نہین یا تو خدا اسکے حکم سے
جاری تھی اور زمانہ اسلام مین بھی اوسی حکم کے مطابق عمل درآمد ہوتا رہا
یا وہ فعل ہرگز مرضی خدا کا اور جاری کیا ہوا پیغمبرون کا نہ تھا کفار نے
اپنی طرف سے ایجاد کر لیا تھا شق اول اگر صحیح ہے تو آپ کو ہرگز
یہ کہنا نہ چاہیے کہ وہ فعل فی نفسہ ایسا قبیح تھا کہ اوسکا کسی مذہب مین
ایک لمحہ کے واسطے بھی روا رکھنا بطلان مذہب کی دلیل ہے اور وہ
کام شہوت پرستون بیرحم جفاکارون کا ہے اور اگر خدا اوسکو جاری
کرے تو وہ شرک کا روادار سمجھا جائیگا ورنہ حضرت نوح سے لیکر
حضرت خاتم المرسلین صلعم تک جسقدر انبیا اور اونکے اصحاب و تابعین
تھے سب کے سب معاذ اللہ آپ کے اصول پر کافر و مشرک قرار
پائینگے اور کسیکا مذہب حق نہوگا اور اگر شق ثانی صحیح ہے تو معاذ اللہ
۸ھ ہجری تک بقول جناب کے خدا و رسول روادار شرک و کفر کے رہے
اور فوراً اوسکے امتناع کے احکام صادر نہوے اور ۸ھ ہجری تک
مذہب اسلام باطل رہا اور خود رسول مقبول صلعم اور اونکے اصحاب
و ازواج شہوت پرست بیرحم جفاکار مشرک آپکے نزدیک ٹھہرے
کیونکہ اس کثرت سے رقیت جاری رہی کہ شاید کوئی غزوہ اوس سے
خالی رہا ہو ہزارہا لونڈی غلام تک نوبت پہونچی اور متواتر آیات قرآنی مین

اونکے باب مین احکام نازل ہوتے رہے جیسے اپ لوبھی انکار ہین اور یہ بھی تسلیم کرنا پڑیگا کہ باوجود قبیح ہونے رقیبت کے خدا نے اپنے بندون کو اوسکے عمل درآمد کے احکام بتائے اور رسول صلعم کا بھی قول وفعل واجب الاتباع اونکی امت کے واسطے نہ تھا نہ حضرت صلعم نے خدا کی مرضی کے موافق عمل کیا بلکہ کفار ایام جاہلیت کی رسم پر عمل کرتے اور کراتے رہے پس جو نتیجہ آپ کی تقریر کا نکلتا ہے نہ تو رسول صلعم نہ صحابہ واہل بیت کافر ومشرک وبیرحم بنا رشہوت پرست ہونے سے آپ کے نزدیک محفوظ رہ سکتے ہین اور آپ نے جو رقیبت کی مثال دی ہے دیگر افعال کے ساتھ یعنے شراب خواری اور گھرون مین دروازہ سے نہ آنے کو یا متعہ کو مماثل اوسکا ٹھہرایا ہے یہ بھی غلط ہے کیونکہ متعہ ہرگز رسم جاہلیت کی نہ تھی نہ دروازون سے داخل خانہ ہونا شناعت عقلی مین داخل تھا نہ برہنہ ہوکر طواف کرنا مسلمانون مین جاری ہوا کوئی مسلمان کبھی برہنہ ہوکر مرتکب طواف کا نہین ہوا نہ کتب سابقہ مین اوسکا جواز نازل ہوا تھا خود کفار کا ایجاد کیا ہوا وہ فعل تھا جو منع کردیا گیا اور باپ کی مدخولہ عورت سے نکاح کرنا بھی بعد جاری ہونے اسلام کے نافذ نہ رہا یعنے نہ خدا نے اوسکی ترویج کو احکام نازل کیے نہ رسول نے اوسپر عمل کیا نہ وہ سنت نبوی قرار پائی جسطرح مذہب اسلام مین سب ممنوعات حرام ہوتے گئے وہ بھی حرام ہوا آپ کو بڑا مغلطہ واقع ہوا ہے کہ الا ما قد سلف کے یہ معنے سمجھے ہین کہ مدخولہ باپ کی جو قبل نزول آیۃ حرمت کے کسی کے نکاح مین ہو وہ بدستور رہنے دے حالانکہ آیۃ کریمہ کا یہ مطلب ہے کہ یہ گناہ اور فحش بات ہے ہرگز مذہب اسلام مین جائز نہین ہے مگر قبل اسلام کا گناہ معاف ہے یعنے زمانہ کفر مین اگر ارتکاب اس فعل کا کیا ہو تو بعد اسلام مواخذہ نہوگا

کیونکہ اسلام سابق کے گناہون کو رفع کرتا ہے الحاصل تمام ممنوعات
شرعیہ کا قبل نزول امتناع کے جاری رہنا اور اونکی حرمت کا نازل
ہونا مماثل رقیت کا نہین ہے کیونکہ رقیت کے باب مین ابتدا سے
زمانہ موسئے سے آج تک کبھی امتناع نازل نہین ہوا اور خود رسول خدا
صلعم کا اوسپر عمل رہا اور انبیاے سابقین کا بھی عمل ہوتا رہا اور وہ
حکم خدا نے نازل فرمایا چنانچہ آپ خود بھی لکھتے ہین کہ توریت مین احکام
رقیت کے موجود ہین اور یہودی مذہب نے اوسکو جائز سمجھا اور
حضرت مسیح نے بھی اوسکی نسبت کچھ نہین کہا اگرچہ توریت مین متعدد
مقامون مین وہ احکام موجود ہین مگر تھوڑے سے احکام آپ کے
اطمینان کے واسطے ہم بھی لکھتے ہین + کتاب خروج باب ۲۱ - اب
شروع کی رسوم جو تو اونہین بتاویگا یہ ہین ۲ - اگر تو عبرانی غلام مول لے
تو وہ چھہ برس تک تیری خدمت کرے اور ساتوین برس مفت آزاد
ہو جاے اگر وہ اکیلا آیا تھا اکیلا جایگا اور اگر وہ جورو والا تھا تو جورو
اوسکے ساتہ جاے گی اگر اوسکے آقا نے اوسکا بیاہ کردیا اور جورو
اوسکی اوس سے بیٹے اور بیٹیان جنی تو جورو بچون سمیت آقا کی ہو ویگی
اور وہ اکیلا چلا جایگا اور اگر یہ غلام صاف کہے کہ مین اپنے آقا اور اپنی
جورو اور اپنے لڑکون کو دوست رکھتا ہون مین آزاد ہو کر چلا نجاؤنگا
تو اوسکا آقا اوسی قاضیون کے پاس لیجاوے پھر اوسی دروازہ پیہ
یا دروازہ کی چوکھٹ پر لاوے اور ستاری سے اوسکا کان چھیدے
اور وہ ہمیشہ غلامی کرے ۷ - اور اگر کوئی شخص اپنی بیٹی کو بیچے تاکہ
باندی ہو تو وہ غلامون کی طرح چلی نجایگی اگر آقا اوسکا جسنے اوسے
اپنے لیئے منگیتر کیا اوس سے ناراض ہو تو اوسکا فدیہ دیا جاے اوسکو
روا نہین کہ اوسے اجنبی قوم کے ہاتہ بیچے کیونکہ اوسنے اوس سے

دغابازی کی اور اگر وہ اوسکی منگنی اپنے بیٹے کے ساتھ کرے تو وہ
اوس سے بیٹیون کا سا سلوک کرے ۱۰ - اگر وہ اپنے لیے دوسری
لے تو اوسکے کھانے کپڑے اور ہمخوابی مین قاصر نہووے ورنہ وہ
مفت بے روپیہ دیے آزاد چلی جاے ۲۶ ۲۷ - اگر کوئی غلام
یا اپنی لونڈی کے آنکھہ مین مارے کہ اوسکی آنکھہ پھوٹ جاے یا دانت
توڑ ڈالے تو وہ اوسکے بدلے اوسکو آزاد کرے کتاب پیدایش باب ۱۷
ورس ۲۳ تب ابراہیم نے اپنے بیٹے اسمعیل اور سب خانہ زادون اور
اپنے زرخریدون کو یعنے ابراہیم کے گھر کے لوگون مین جتنے مرد تھے
سب کو لیا اور اوسی روز ختنہ کیا ۱۲ - تمہاری پشت در پشت ہر لڑکے کا
جب وہ آٹھہ روز کا ہو ختنہ کیا جائیگا گھر کا پیدا یا پردیسی سے خریدا ہوا
جو تیری نسل کا نہین لازم ہے کہ تیرے خانہ زاد اور تیرے زرخرید کا
ختنہ کیا جاوے اور میرا عہد تمہارے جسمون مین عہد ابدی ہوگا باب ۲۰
ورس ۱۰ لیکن ساتوان دن خداوند تیرے خدا کا سبت ہے اوسمین
کچھہ کام مت کر نہ تو نہ تیرا بیٹا نہ تیری بیٹی نہ تیرا غلام نہ تیری لونڈی وغیرہ
مین الی احکام اور جب یہ ثابت ہوا کہ اڑھائی ہزار برس تک پیشتر زمانہ
اسلام سے خدا کے حکم سے رقیت جاری تھی تو اوسکو شنائع عقلیہ مین
داخل کرکے تمام انبیا کو ملعون اور مشرک ٹھہرانا آپ ہی کا کام ہے
نہ کہ دوسرے مسلمان کا دوسرا کیا ضرور ہے خود حدیث سے ہو کہ حضرت
ابراہیم کا حال توریت سے معلوم ہو چکا اور قسطلانی شرح بخاری مین
ذیل حدیث بینما ابراهیم هو جبار و معه سارة الحدیث مین لکھا ہے ان هاجر
کانت مملوکة وقد صح ان ابراهیم اولدها بعد ان ملکها فی سریة انتهی
اب تو کچھ شک نہ رہا کہ ہاجرہ لونڈی حضرت ابراہیم کی تھین اور اون سے
اولاد پیدا ہوئی نہین معلوم کہ اس اولاد کو حضرت مخاطب کیونکر

والا کہ سے ادام ٹھہرائین گے اور کہان سے کہان پہونچائین گے اور
ہم ثابت کرینگے کہ جویریہ اور صفیہ اور ماریہ قبطیہ وغیرہ لونڈیان حضرت
خاتم رسالت صلعم کی تھین اور یہ بھی قول صحیح نہین ہے کہ خدا تعالی
نے موجودہ لونڈی غلام قائم رکھے مگر آئیندہ کے واسطے کوئی حکم نازل
نہین ہوا کیونکہ یا ایہا النبی انا احللنا لک ازواجک التی اتیت
اجورھن وما ملکت یمینک مما افاء اللہ علیک
وغیرہ آیات مین صاف حکم حلال ہونے لونڈیون کا موجود ہی اور
اگر رقیت فی نفسہ ایسی قبیح تھی کہ اوسکا روا رکھنا ایک لمحہ کے واسطے
بھی بطلان مذہب کی دلیل ہوسکتی ہے اور خدا تعالے شرک کا روادار
سمجھا جاتا ہے تو ہرگز حلال کرنا ممکن نہ تھا خواہ وہ بنیہ تحفہ بھیجی ہی
کیون نہو اور یہ بھی دعوے جناب کا غلط محض ہے کہ احکام خدا کے
موجودہ لونڈی غلام کے باب مین تھی کیونکہ ہر جگہ ما ملکت ایمانکم کا تذکرہ
خلاف قاعدہ کیا ہے جسکو کچھ بھی صرف و نحو سے شعور ہوگا وہ بھی جانتا ہوگا
کہ ماضی مقام صلہ مین واقع ہے معنی مستقبل کے دیتا ہے اور اوامر و
نواہی تو ہمیشہ واسطے زمانہ مستقبل کے ہوتے ہین پس جسقدر کہ احکام
امر و نہی کے طور پر وارد ہوتے ہین وہ ابدی ہین اور ماضی بیشک
معنی مستقبل کے دیگا مبتدیون کو بھی یہ شعر یاد ہے **شعر**

جار ہا ماضی بباید معنیش مستقبلہ لیک شرط و ہم جزا و نہم دعا و ہم صلہ

لامحالہ جسقدر آیات مین ماضی مراد لیکر مخاطب نے علم سے جواب دیا ہے
خود باطل ہوگیا اور یہ فرمانا اونکا غلط ہے کہ لفظ ما ملکت جو ان
آیتون مین آیا ہے اور یہ لفظ ماضی کا ہے ملکیت مستقبلہ پر دلالت
نہین کرتا چنانچہ آیہ فان خفتم ان لا تعدلوا فواحدۃ او ما ملکت ایمانکم
مین معنی مستقبل مراد ہونے سے انکار کیا ہے حالانکہ وہ تمام حکم

صیغۂ امر کے ساتہ ہے جو زمانۂ آئندہ پر بخوبی دلالت کرتا ہے مخفی نرہو
کہ اگر جناب مخاطب کی تفسیر صحیح ٹھہرے تو آیۃ کے یہ معنی ہونگے
کہ اے مسلمانون اگر متعدد جورو کرنے مین تمکو خوف ہو کہ تم عدل
نکرسکوگے تو قیامت تک یہی حکم ہے کہ ایک زوجہ نکاحی رکھو اور
موجودہ لونڈیان اپنی مباشرت کے واسطے رہنے دو غور کرنا چاہیے
کہ حکم دوامی واسطے ہر مسلمان کے ہے اور لونڈیان موجودہ تا قیامت
زندہ نہین رہ سکتین پھر بعد مرنے لونڈیون کے کوئی حکم ہر مسلمان کی
واسطے باقی نہین رہتا ہے کہ جب متعدد زوجات مین عدل نکرسکے
اور ایک نکاح اوسکو کافی نہو تو وہ کیا کرے اور کسواسطے زمانۂ ماضی
کے مسلمان اور زمانۂ مستقبل کے مسلمانون کا حکم واحد نہ ہے اب
اور تماشا دیکھیے کہ حضرت مخاطب نے لونڈیون کو بھی بلا نکاح حلال
نہین ٹھہرایا ہے بلکہ آیۃ کا یہ حکم بنایا ہے کہ لونڈیون سے نکاح کرلو
حالانکہ اونکی تفسیر بالرای محض غلط ہے کیونکہ جب لونڈی کو آزاد
کرکے نکاح کیا جائیگا تو وہ بھی مثل دیگر ازواج کے ہوجائیگی اور عدل کرنا
ضرور ہوگا تو جس خوف سے وہ نکاح تجویز ہوا تھا بدستور قائم رہیگا
ورنہ یہ لازم آتا ہے کہ باوجود زوجۂ نکاحی ہونے کے بھی عدل کا امتناع
ہوگیا حالانکہ کوئی ذی علم ایسا گمان بھی نہین کرسکتا ہے لامحالہ اصلی
معنی آیت کے وہی قرار پاوینگے جو مفسرین نے لکھے ہین یعنے
اگر متعدد زوجات مین عدل نکرسکو تو لونڈیون کے ساتہ مباشرت
حلال ہے اور اون مین عدل کی ضرورت نہین اور خوف کا علاج
ہوجاتا ہے کیونکہ لونڈیان زوجات کے برابر نہین ہوتی ہین چنانچہ
تفسیر کشاف مین ہے او ما ملکت ایمانکم سوّی فی السھولۃ
والیسر بین الحرۃ الواحدۃ وبین الاماء من غیر حصر ولا توقیت عدد

ولعمری انہن اقل تبعۃ واقصر شغبا واخف مؤنۃ من
المہائر لا علیک اکثرت منہن ام اقللت عدلت بینہن فی القسم
او لم تعدل عزلت عنہن ام لم تعزل وقرأ ابی عیلۃ من ملکت فی ذلک اشارۃ
الی اختیار الواحدۃ والتسری انتہی بلفظہ قولہ آیۃ دوم والمحصنٰت من النساء الا ما ملکت ایمانکم
اس آیۃ کی تفسیر مین امام رازی نے لفظ احصان کے چار معنی لکھے ہین
حریت عفت اسلام ذات الازواج سو اس مقام پر ہم معنے
حریت کے اختیار کرتے ہین نہ عفت و اسلام و ذات الازواج کے
کیونکہ ذات الازواج مراد ہونے کی کوئی دلیل عقلی یا نقلی مفسرین کے
پاس نہین ہے جسکو خدا نے ضلالت تقلید سے بچایا ہوگا او خدا
کے کلام کو اوس ادب سے دیکھیگا جسکا وہ مستحق ہے تو یقین کریگا
کہ لڑائی کی قیدیون سے یہ آیۃ متعلق نہین ہے پس لفظ متعدد المعنی سے
ایک معنی معین ایک مسئلہ عظیمہ کے اخذ کرنے کو مقرر کرنے کے لیے
کوئی دلیل عقلی یا نقلی چاہیے سو امام رازی کے پانچ قیاس کے
نہ کوئی دلیل عقلی ہے نہ نقلی اور جہان یہ لفظ آیا ہے آزاد عورتین ہی
مراد لی گئی ہین انتہی محصلاً **اقول** کاش جو نصیحت امام رازی رح کو
آپ کر رہے ہین اوسپر خود عمل کرتے اور بمقابلہ نصوص قطعیہ کے مجرد وہم
و گمان سے حلال کو حرام نہ ٹھہراتے ہمکو کمال تعجب ہے کہ تفسیر
کبیر مین دلیل عقلی و نقلی واسطے اختیار کرنے معنی ذات الازواج کے
صاف و صریح موجود ہے اگر آپ نقل نکرین یا عبارت تفسیر کے معنی
نہ سمجھین تو امام رازی رح کا کیا قصور ہے خیر اب ہم وہ عبارت تفسیر کبیر
کی لکھے دیتے ہین جسمین دلیل عقلی بیان ہوئی ہے وهی هذه الدلیل
علی ان المراد ذلک ان الله تعالی عطف المحصنٰت علی المحرمات فلا بد ان یکون
الاحصان سببا للحرمة ومعلوم ان الحریة والعفاف والاسلام لا تاثیر له فی ذلک فذ

فوجب ان یکون المراد منہ المزوجۃ لان کون المرأۃ ذات زوج لہ تاثیر فی کونہا محرمۃ
علی الغیر بلفظہ یعنے سبب حرمت کا آیۃ مین صرف احصان ہی اور اوسکی تین معنے
حریت اسلام عفت ایسی ہین کہ وہ مانع زوجیت فی نفسہ نہین ہوسکتی کیونکہ آزاد عورت
یا مسلمان عورت یا عفیفہ عورت کا کسی کے ساتہ نکاح ہونا منع نہین ہے
لامحالہ معنی چہارم متعین ہونگے وہ کیا ہین ذات الازواج ہوتا کیونکہ
شوہر کا موجود ہونا مانع ہے واسطے اختیار کرنے دوسرے شوہر کے
پس معنی ذات الازواج کے والمحصنات مین متعین ہو جائین گو فقط
جناب عالی غور فرمائیے کہ اس سے زیادہ کیا عمدہ دلیل ہوگی باقی رہی
دلیل نقلی سو جسطرح اور جگہ آیات قرآنی کا نشان دیا ہے یہان بھی
دیا ہے چنانچہ عبارت دلیل نقلی کی یہ ہے ومن رابعہا کون المرأۃ ذات
زوج یقال امرأۃ محصنۃ اذا کانت ذات زوج وقولہ والمحصنات
من النساء الا ما ملکت ایمانکم یعنے ذوات الازواج بلفظہ
اب تو سوا اسکے کچہ چارہ نہین ہے کہ آپ اپنی غلط بیانی پر افسوس
کرین مجکو خیال ہوتا ہے کہ جناب مخاطب جب سخت مجبور ہونگے تو
امام رازی کی تکذیب پر آمادہ ہو کر فرمائینگے کہ کسی حدیث سے
ثبوت اس بات کا نہین ہے کہ ذات الازواج مراد ہین تو مجرد قول امام
رازی کا ہم نہین مانتے لہذا مین حضرت مخاطب کا بخوبی اطمینان
کیے دیتا ہون اور حدیث بھی پیش کرتا ہون تاکہ پھر سر اوٹھانے کو
جگہ نرہے صحیح ترمذی مین ہے عن[۵۷] ابی سعید الخدری قال اصبنا
سبایا یوم اوطاس ولہن ازواج فی قومہن فذکروا ذلک
لرسول اللہ صلعم فنزلت والمحصنات من النساء الا ما ملکت
ایمانکم ہذا حدیث حسن ہکذا رواہ الثوری عن عثمان البتی عن
ابی الخلیل عن ابی سعید وابو الخلیل اسمہ صالح ابن ابی مریم وروی

۵۷ یعنے ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ ہم لوگون نے بہت عورتین پکڑین اور وہ لونڈیان اوطاس کی اور اونکی قوم مین اونکے ازواج بھی تھے لوگون نے آنحضرت صلعم سے عرض کیا تب یہ آیت والمحصنات نازل ہوئی ۱۲

همام هذا الحديث عن قتادة عن صالح ابی الخلیل عن ابی علقمة
الهاشمی عن ابی سعید عن النبی صلعم نحوه ثنا ابن الدی عبد بن حمید نا
حبان بن هلال نا همام بلفظه اور سنن ابو داود میں ہے باب فی وطی السبایا حدثنا
عبید الله بن عمر بن میسرة نا یزید بن زریع نا سعید عن قتادة عن صالح
ابی الخلیل عن ابی علقمة الهاشمی عن ابی سعید الخدری ان رسول صلعم
بعث یوم حنین بعثا الی اوطاس فلقوا عدوهم فقاتلوهم فظهروا علیهم
واصابوا لهم سبایا فکان اناسا من اصحاب رسول الله صلعم تحرجوا
من غشیانهن من اجل ازواجهن من المشرکین فانزل الله تعالیٰ
فی ذلک والمحصنات من النساء الا ما ملکت ایمانکم ای فهن لهم حلال
اذا انقضت عدتهن انتہی بلفظہ اور صحیح نسائی میں ہے عن ابی سعید الخدری
ان نبی الله صلی الله علیه وسلم بعث جیشا الی اوطاس فلقوا عدوا
فقاتلوهم وظهروا علیهم فاصابوا علیهم سبایا لهن ازواج فی
المشرکین فکان المسلمون تحرجوا من غشیانهن فانزل الله
عز وجل والمحصنات من النساء الا ما ملکت ایمانکم ای هذا لکم
حلال اذا انقضت عدتهن بلفظہ اور موطا امام مالک میں ہے ما جاء فی الاحصان
مالک عن ابن شهاب عن سعید بن المسیب انه قال المحصنات
من النساء اولات الازواج ویرجع ذلک الی ان الله حرم الزنا
بلفظہ اور موطا امام محمد میں بھی بعینہ موجود ہے اور صحیح مسلم میں ہے حدثنی عبید الله
بن عمر بن میسرة القواریری قال نا یزید بن زریع قال نا سعید بن
ابی عروبة عن قتادة عن صالح ابی الخلیل عن ابی علقمة
الهاشمی عن ابی سعید الخدری ان رسول الله صلی الله علیه
وسلم یوم حنین بعث جیشا الی اوطاس فلقوا عدوا فقاتلوهم
فظهروا علیهم واصابوا لهم سبایا فکان ناسا من اصحاب رسول الله صلعم

تحرجوا من غشیانهن من اجل ازواجهن من المشرکین فانزل اللہ عز وجل فی ذلک
والمحصنات من النساء الا ما ملکت ایمانکم ای فهن حلال اذا انقضت عدتهن
فیہ ایضا ان ابا علقمة الهاشمی حدث ان ابا سعید الخدری حدثهم ان نبی اللہ صلعم
بعث یوم حنین سریة بمعنی حدیث یزید بن زریع غیر انه قال الا ما ملکت
ایمانکم منهن فحلال لکم ولم یذکر اذا انقضت عدتهن فیہ ایضا وحدثنیه
یحیی بن حبیب قال نا خالد یعنی ابن الحارث قال نا شعبة عن قتادة بهذا الاسناد
نحوه ایضا فیه وحدثنیه یحیی بن حبیب الحارثی قال نا خالد بن الحارث
قال نا شعبة عن قتادة عن ابی الخلیل عن ابی سعید قال اصابوا
سبایا یوم اوطاس لهن ازواج فتخوفوا فانزلت هذه الآیة والمحصنات
من النساء الا ما ملکت ایمانکم ایضا فیه وحدثنی یحیی
بن حبیب قال نا خالد یعنی ابن الحارث قال نا سعید
عن قتادة بهذا الاسناد نحوه انتهی بلفظه

احادیث موصوفہ سے ثابت ہوا کہ جب غزوہ اوطاس مین جو
بعد فتح مکہ کے سبی لونڈیاں پکڑی آئین اور اونکے ساتھ مباشرت
کرنے مین صحابہ کو یہ شک ہوا کہ اونکے شوہر موجود تھے تو یہ آیت نازل
ہوئی کہ ذوات الازواج عورتیں حرام ہین مگر لونڈیاں شوہردار حرام
نہین ہین اب توکچھ شک نہ رہا کہ ذوات الازواج کی تفسیر صحیح اور
مدلل باحادیث صحیحہ ہے **فائدہ جلیلہ** اگر غور کیا جاوے تو
اب تمام رسالہ تبریۃ الاسلام کا جواب شافی تمام ہوچکا اور ضرورت زیادہ
بحث کی باقی رہی کیونکہ بڑا اہتمام مخاطب عالی مراتب نے اسی امر مین
کیا تھا کہ جسطرح بن پڑے آیۃ متعہ وغیرہ کا نزول ۸ھ ہجری زمانہ فتح
مکہ مین قائم کرکے کہدیا جاوے کہ وہ سب سے اخیر آیت ہے لہذا
تمام آیات سابقہ کی ناسخ ہے مگر خدا کے فضل سے خاکسار نے

یعنی ابو سعید سے روایت ہے کہ کہا اونہون نے ملین اہل اسلام کو لونڈیاں اوطاس کے دن اور اونکے شوہر موجود تھے پس لوگون نے خوف کیا تب آیت والمحصنات من النساء الا ما ملکت ایمانکم نازل ہوئی ۱۲

احادیث صحاح ستہ سے ثابت کردیا کہ بعد فتح مکہ کے استرقاق اس
زور شور سے جائز اور حلال کیا گیا کہ خاص آیۃ قرآنی نازل ہوئی اور
شوہردار لونڈیان بھی حلال کی گئین اب اگر تبرعاً بفرض محال قول
جناب مخاطب کا ہی مان لیا جاسے کہ آیۃ منّ و فداً شئہ مین زمانہ
فتح مکہ مین نازل ہوئی تو بھی آیۃ ثانیہ والمحصنات من النساء الا ما ملکت ایمانکم
سے منسوخ ہوگئی اسکو سارا طلسم بنایا ہوا حضرت مخاطب کا ٹوٹ گیا
اور خدا کی طرف سے مُہر اونکے منہ کے واسطے پہونچ گئی اسکے بعد
اونکو یہی کہنا پڑیگا کہ ہمکو صحاح ستہ کی کوئی حدیث پسند نہین ہے
اہل یوروپ نیچریون کی تقلید سب پر غالب ہے کوئی حدیث
نہ مانین گے اپنی ہی کہے جائینگے خود رسول صلعم بھی معنی قرآن
کے معاذ اللہ نہ سمجھے نہ کوئی صحابی سمجھتے تھے جناب اپنی عقل سے
زمانہ نزول آیۃ سورہ محمد کا جو فرماوین وہی وحی آسمانی ٹھہرے
تسپر ہمارے اکابر کو ضلالت وغیرہ الفاظ سے یاد کرتے ہین اور
حدیث من فسر القران برائه فليتبوء مقعده من النار سے نہین ڈرتے فائدہ
احادیث مذکورہ سے یہ بھی ثابت ہوا کہ بدون انقضاے عدت کے
وطے سات لونڈیون کے جائز نہین ہے اور مؤید ہمارے قول کی یہ
حدیث سنن ابی داؤد کی انه قال فی سبایا اوطاس لا توطأ حامل
حتے تضع ولا غير ذات حمل حتى تحيض حيضة انتہی بلفظہ
پس معلوم ہوا کہ حاملہ جب تک وضع حمل نکرلے اور غیر حاملہ کی جب تک
مدت حیض کی نگذرے وطی جائز نہین ہے تو باوجود اسقدر احتیاط
کے بھی حرکت بہائم نام رکھنا کسقدر بیباکی ہے جس شخص کو خدا نے
ضلالت تقلید فلاسفہ سے اندھا نکردیا ہوگا اور خدا اور رسول کے
کلام کو بے ادبی اور خودرائی سے نہ دیکھتا ہوگا ہرگز حلال کو حرام نکہیگا

فافہم **قولہ** تفسیر کبیر مین بھی اس بات کو تسلیم کیا ہے کہ جسطرح اور جگہ
اس لفظ کے معنے آزاد عورتون کے ہین اسیطرح اس جگہ بھی آزاد عورتین
مراد ہین چنانچہ اوسمین لکھا ہے ان المراد ههنا بالمحصنات
الحرائر والدليل عليه قوله تعالى بعد هذه الاية ومن لم يستطع
منكم طولا ان ينكح المحصنات المومنات فمن ما ملكت ايمانكم ذكر ههنا
المحصنات ثم قال بعده ومن لم يستطع منكم طولا ان ينكح المحصنات
كان المراد بالمحصنات ههنا ما هو المراد هناك ثم المراد من المحصنات
هناك الحرائر فكذا ههنا چنانچہ تفسیر کبیر مین کہا ہے الاول المراد منه العدد
الذي جعله الله ملكا لكم وهو الاربع الخ مختصرا
اقول اسمقام کے اردو ترجمہ مین علاوہ سخت کلامی وبدزبانی کے
حضرت مخاطب نے اپنی طرف سے وہ عبارتین بڑھا دی ہین جو
اصل عبارت تفسیر کبیر مین نہین ہین اور عبارت تفسیر کبیر مین بھی
تحریف کی ہے اوپر کی عبارت اوڑا دی ہے اور ترجمہ مین جو یہ لکھا ہے
کہ یہی ٹھیک تفسیر ہے خدا کے کلام الا ما ملکت ایمانکم کی
کسی جملہ تفسیر کبیر کا ترجمہ نہین ہے اور خود بدولت نے جو ارشاد
فرمایا ہے کہ رقیت مستقبلہ ثابت نہین ہوتی یا ذوات الازواج
مراد ہونا صحیح نہین ہے اس قابل نہ تھا کہ اوسکے جواب مین ہم زیادہ
بحث کرین کیونکہ احادیث صحیحہ سے ہم ثابت کر چکے کہ ذوات الازواج
مراد ہین تو بطور احتمالات کے جیساکہ داب تفسیر کبیر کا ہے ذکر کرنا
دوسرے معنی کا بھی اگر صحیح مان لیا جاوے مفید مدعا نہین ہے
تعجب ہے کہ دعوی حضرت مخاطب کا اسی رسالہ مین یہ تھا کہ ہم کسی
عالم کی تقلید نہ کرینگے کتاب وسنت سے اپنی تفسیر کو ثابت کرینگے
مگر پہلی بسم اللہ دعوے باطل ہوگیا احادیث صحیحہ کو چھوڑ کر خود ہی احتمالات

سبینۂ علما پر الزام دینے لگے اور تقلید کی ظلمت و ضلالت اختیار کی گئی
اب خاکسار عرض کرتا ہے کہ تفسیر کبیر کی پوری عبارت ہرگز آپکے دعوی پر
برہان نہین ہوسکتی نہ اوسکا وہ مطلب معلوم ہوتا ہے جو کہ آپ نے
بیان فرمایا ہے بلکہ تمام عبارت تفسیر کبیر کا دو آیتون کے معنی ملا کر
یہ مقصود ہے کہ امام صاحب نے والمحصنات کی تفسیر مین دو قول لکھے ہین
اول ذوات الازواج اور اونکا حلال ہونا بوجہ رقیت کے **دوسرا**
حرائر اور اونکی حلت بوجہ نکاح کے اور اول کو مختار قرار دیا ہے اور
اوسپر یہ دلیل لائے ہین کہ جو معنی آیۃ ثانیہ یعنے والذین ہم
لفروجہم حافظون الا علی ازواجہم او ما ملکت ایمانہم
مین مراد ہین وہی اس جگہ مراد ہین ابتو صرف اسیقدر دیکھنا
کافی ہے کہ آیۃ ثانیہ کی تفسیر مین امام صاحب نے یہی لکھا ہے
جو ہم بیان کرتے ہین یا وہ لکھا ہے جو جناب والا کا قول ہے
کیونکہ تناقض کلام مین امام رازی کے نہوگا نہ یہ ہوسکتا ہے کہ
ایک ہی آیۃ کی تفسیر مختلف دو جگہ بیان کرتے پس مجکو ضرور ہوا کہ
پہلے آیۃ ثانیہ کی تفسیر نقل کردون تاکہ اصلی مقصود امام رازی کا متعین
ہوجاے چنانچہ عبارت اونکی یہ ہے السوال الثانی ہلا قیل[1]
من ملکت الجواب لانہ اجتمع فی السریۃ وصفان احدہما
الانوثۃ وہی مظنۃ نقصان العقل والاخر کونہا مما تباع
وتشتری کسائر السلع فلاجتماع ہذین الوصفین فیہا جعلت
کانہا لیست من العقلاء بلفظہ یعنے ما ملکت ارشاد ہوا
اور من ملکت نفرمایا اسکی یہ وجہ ہے کہ لونڈیون مین دو وصف
جمع ہین **اول** انوثت جو نقصان عقل چاہتی ہے **دوسرے**
وہ مثل اور اجناس کے بیع و شرے کی جاتی ہین تو گویا ذوی العقول سے

[1] یعنے سوال دوسرا یہ ہے کہ کیون کہا گیا من ملکت جواب اسکا یہ ہے کہ لونڈی مین دو وصف جمع ہین ایک انوثیہ اور یہ باعث سے نقصان عقل کا شبہ ہوتا ہے اور دوسرا یہ کہ وہ مثل اور اسباب کے خرید فروخت مین آتی ہے تو بوجہ ان دونون صفتون کے غیر ذوی العقول سے شمار کیا گیا ۱۲

نہین ہین لہذا حرف من کا جو ذوی العقول کے واسطے ہے لانا
ضرور نہوا بلکہ حرف ما مستعمل ہونا درست ہے اس عبارت سے
صاف ظاہر ہے کہ لونڈیان مراد ہین جو بیع و شرے کی جاتی ہین
علاوہ اسکے کہ لفظ ازواجہم مین چار عورتین جو حلال ہین خود داخل
ہین پھر او ما ملکت ایمانہم سے اگر بقول مخاطب کے چار عدد مراد ہون
تو معنی آیت کے بگڑ جائینگے یعنے یہ معنی ہوجائینگے کہ حلال ہے
وطی کرنا ساتھ بے انتہا زوجات کے یا چار عورتون کے کوئی ذی علم
ایسی مراد آیت کی قبول نہین کریگا پھر کیونکر امام رازی اوسکو
اختیار کرتے تنبیہ جناب مخاطب نے او ما ملکت ایمانہم کے ترجمہ مین حرف اوکا
ترجمہ یا لکھا ہے اب اونکو گنجائش نہین رہی ہے کہ دوسری طرح تاویل اوس
حرف کی کر سکین فتدبر الحاصل جب ہم ثابت کر چکے کہ جس آیت کو اپنے
دعوے پر امام رازی نے بطور دلیل کے لکھا تھا وہان مراد لونڈیان
ہین نہ عدد ازواج کا تو ضرور ہے کہ عبارت تفسیر والمحصنات
مین بھی امام صاحب کی مراد خلاف اوسکے نہوگی ورنہ لازم
آتا ہے کہ دعوے کچھ ہو دلیل کچھ ہو پس متعین ہوگیا کہ شروع
تفسیر آیہ مین جو دو شق امام نے اختیار کیے ہین اول ذوات الازواج
ثانی حرائر او نہین دونون شقون مین سے اول کو مختار
قرار دیا ہے حضرت مخاطب نے شق ثانی کے فروع مین سے
اول و ثانی دیکھکر اوسکے اول کو مختار قرار دے دیا حالانکہ
تفسیر کبیر کا داب تحریر یہ ہے کہ ایک ایک شق مین
دور دور تک احتمالات کثیرہ لکھتے چلے جاتے ہین
اور جب تک اوپر سے ملاکر تمام عبارت نہ پڑھی جاے
مطلب سمجھ مین نہین آتا ہے اور احتمالات مین بھی بعض جگہ

بحث ختم نہین کرتے اور قول فیصل نہین لکھتے ہین مگر یہان فھذا الاول
فی تفسیر قوله الا ما ملکت ایمانکم وهو المختار ویدل علیه قوله تعالی
والذین هم لفروجهم حافظون الا علی ازواجهم او ما ملکت
ایمانهم جعل الله ملک الیمین عبارة من ثبوت الملک فیها
فوجب ان یکون ههنا مفسرا بذلک الخ
ایسا صاف کلام ہے جسکے معنے وہ ہی ہین کہ جو مراد دوسری آیۃ مین
ہے وہی یہان مراد ہے اور دوسری آیۃ مین رقیت مراد ہے یہان بھی
رقیت مراد ہے جو ذوات الازواج کی حرمت سے مستثنے ہوئی ہے
اب ہم وہ عبارت تفسیر کبیر کی لکھتے ہین جو مخاطب نے چھوڑ دی ہے
اور وہ اول جسپر اشارہ ہے اوسی عبارت متروکہ مین ملیگا وهی هذا المسئلة الرابعة

فی قوله والمحصنات من النساء قولان احدهما المراد منها ذوات الازواج
وعلی هذا التقدیر ففی قوله الا ما ملکت ایمانکم وجهان الاول ان
المرأة اذا کانت فی ان تزوج حرمت علی غیره وجها الا اذا صارت ملکا
للانسان فانها تحل للمالک الثانی ان المراد بملک الیمین ههنا
ملک النکاح والمعنی ان ذوات الازواج حرام علیکم الا اذا
ملکتموهن بنکاح جدید بعد وقوع البینونة بینهن وبین ازواجهن
والمقصود من هذا الکلام الزجر عن الزنا والمنع من وطیهن الا
بنکاح جدید او بملک یمین انکانت المرأة مملوکة وعبر عنهن فی ذلک
بملک الیمین لان ملک الیمین حاصل فی النکاح وفی الملک القول الثانی
ان المراد ههنا بالمحصنات الحرائر والدلیل علیه قوله تعالی
بعد هذه الایة ومن لم یستطع منکم طولا ان ینکح المحصنات
المومنات فمن ما ملکت ایمانکم ذکرههنا المحصنات
ثم قال بعدهن لم یستطع منکم طولا ان ینکح المحصنات کان المراد
بالمحصنات ههنا ما هو المراد هناک ثم المراد من المحصنات هناک الحرائر فکذا ههنا
وعلی هذا التقدیر ففی قوله الا ما ملکت ایمانکم وجهان الاول المراد منه
العدد الذی جعله الله ملکا لکم وهو الاربع فصار التقدیر حرمت علیکم
الحرائر الا العدد الذی جعله الله ملکا لکم وهو الاربع الثانی الحرائر
محرمات علیکم الا ما اثبت الله لکم ملکا علیهن وذلک عند حضور الولی
والشهود وسائر الشرائط المعتبرة فی الشریعة فهذا الاول فی تفسیر قوله الا
ملکت ایمانکم هو المختار ویدل علیه قوله تعالی والذین هم لفروجهم حافظون
الا علی ازواجهم او ما ملکت ایمانهم جعل ملک الیمین عبارة عن ثبوت
الملک فیها فوجب ان یکون ههنا مفسرا بذلک لان تفسیر کلام الله بکلام الله
اقرب الطریق الی الصدق والصواب والله اعلم انتہی بلفظہ

سحان الله

سبحان اللہ جناب مخاطب نے اوپر کی عبارت تو اوڑا ہی دی تھی وسط عبارت مین بھی القول الثانی کا لفظ حذف کیا تاکہ کوئی قول اول اوس سے پہلے کا معلوم ہونے پاوے جسکی طرف اشارہ ہے اور ایک جملہ کا جملہ وعلے ہذا التقدیر ففی قولہ الا ماملکت ایمانکم وجہان نوش جان فرمایا جسقدر عبارتون سے قول اول شروع تفسیر کا اشارہ نکلتا تھا اوسسے خوب ہی بچ کر نکل گئے اور ترجمہ بھی غلط خود لکھدیا واہ کیا کہنا ہے اور اگر پھر بھی آپ نہ مانین اور یہی فرمائیے کہ مختار امام رازی کا وہ ہی قول ہے جو ہمنے سمجھا ہے تو خاکسار تقسم ہی ختم کرتا ہے اور امام صاحب کی اسی آیۃ کے متعلق بقیہ عبارت جو آپ نے چھوڑ دی ہے لکھ دیتا ہے تاکہ معلوم ہو جاوے کہ امام رازی چونکہ شافعی مذہب ہین ذوات الازواج ہونے سے اپنے مذہب مختار کو مدلل کر رہے ہین چنانچہ فرماتے ہین حجۃ الشافعی ان قولہ والمحصنات من النساء یقتضی تحریم ذات الازواج ثم قولہ الا ماملکت ایمانکم یقتضی ان عند حصول الملک ترتفع الحرمۃ ویحصل الحل بلفظہ یعنی امام شافعی کی یہ حجت ہے کہ والمحصنات من النساء سے ذوات الازواج کی حرمت نکلتی ہے مگر الا ماملکت ایمانکم سے بسبب ملک ہو جانیکے حرمت جاتی رہتی ہے لامحالہ ذوات الازواج مراد ہونا قابل انکار نہین

فائدہ امام رازی نے جو احتمال معنی حرائر کا لکھا ہے وہ قرات شاذ والمحصنات بالکسر کے لحاظ سے لکھا ہے مگر بالفتح جو قرات متواترہ ہے محصنات سے مراد ذوات الازواج ہی لکھی ہے چنانچہ فرماتے ہین دوسری آیت ومن لم یستطع منکم طولا ان ینکح المحصنات الخ کی تفسیر مین قرأ الکسائی المحصنات بکسر الصاد الخ قولہ والباقون بالفتح

اور ملت آیا ہے ۵۴ یعنی اور جو کوئی نہ ہو تم مین مقدور اسکا کہ بیاہ مین لاوے بیبیان محصنات تو جو ہاتھ کا مال ہے تمہاری لونڈیان مسلمان ۱۲

فالفتح معناہ ذوات الازواج والکسر معناہ العفاف والحرائر واللہ اعلم

اور چونکہ آیۃ ثانیہ کا حوالہ والمحصنات من النساء الا ما ملکت ایمانکم مین
بھی دیا ہے تو یہ اشارہ ہے اوسی قرات بالکسر کی طرف فافہم جناب
مخاطب نے جو یہ فرمایا ہے کہ اگر ما ملکت ایمانکم سے لونڈیان ہی مراد
لی جاوین تو بھی آیۃ کے معنے یہ ہونگے کہ تمپر آزاد عورتین حرام
ہوئی ہین مگر وہ عورتین جو پہلے آزاد تھین مگر اب تمھاری لونڈیان ہو چکی ہین
خاکسار عرض کرتا ہے کہ وہ آزاد عورتین اگر قبل استرقاق کے کافرات
تھین اور بوجہ رقیت کے حلال ہوگئین تب تو ہمارا مطلب حاصل ہے
نہ آپ کا اور اگر مسلمان آزاد عورتین مراد ہے تو وہ لونڈیان کسطرح
نہین ہوسکتی تھین آپ کی تفسیر سے کچھ فائدہ آپ کو حاصل نہوگا تنبیہ
اگر ہم بھی تسلیم کرلین کہ آزاد عورتین مراد ہین تب بھی احتمال معنی ثانی کا
باقی رہتا ہی جو آپ کی مذاق کو بگاڑتا ہے یعنے عدد مراد لینا آپ کی نزدیک غلط نہین ہے
چنانچہ آیۃ الا علی ازواجہم او ما ملکت ایمانہم مین خوشی سے آپ نے مراد لی ہی ہم بھی کہ سکتے ہین
کہ والمحصنات من النساء الا ما ملکت ایمانکم کے یہ معنی ہین کہ حرام ہین حرائر چار سے زیادہ
مگر لونڈیان عدد مذکور مین داخل نہین ہین چار سے زیادہ بھی حلال ہین فرمائیے اب
تفسیر جناب کی کہان جاویگی اور کس کام آئیگی فتدبر **قولہ** آیۃ سوم ومن لم یستطع
منکم طولا ان ینکح المحصنات المومنات فمن ما ملکت ایمانکم من فتیاتکم المومنات
یعنے اور جو کوئی تم مین سے بخوبی مقدور نرکھتا ہو کہ مسلمان آزاد عورتون سے نکاح کرے تو
جو عورتین تمھارے ہاتھون کی ملک ہو چکی ہین اونمین سے جو مسلمان چھوکریان ہین
اونسے نکاح کرے بلفظہ **اقول** آپ نے عجیب عبارت معنی آیۃ مین لکھی ہے
جسکا صاف مطلب نہین معلوم ہوتا اگر یہ مراد ہے کہ آزاد مسلمان
عورتون سے نکاح کرنیکا مقدور نہو تو جہاد کی لونڈیون سے جو مسلمان
ہوگئی ہون نکاح کرلیا کرو کیونکہ اونکا مہر بھی کم ہوسکتا ہے تب تو

حلت استرقاق کی لازم آئے گی اور آپ کا مطلب فوت ہو جائیگا کیونکہ
یہ حکم عام ہے واسطے دوام کے اور امر ہمیشہ واسطے مستقبل کے
ہوتا ہے تو استرقاق کا حکم بھی دوامی ٹھہرے گا اور بدون جواز استرقاق
کے میسر آنا لونڈیون کا بطور ملک یمین کے اور پھر اونکا مسلمان ہونا اور
کسی مسلمان کا اون سے نکاح کرلینا آیندہ کے واسطے محال ہو جائے گا
لامحالہ معنے مستقبل اختیار کرنے پڑینگے اور یہ کسیطرح قرین عقل نہین ہے
کہ بعد انقطاع زمانہ نزول آیت کے جب لونڈیان موجودہ مر جاوین اور
آیندہ رقیت حرام کیجاسے تو مفلس مسلمانون کے واسطے آیت مین
کوئی حکم ہی باقی نرہے اور وہ حکم مخصوص اوسی زمانہ کے مسلمانون کے
واسطے رہ جاسے حالانکہ تخصیص کا کوئی لفظ مذکور نہین ہے اور
تاقیامت جو مسلمان مفلس ہون وہ اوس تسہیل سے محروم کیے جاوین یا
جنکے واسطے آیت نازل ہوئی ہے لامحالہ آپ کی سب بحث بیکار ہو جائیگی
اور اگر یہ مراد ہے کہ لفظ ملک سے ملک نکاح سمجھنی چاہیے اور آزاد
مسلمان عورتین مقصود ہین تب تو آیۃ کے یہ معنی ٹھہرینگے کہ جو مسلمان
مفلس ہو وہ اون آزاد عورتون مین سے جو بسبب ملک نکاح کی اوسکی
زوجیت مین ہون کسیکو زوجیت مین لے آوے یا یون کہو کہ جو مسلمان
مفلس آزاد عورت مسلمان سے نکاح نکر سکے تو کم سن آزاد عورت مسلمان
سے نکاح کرے بہرکیف کوئی ذی علم ایسی واہیات بات زبان سے نہین
نکال سکتا فکیف تفسیر اب ہم معنے آیت کے موطا امام مالک سے
بیان کرتے ہین قال مالک لایحل نکاح امۃ یہودیۃ ولا نصرانیۃ لان
اللہ تبارک وتعالی یقول فی کتابہ والمحصنات من المومنات والمحصنات
من الذین اوتوا الکتاب من قبلکم فہن الحرائر من الیہودیات والنصرانیات و
قال تعالی ومن لم یستطع منکم طولا ان ینکح المحصنات المومنات

فمن ما ملکت ایمانکم من فتیاتکم المومنات یعنی الاماء المومنات
انتہی بلفظہ ابتو کچہ شک نرہا کہ آیت مبحوث عنہا مین الاماء المومنات
یعنے لونڈیان مومنات مراد ہین لامحالہ خیالات بے اصل مخاطب
کے مقابلہ مین ہمکو موطا امام مالک بہت ترجیح کے لائق معلوم ہوتی ہے
اور ضرورت نہین رہی کہ مفسرین کے اقوال بھی نقل کیے جاوین
کما لایخفی **قولہ** آیت چہارم و پنجم و ششم و ہفتم و ہشتم و نہم و دہم و یازدہم
مین ما ملکت کا ترجمہ ہے مالک ہو چکے رقیت مستقبلہ نہین نکلتی **اقول**
سب آیتون کے احکام امر و نہی مین نازل ہوے ہین اور ماضی بمقام
صلہ مین واقع ہے اور بسبب امر و نہی کے جو ہمیشہ واسطے مستقبل
ہوتا ہے احکام ابدی ہے کے ساتہ معنے مستقبل ما ملکت ایمانکم کے لیئے
ضروری ہین خلاف محاورہ عرب کے جو معنے جناب نے اختیار کیے ہین
قطعیت اوسکی محتاج برہان ہے وانی لکم ذلک **قولہ** آیۃ دوازدہم
یا ایہا النبی انا احللنا لک ازواجک التی اتیت اجورہن وما ملکت
یمینک مما افاء اللہ علیک اللہ صاحب نے سورۂ احزاب مین
فرمایا ہے کہ اے نبی ہمنے حلال کین تیرے لیے تیری جوروین
جنکا مہر تو دے چکا ہے اور جو تیرے ہاتھون کی ملک ہو چکی ہین
اون مین سے جنکو اللہ نے تجکو دیا ہے یہ وہ آیۃ ہے جسمین احکام
ازدواج مطہرات کے مذکور ہین اور اسکے بعد کی آیۃ مین آنحضرت صلعم کو
اسکے بعد اور کسی عورت سے ازدواج کرنے سے امتناع آیا ہے
اور اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جناب رسول خدا صلعم کے ازدواج
کی کوئی احکام خاص نہ تھے بلکہ جسطرح کہ عرب مین ازدواج کا دستور تھا
اوسیطرح پر ازدواج ہوا تھا البتہ متبنے کی زوجہ کے بعد طلاق حرام ہونیکی
نسبت احکام صادر ہوے تھے الی قولہ قبل نزول اس آیت کی متوقس

مصر کے بادشاہ نے دو لونڈیان ایک ماریہ قبطیہ دوسری سیرین بطور
تحفہ کے بھیجی تھین اونمین سے ماریہ قبطیہ بموجب رسم عرب کی حضرت
کے تصرف مین تھین اسطرح پر تحفہ آنے تو عربی مین فی کہتے ہین
اس تصرف کو بھی خدا نے درست رکھا مگر اسکے بعد مطلقا ازدواج کو
منع کر دیا پس رقیت مستقبلہ کا ثبوت نہین ہوتا اور بعضے لوگ جو افاء کی
معنی غنیمت کہتے ہین غلط ہے کیونکہ لڑائی کی قیدیون کے واسطے
آیۃ عمین دفعہ نازل ہوئی ہے کا فر بغیر لڑائی کے جو کچھ دین وہ ہی فی ہی
کبھی کبھی مجازاً غنیمت کے مال کو بھی فی کہتے ہین اور ملکت و فاء دونون
صیغی ماضی کے ہین الخ انتہی مختصرا **اقول** جناب مخاطب نے اس آیۃ کی
تفسیر مین عجب تصرفات کیے ہین اور خیالات بے اصل اس قسم کی لکھی ہین
کہ علما کو حیرت پیدا ہوتی ہے اور جرأت دلیبا کی پر افسوس آتا ہے
اولاً معنی آیۃ کے وہ بیان کیے ہین جس سے ثابت کرتے ہین کہ قبل
نزول آیۃ انا احللنا لک الخ سے نکاح حضرت صلعم کا ازواج طاہرات سے
ساتھ ہلال ہین ہو چکا تھا محض رسمی نکاح کر لیا تھا جو محتاج حلت تھا
رہو گیا تھا **دوم** ماریہ قبطیہ حضرت کے تصرف مین مطابق رسم ایام
جاہلیت کے تھین جسکو شروع تبریۃ الاسلام مین حرکت بہائم و خلاف
قانون فطرت و کفر و شرک و بطلان مذہب و شہوت پرستی قرار دیا ہے
لامحالہ قبل نزول آیۃ تک تمام لعن طعن کی تقریر مخاطب کی حضرت بشیر و نذیر
شارع علیہ الصلوہ والسلام پر صادق آتی ہے اور کفر و ارتداد تک پہنچاتی ہے
نعوذ باللہ منہ **سوم** شروع تبریۃ الاسلام مین اور متعدد تقریرون مین
جناب والا لکھ چکے ہین کہ اگر استرقاق کو خدا تعالے جائز رکھے تو گویا
شرک کا روادار ہوگا اور اگر ایسا حکم مذہب اسلام مین ایک لمحہ کیواسطے
بھی جائز رکھا جاسکے تو واسطے بطلان مذہب کے کافی ہے اور حیرت

ورقیت آپس مین نقیضین ہین اور رقیت خلاف نیچر ہے خدا کا قول
اور اوسکا فعل مطابق ہونا چاہیے ورنہ قرآن شریف جو اوسکا
قول ہے بسبب مخالفت فعل کے باطل ہوجائیگا اب مین سوال کرتا ہون
کہ مقوقس بادشاہ مصر نے جو دو لونڈیان تحفہ مین بھیجدین اور حضرت خاتم
رسالت صلعم نے اونکو لے لیا اور بقول آپ کے ایک پر خود اتنکاب
اوس حرکت کا کیا جسکا نام حرکت وحشی جانور درندہ رکھہ چکے ہو تو
یہ فعل آیندہ مدت العمر کے واسطے خدا تعالے کیونکر حلال ٹھہرایا اور
کیون امتناع نفرمایا اور کسطرح مذہب اسلام موافق نیچر کے صحیح ٹھہریگا
اور کیونکر خدا تعالے اوسکو پسند کریگا اگر رسول صلعم قانون نیچر سے
بخوبی واقف نہ تھے اور مثل آپ کے پیغمبران لندن مسٹر اڈیسن
و اسٹیل کے قانون قدرت کو بخوبی نہین سمجھتے تھے تو خود بنانے والا
قانون قدرت کا ضرور دونون لونڈیون کا معاملہ خلاف نیچر جانتا ہوگا
جسکا وہ ایسا پابند سمجھا جاتا ہے کہ کبھی توڑنے کا امکان نہین ہوسکتا
چہارم فئی کے معنے تحفہ مین آنا کسی شئے کا حضور والا نے کس لغت
یا اصطلاح کی کتاب مین دیکھے ہین بندہ بھی اوسکا مشتاق ہے
ذرا عبارت کتاب کی لکھہ دیجیے اور اوسپر طرہ یہ ہے کہ بحار الانوار کی
عبارت آپ نے نقل کی مگر معنی سمجھنا نصیب اعدا رہا بحار مین تو اسیقدر
لکھا ہے الفئ ما حصل للمسلمين من اموال الكفار من غير حرب ولا جهاد
واصله الرجوع اسمین تخصیص تحفہ کی کہان سے نکلی ہم پوچھتے ہین کہ اگر لشکر اسلام
کسی قوم پر مقابلہ کے واسطے جاوے اور وہ لوگ بخوف اپنے قتل کے
اپنے اموال مسلمانون کو دیدین خواہ وہ اموال نقد و جنس ذی روح
غیر ذی روح ہون خواہ دار و عقار ہون تو اوسکو فئی کیونکر نہ کہا جائیگا
ذرا احادیث و آیات مین جی لگاکر معنے پہنایا کیجیے قیاس فی اللغۃ

جاری نفرماتے پھر مال غنیمت کا فی ہونا مجاری معنی واسطے ٹھہرایا گیا
سہم تو برابر معنی حقیقی و تخمیصہ رہے ہیں غایت الامر یوں فرماتے کہ لفظ فی
مشترک المعنی ہے نہ کہ اصلی معنے چھوڑ کر وہ معنی تحفہ بھیجنے کے تراشے
جاویں جسکا اختیار کرنا آپ کے کام آوے اب میں بعض احادیث کا
نشان دیتا ہوں جنمیں فی مال غنیمت کو فرمایا ہے ابوداؤد میں ہے
باب فی الرجل ینتفع من الغنیمة بشیٔ عن رویفع بن ثابت الانصاری
ان النبی صلعم قال من کان یومن باللہ والیوم الاخر فلا یرکب
دابة من فیٔ المسلمین حتی اذا اعجفها ردها فیه ومن کان
یومن باللہ والیوم الاخر فلا یلبس ثوبا من فیٔ المسلمین
حتی اذا اخلقه رده فیه بلفظه ایضا فیه باب فی المرأة
والعبد یحذیان من الغنیمة عن یزید بن هرمز قال کتب
نجدة الی ابن عباس یسأله کذا وکذا ذکر اشیأ وعن المملوک
الہ فی الفیٔ شیٔ الخ ایضا فیه باب فی الامام یستاثر بشیٔ من الفیٔ
لنفسه قال سمعت عمرو بن عبسة قال صلی بنا رسول اللہ صلعم
الی بعیر من المغنم فلما سلم اخذ وبرة من جنب البعیر
ثم قال ولا یحل لی من غنائمکم مثل هذا الا الخمس والخمس مردود فیکم
بلفظہ اب تو معلوم ہو گیا کہ فی کے معنی بھی حضرت نے ایجاد فرمائے ہیں
ورنہ اصل اسیقدر ہے کہ فی لفظ مشترک المعنی ہے غنیمت کے مال کو بھی
فی کہتے ہیں اور بغیر لڑائی کے جو مال کفار کا ہاتھ آجاوے اوسکو بھی فی
بولتے ہیں خواہ وہ مال خود کفار حوالہ کر دیں خواہ چھوڑ کر بھاگ جاویں
اور مسلمان اوسپر متصرف ہوں بہت صورتیں بغیر لڑائی کے مال ہاتھ
آنے کی ہوسکتی ہیں اونہیں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ کوئی اونٹنی خود
بھیجدے نہ کہ جو مال تحفہ میں آوے وہ ہی فی کہلاوے لاغیر

ششم آیۃ لایحل لک النساء کا آیۃ انا احللنا لک الآیۃ کے بعد نازل ہونا
یا اوسکے ساتھ نازل ہونا اور دونون کو چسپان کردینا اور انا احللنا
لک الخ کے اخیر کی آیات کو قلم انداز کرنا نہایت حیرت انگیز ہے حالانکہ ہم
تسلیم نہین کرتے ہین کہ لایحل لک النساء بعد آیت انا احللنا لک الخ
کے نازل ہوئی ہے سند المنع ہم پیش کرتے ہین اپنی دلیل آپ پیش کیجیے ورنہ
پھر تفسیر دانی کا نام نہ لیجیے اور اگر ہم تسلیم نہین کرتے ہین کہ نزول قرآن
موافق ترتیب موجودہ کے ہے بلکہ تقدم و تاخر آیات کا ترتیب مین ہے
اسلیے متقدم ہونا آیۃ انا احللنا لک الخ کا لایحل لک النساء پر مسلم
قبلیت نزول کا نہین ہے چنانچہ تفسیر کشاف مین ہے وعن عائشۃ رض
مامات رسول اللہ صلعم حتی احل لہ النساء تعنی ان
الایۃ قد نسخت ولا یخلو نسخہا اما ان یکون بالسنۃ
واما بقولہ انا احللنا لک ازواجک وترتیب النزول
لیس علی ترتیب المصحف انتہی بلفظہ اور تفسیر کبیر مین ہے المسئلۃ
السادسۃ اختلف العلماء فی ان تحریم النساء علیہ
ہل نسخ ام لا فقال الشافعی نسخ وقد قالت عائشۃ رض
مامات النبی صلعم الا واحل لہ النساء وعلی
ہذا فالناسخ قولہ یا ایہا النبی انا احللنا لک ازواجک
الخ بلفظہ قدر الضرورۃ اور کتب صحاح مین حدیث حضرت عائشہ رض
کی ان الفاظ سے آئی ہے مامات رسول اللہ صلعم حتی احل لہ
النساء سواہن اور ترمذی مین یہ الفاظ ہین مامات رسول اللہ صلعم
حتی احل لہ النساء وہذا حدیث صحیح بہرکیف
حضرت عائشہ صدیقہ کا قول معاملہ حلت وحرمت ازدواج نبوی مین زیادہ
قابل وثوق ہے کیونکہ وہ اس امر مین تعلق خاص رکھتی تھین

اور اونکے نزدیک آیۃ لایحل لک النساء منسوخ ہوگئی تھی اور امام شافعی کا
بھی ایسا ہی قول تفسیر کبیر سے معلوم ہوا اور مفسرین کے نزدیک آیتِ ترتیب
قرآنی موافق تنزیل کے نہین ہے لہذا انا احللنا لک ازواجک ناسخ
لایحل لک النساء کی سمجھی گئی ہے اب حضور والا ہمارے احتمال کو رفع
کیجیے اور سند المنع کو رد کر دیجیے ہمنے بالکل جناب کی تقریر کے عکس
ثابت کر دیا اور فقط مفسرین کے قول پر قناعت نہین کی حدیث صحیح
سے بھی سند پیش کر دی آپ بھی اسیطرح اپنے قول کی دلیل عنایت
فرماوین ورنہ حکم حلت کا جو آیۃ انا احللنا لک مین مذکور ہے وہ تا زمانہ
وفات سرور کائنات نافذ سمجھا جائیگا اور ماضی بمعنی مستقبل قبول کرنا پڑیگا
ہفتم ہم نہین مانتے ہین کہ آیۃ انا احللنا لک ازواجک اس غرض سے
نازل ہوئی تھی کہ جو تصرفات حضرت نے اپنی ازواج کے ساتھ موافق
رسم جاہلیت کے کر رکھے تھے وہ حلال کر دیے جاوین بلکہ ہم کہتے ہین
کہ وہ آیۃ اس غرض سے نازل ہوئی تھی کہ علاوہ ازواج طاہرات
اور لونڈیون کے اور بھی بیبیان کرنی حضرت کے واسطے حلال ہین
بشرطیکہ وہ اون عورتون مین ہون جنکا تذکرہ قرآن شریف مین
ہے اور جناب والا نے قصداً وہ عبارات قرآنی بیچ مین سے
اوڑا دی ہین اگر وہ لکھی جاتین تو مطلب حضور کا فوت ہو جاتا اب ہم
اوس پوری عبارت آیات کتاب اللہ کو پہلے نقل کرتے ہین پھر ہم بیان
کرینگے کہ کس غرض سے نازل ہوئی تھی یا ایہا النبی انا احللنا لک
ازواجک التی اتیت اجورهن وما ملکت یمینک
مما افاء اللہ علیک وبنات عمک وبنات عماتک
وبنات خالک وبنات خالاتک التی هاجرن
معک وامرأة مومنة ان وهبت نفسها للنبی ان اراد النبی ان

بنت عمک وبنات عماتک وبنات خالک وبنات خالاتک اللاتی هاجرن معک وامرأة مؤمنة ان وهبت نفسها للنبی ان اراد النبی ان یستنکحها خالصة لک من دون المؤمنین قد علمنا ما فرضنا علیهم فی ازواجهم وما ملکت ایمانهم لکیلا یکون علیک حرج و
کان الله غفورا رحیما آیات موصوفہ سے ثابت ہے کہ علاوہ ازواج
ظاہرات موجودہ کے اور لونڈیون کی جو عورتین قرابت دار ہجرت
کرکے آئی ہین اور بھی وہ عورتین جو مہر معاف کردین اور حضرت
نکاح اونسے کرنا چاہین حلال کیجاتی ہین مگر یہ اخیر حکم مسلمانون سے
متعلق نہین ہے مخصوص تھا واسطے رسول صلعم کے اور یہ بھی
ارشاد ہوا کہ ہمکو معلوم ہے جو فرض کیا ہے ہمنے مسلمانون پر
اونکی بیبیون کے حق مین اور اونکی لونڈیون کے حق مین یعنے
مراد یہ ہے کہ چار نکاح سے زیادہ یا بغیر مہر کے اونکو ازدواج جائز
نہین ہے چار عورتون پر اور لونڈیون پر اونکے واسطے حصر ہوگیا غرض
پس آیہ کریمہ سے حضرت صلعم اور اونکی امت کے واسطے لونڈیان
علاوہ بیبیون کے حلال کی گئی ہین اور یہ حکم دوامی ہے واسطے
سب مسلمانون کے اور یہان سے وہ خیال جناب مخاطب کا باطل
ہوگیا کہ بغیر حکم خدا کے قبل فتح مکہ سے استرقاق موافق رسم جاہلیت
کے جاری ہوگیا تھا ابتو خوب معلوم ہوگیا کہ خدا نے حلال کیا تھا اور
یہ بھی ثابت ہوگیا کہ علاوہ ازواج موجودہ کے حضرت کو اور بھی
نکاح جائز تھا اب ہم شان نزول اس آیت کی بیان کرتے ہین
جس سے یہ ثابت ہوگا کہ غیر مہاجرات وغیرہ واہبات نفس کا ازدواج
منع ہوا تھا وہ قصہ یہ ہے کہ حضرت صلعم نے ام ہانی بنت ابیطالب
سے درخواست نکاح کی فرمائی تھی چونکہ وہ مہاجرات مین نہ تھین لہذا
یہ حکم نازل ہوا تھا چنانچہ ترمذی مین حدیث موجود ہے حدثنا
عبد بن حمید نا عبید الله بن موسی عن اسرائیل عن السدی

عن ابی صالح عن ام ھانی بنت ابیطالب قالت خطبنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فاعتذرت الیہ فعذرنی ثم انزل اللہ انا احللنا لک ازواجک اللاتی اتیت اجورھن وما ملکت یمینک الخ قالت فلم اکن احل لہ لانی لم اھاجر کنت من الطلقاء ھذا حدیث حسن لا نعرفہ الا من ھذا الوجہ من حدیث السدی ایضا فیہ قال قال ابن عباس نھی رسول اللہ صلعم عن اصناف النساء الا ما کان من المومنات المھاجرات قال لا یحل لک النساء من بعد ولا ان تبدل بھن من ازواج ولو اعجبک حسنھن الا ما ملکت یمینک واحل اللہ فتیاتکم المومنات وامرأۃ مومنۃ ان وھبت نفسھا للنبی وحرم کل ذات دین غیر الاسلام ثم قال ومن یکفر بالایمان فقد حبط عملہ وھو فی الاخرۃ من الخاسرین وقال یا ایھا النبی انا احللنا لک ازواجک اللاتی اتیت اجورھن وما ملکت یمینک مما افاء اللہ علیک الی قولہ خالصۃ لک من دون المومنین فحرم ما سوی ذلک من اصناف النساء ھذا حدیث حسن انما نعرفہ من حدیث عبد الحمید بن بھرام سمعت احمد بن الحسن یذکر عن احمد بن حنبل قال لا باس بحدیث عبد الحمید بن بھرام عن شہر بن حوشب انتہی بلفظہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ لا یحل لک النساء کے بعد انا احللنا لک الخ نازل ہوئی ہے جیسا کہ ہم اوپر بیان کر چکے ہین اور یہ بھی ثابت ہوا کہ امتناع ازدواج کا مہاجرات و واہبات نفس کے واسطے نہ تھا خیر جو کچھ جناب مخاطب فرماتے ہین وہی ہم فرض کر لین تب بھی ہمارا کچھ نقصان نہین ہوتا کیونکہ آیت انا احللنا لک الخ اور آیۃ لا یحل لک النساء مین حالت لونڈیون کی موجود ہے اور اوسی مین کلام جاری ہے نہ کثرت ازدواج مین اب اگر معنے حضرت مخاطب کے مراد لیے جاوین تو آیتون کا حاصل حکم یہ ٹھہریگا کہ اے نبی تیرے ازواج اب تک حرام تھین آج حلال ہوئین اور آیندہ سواے ماریہ قبطیہ کے کوئی عورت

[illegible]

[illegible]

حلال نہین ہے اور ماریہ قبطیہ بھی آج تک حرام تھی اور خلاف نجیر کے ازواج ونبی تحریم
تو رٹوٹ ڈالا اور اوسکو بھی حلال کر ڈالا وفیہ ما فیہ لطیفہ اول آیۃ انا احللنا لک
اور آخر دوسری آیۃ لا یحل لک النساء ملا کر جناب مخاطب نے ازواج
موجودہ و ماریہ قبطیہ کو تو حلال کر دیا مگر درمیان مین جو مہاجرت اور
واہبات نفس کا مذکور ہے وہ ابھی فتوے حلت وحرمت کے
منتظر ہی رہ گئین دیکھا چاہیے اونکے واسطے کیا حکم ہوتا ہے
شاید نہ حلال ہین نہ حرام فافہم **قولہ** آیۃ پانزدہم ولا نسائهن
اقول جب ماضی مقام صلہ مین واقع ہے اور یہ دوام کا حکم واسطے
دوام کے ہے تو معنی مستقبل کا اختیار کرنا ضروری ہے کیونکہ اوس
حکم کا مستثنے بھی دوامی ہوگا جو ابدی ہے **قولہ** جن افعال کا تحقق
حکمی ہے اونکے باب مین ماضی کا صیغہ معنی مستقبل کے نہین بنا ہے
اور رقیت بھی حکمی ہے انتہی محصلا **اقول** اب تو حضرت کا قیاس
لغت و اصطلاح و محاورہ اہل لسان و قواعد علم ادب مین بھی چلنے لگا
ذرا مہربانی کیجیے اور ہمکو جلد بتا دیجیے کہ یہ قاعدہ کسی آیت قرآنی سے
سمجھا ہے یا کسی کتاب مین دیکھا ہے اور یہ بھی ارشاد ہو کہ تحقق وقوع کا
کس سے مراد ہے صرف امور محسوسہ مین یا غیر محسوسہ مین بھی اور
جب ماضی مقام صلہ و دعا و شرط و جزا مین واقع ہوتا ہے تو کسی نے
لکھا ہے کہ معنی مستقبل اختیار کرینگے واسطے تحقق و وقوع فعل کا شرط ہے
فرمایئے غفر اللہ لک اور من سن سنۃ حسنۃ فلہ اجرها واجر من عمل بها اور
لا تنکحوا ما نکح اٰباؤکم اور ان المنکوحۃ اذا بیعت لا یقع الطلاق اور علیہ لا جماع
ومن ترک الصلوٰۃ متعمدا فقد کفر اور من اٰمن باللہ نجی و من کفر
هلک ومن حلف باللہ کاذبا فهو کذا اور من ملک وظلم فهو کذا و من
اعتقد ان مع اللہ الٰها اٰخر فهو مشرک و اعملوا ما شئتم فقد غفرت لکم

اصلہ مذکورہ مین ماضی بمعنی مستقبل استعمال کیا جاتا ہے یا نہین ظاہر ہے
کہ کیا جاتا ہے تو ماملکت ایمانکم مین کیا فرق ہے استعمال ماضی کا اسواسطے
کیا گیا ہے کہ تحقق ملک کا ہوجاوے تب لونڈیان حلال ہونگی ورنہ
قبل تقسیم سے بدون اوسکے حصہ مین آکر مالک ہوجانے کے وہ حلال
نہین ہوتا اور من ملکت کی جگہ ماملکت فرمانا خود ہی قابل غور ہے یعنے
تفسیر کبیر وغیرہ مین وجہ اسکی مذکور ہے کہ بیع وشرے ہونا لونڈی کا
مثل سائر اجناس کے درست ہے اور یہ بات ازواج مین مفقود ہے
لہذا صیغہ ماضی کا ساتھ حرف صلہ کے لانا کمال بلاغت قرآنی ہے
کما یعلم من لہ وجدان سلیم **قولہ** چار آیتون مین جو رقبہ کا لفظ آیا ہے
وہ بھی رقیت مستقبلہ پر دلالت نہین کرتا الخ **اقول** دلالت تو صاف
کرتا ہے مگر آپ نہ مانین تو مجبوری ہے یعنے احکام کفارہ قتل خطا
ویمین وظہار دوامی ہین تو فک رقبہ بھی دوامی ہے اور چونکہ استطاعت
واسطے خریدنے رقیق کے شرط ہے اور وہ ہر شخص کے واسطے
ہر وقت متعذر تھی لہذا اوسکا بدلہ بھی آیات مین مذکور ہوا ہے بلکہ
کھانا کھلانا دس مسکینون کا اگر دشوار ہو تو کپڑا دیدینا جائز کیا گیا اسیطرح
اگر دو مہینے کے روزے نرکھ سکے تو کھانا کھلانا ساٹھ مسکینون کا جائز ہوا ہے
تو کیا یہ بھی کہدینگے کہ روزہ ساٹھ روز کا برابر رکھنا چونکہ قوی کو ضعیف کرتا ہے
بلحاظ تہذیب کے ہر دو بھی منسوخ ہوگیا ہی فتدبر **تنبیہ** آیات قرآنی مین جو بدلہ
فک رقبہ کا مذکور ہے تو لفظ لم یجد کا آیا ہے جسکے معنے ہین اگر لونڈی غلام واسطے
آزاد کرنیکے نہ ملے یہ لفظ صاف دلالت کرتا ہے کہ حرمت استرقاق کی مراد نہ تھی
ورنہ یون فرمایا جاتا کہ جب لونڈی غلام موجودہ مرجاوین تو آئندہ کیواسطے
بردہ آزاد کرنے کا حکم نہین ہے یہ حکم زمانہ موجودہ کے واسطے
خاص ہے فافہم **قولہ** لفظ رقاب جو دو جگہ آیا ہے وہ بھی رقیت مستقبلہ پر

دلالت نہین کرتا **اقول** احکام صدقات کے بھی ابدی ہین تو
مصرف اوسکا بھی ابدی ہے ورنہ عمل کرنا احکام صدقات پر متعذر ہوگا
کما لا یخفی **قولہ** لفظ عبد چار جگہ آیا ہے مگر رقیت مستقبلہ پر دال نہین ہے
اقول حکم امتناع نکاح مومنہ کا ساتھ مشرک کے ابدی ہے پس یہ حکم
بھی ابدی ہے کہ اوسکی عوض غلام مومن کا اختیار کرنا بہتر ہے مفضول کے
حکم ابدی سمجھنا اور اوسکے فاضل کو ابدی نہ ٹھہرانا کیسی غلط فہمی ہے
قولہ آیت دوم الحر بالحر والعبد بالعبد مین بھی رقیت مستقبلہ مراد نہین ہے
اقول حکم قصاص کا ابدی ہے تو اوسکے سب شق ابدی ہین کوئی وجہ
تخصیص احکام کی واسطے زمانہ ماضی کے نہین ہے اسیواسطے
آخر آیۃ مین آیندہ کے واسطے فرمایا ہے فمن اعتدی بعد ذلک فلہ
عذاب الیم **قولہ** آیۃ ضرب اللہ مثلا عبدا مملوکا لا یقدر علی شئ
اس سے رقیت مستقبلہ بھی مراد نہین ہے **اقول** آپ یہ تو فرمائیے
کہ لفظ عبد کا استعمال کرنا حضور والا نے شرک قرار دیا تھا یہان
خود مالک عباد فرماتا ہے عبدا مملوکا لا یقدر علی شئ یقین ہے کہ
حدیث کے معنی غلط سمجھنے کا اب جناب کو بڑا افسوس ہوگا دوسرے
شبہ میں رسالہ تبرئۃ الاسلام مین فرمایا تھا کہ اگر خدا تعالے رقیت کو
روا رکھے تو شرک کا روادار ہوگا اب وہ شرک کدھر گیا فافہم
تیسرے شبہ کا یہ قول ہے کہ ہر فرد بشر عبد اللہ حر ہے نہین نہین
تیسرے کے قاعدہ سے حریت لازم ہے اور عبدیت و حریت کا اجتماع
محالات عقلی میں ہے اب اوسکا جواب خدا کے کلام سے حل گیا یعنے
عبدا مملوکا لا یقدر علی شئ اللہ تعالے نے خود فرما دیا ہمکو آپ کے
توہمات سے سبکدوش کر دیا وللہ الحمد اب خاکسار عرض کرتا ہے
کہ کلام الٰہی مین جو تمثیل مذکور ہو کر دلیل بیان کی گئی ہے ضرور ہے

کہ وہ اتم و اکمل ایسی ہو کہ ہر زمانہ کے واسطے صحیح ٹھہرے اگر عبدیت
و مالکیت کا سلسلہ آیندہ کو منقطع فرمانا منظور ہوتا تو تمثیل مذکور زمانہ آیندہ
کے واسطے بیکار ہو جاتی اور مشبہ اور مشبہ بہ میں ایک کا وجود ہی
معدوم ہو جاتا تو ایسی تمثیل کلام بلاغت نظام میں ہرگز مذکور نہوتی

قولہ لفظ امتہ دو جگہ آیا ہے مگر رقیت مستقبلہ نہیں نکلتی ہے

اقول فرمائیے یہ حکم نکاح کا دوامی ہے یا نہیں ظاہر ہے کہ دوامی ہے
تو رقیت بھی دوامی ہے اور ایسا ہی حال آیۃ دوم کا ہے اوسکا حکم
بھی بصیغہ امر یعنے وانکحوا الایامیٰ منکم والصالحین من عبادکم وامائکم
نازل ہوا ہے اور امر واسطے زمانہ مستقبل کے ہے اور لفظ عبد کا
ساتھ اضافت کے یعنے تمہارے عبد ایسا وارد ہوا ہے کہ جناب کی
تقریر و تشنیع کی خاک میں ملا رہا ہے **فائدہ** حکم نکاح لونڈی اور غلام کا
ایسا نازل ہوا ہے کہ اوسکا اختیار مولے کے ہاتھ میں رکھا گیا اور
قید صالحین کی لگا دی تو جناب والا بالفرض کسی زمانہ تک اوس حکم
بلا وجہ موجہ اپنی خاطر خواہ محدود ہی ٹھہرا دیں مگر اوس زمانہ میں آزادی
اور عدم اختیاری لونڈی غلام کی سلب ہوتی ہے اور وہ اصول منصوصات
نیچریہ کو برباد کر رہی ہے اب یا تو حضرت کھلکر دل کی بات
زبان پر لاویں اور خدا کا قول اوسکے فعل کے خلاف دیکھکر قرآن
کی قرآنیت سے انکار کریں یا ملت نیچریہ سے توبہ کریں فاعتبروا یا اولی الابصار
ما عندکم **قولہ** لفظ فتیات دو جگہ آیا ہے مگر رقیت مستقبلہ ثابت نہیں ہے

اقول آیۃ اول یعنے ومن لم یستطع منکم طولا
ان ینکح المحصنات المؤمنات فمن ما ملکت ایمانکم من فتیاتکم المؤمنات کا
حکم دوامی ہے ورنہ لازم آتا ہے کہ بعد وفات کنیز و غلام موجودہ
آیندہ جو مسلمان حرائر کے نکاح پر قدرت نرکھتا ہو وہ کوئی نکاح ہی

خدا کے حکم سے نکر سکے آخر نکاح کا مسئلہ ابدی تمام امت مرحومہ کے واسطے قیامت تک نازل ہوا ہے تو ضرور ہے کہ من فتیاتکم المومنات کا حکم بھی دوامی ہو اور آیۃ ثانیہ ساتہ صیغۂ امر لا تکرھوا فتیاتکم علی البغاء کے نازل ہوئی ہے اور امر واسطے زمانہ مستقبل کے ہے اور انقطاع اوس حکم کا زمانہ آیندہ مین فی وقت دون وقت مذکور نہین ہے تو محدود کسی زمانہ مخصوص کے واسطے نہین ہے کما العلم اللطیف الخبیر **قولہ** لفظ اماء تین جگہ آیا ہے مگر صرف آیۃ سورۂ احزاب متعلق اس بحث کے تھی وہ ہم لکھ چکے **اقول** ہم بھی وہین جواب دے چکے فارجع البصر کرتین ینقلب **قولہ** لفظ غلام وجاریہ کا قرآن مین نہین آیا مگر حدیث مین آیا ہے جسمین عبدی وامتی کہنے کا امتناع مذکور ہے اور غلامی وجاریتی وفتای وفتاتی کہنے کی اجازت ہے **اقول** وہ حدیث بطور تعلیم اخلاق کے ہے تاکہ عبد ومملوک حقیقی ہونے اور سمجھنے کا وہم نہوا کرے مگر ملک یمین کا سلب اوس حدیث سے لازم نہین آتا بلکہ خود غلام اور جاریہ وغیرہ الفاظ سے یاد کرنا جائز ٹھہرا ہے علاوہ اسکے خود کلام الٰہی مین عبدا مملوکا لا یقدر علی شیء اور عبادکم وامائکم وارد ہوا ہی کما مر اور احادیث کثیرہ مین لفظ عبد وموے کا موجود ہی اس سے معلوم ہوا کہ نفی عبدیت ومملوکیت مراد نہین ہے نہی تحریمی ہے اور ہمکو جناب عالی سے یہ سوال کرنا ضرور ہوا کہ آپ نے ایک مقام مین لکھا ہے کہ غلام کو غلام کہکر پوکارنا بھی منع ہے حالانکہ حدیث مستدلہ جناب مین ولکن لیقل غلامی وجاریتی صاف موجود ہے تو مجبور ہوکر آپ بھی فرماوینگے کہ اخلاق وشیرین زبانی کا مقتضا ہمنے بیان کیا ہے تو ہم یہی جواب دینگے کہ یہی غرض حدیث مین

اتمام

امتناع عبدی و امتی کہنے کی ہے اسیطرح مین یہ بھی عرض کرتا ہون
کہ آپ نے حدیث کی ایک روایت مین نقل کیا ہے کہ غلام اپنے
آقا کو مولائی کہا کرے نہ ربی ظاہر ہے کہ یہان بھی وہی خدشہ
موجود ہے یعنے لفظ رب کا جیسا مشترک ہے معنی حقیقی و مجازی مین
کہ رب حقیقی سمجھنا شرک ہے اور پرورش کرنیوالا رب مجازی سمجھنا اپنے
آقا یا باپ کو شرک نہین ہے مگر استعمال اوسکا اوسی غرض سے منع
کیا گیا ہے جو خاکسار عرض کر چکا ایسا ہی حال عبدی و امتی کا سمجھنا چاہیے
آپ کو حدیث کی نقل کرنے سے کیا فائدہ ہوگا اور مین یہ سمجھتا ہون کہ
امتناع عبدی و امتی و ربی کہنے کا واسطے رفع اوہام عوام کے ہوگا ورنہ
جو شخص اصل بات سمجھتا ہے اوسکو منع نہین ہے کیونکہ آیات و احادیث
کثیرہ مین خود مستعمل ہوا ہے حتے کہ حضرت یوسفؑ نے قیدی سے
فرمایا اذکرنی عند ربک اور رب سے مراد عزیز مصر تھا نہ اللہ تعالے
کاش قسطلانی اور شرح مشکوۃ ملا علی قاری و مظاہر حق وغیرہ شروح
حدیث کو آپ دیکھ لیتے جو میری تقریر کے موافق ہین تب کچھ لکھنے کا
ارادہ کرتے تاکہ علماء کے دل مین آپ کی تحریر سے دوسری قسم کا
خیال پیدا نہوتا چونکہ یہ بحث زیادہ توجہ کے لائق نہین ہے لہذا
نقل عبارتون کی شروح حدیث سے لکھنے کی ضرورت نہین معلوم ہوتی ہے
قولہ علماء اسلام نے سبب طاری ہونے رقیت کا صرف غلبہ و استیلا
قرار دیا ہے الخ **اقول** اگر آپ کی یہ غرض ہے کہ فقہاے اہل اسلام
نے محض غلبہ و استیلا سے حریت کا سلب ہونا اور رقیت کا لازم
ہوجانا اپنے قیاس سے نکالا ہے اور اونکے پاس کتاب و سنت
و اجماع امت سے کوئی سند نہین ہے تو آپ کی فہم شریف پر
مجھکو کمال افسوس ہے ۴۴ ـ آیات بنیات تو قرآن شریف سے

حضور ہی نقل کر چکے اور احتمالات شریفہ رفع ہوتے گئے اور اکثر
آیات کا تو جواب بھی اسیقدر عنایت ہوا ہے کہ آیۃ من و فدا سے
منسوخ ہے تو اس سے زیادہ کتاب اللہ سے کیا ثبوت کسی مطلب کا
ہوسکتا ہے اور احادیث کی بحث مین معلوم ہوجائیگا کہ دم لینے کی
جگہ حضور کو باقی نہ رہیگی اور اگر آپ کا یہ مطلب ہے کہ رقیت جو حلال
کی گئی ہے اوسکی علت حکم کیا ہے غلبہ و استیلا اہل اسلام کا کفار پر
علت ہوسکتا ہے یا کفر محض یا مقابلہ یا کوئی دوسری شئے اور فقہا نے
غلبہ و استیلا کو علت ٹھہرایا ہو تو اوس پر کوئی اعتراض وارد نہین ہوتا
کیونکہ مجرد کفر علت نہین ہوسکتا ہے جائز ہے کہ وہ لوگ مستامن
ہوکر رہین اور مجرد قتال بھی علت نہین ہوسکتا جائز ہے کہ وہ ہی
غالب آوین اور صرف فرار اونکا علت نہین ہوسکتا جائز ہے کہ
مع تمام ہمراہیون کے بھاگ جاوین یا اہل اسلام قدرت اونپر
نپاوین وغیر ذالک من الاحتمالات پس غلبہ و استیلا ہی ایک ایسی
شئے ہے جو علت استرقاق کی ہوسکتی ہے پھر بھی کتب فقہیہ مین
بہ نہایت اتباع احکام رسول انام صلعم کی نہین چھوڑی ہے ابواب
وفصول تمام مستثنیات کے اور معاملات کے لکھ دیے ہین آپ
ناحق فقہا کی طرف متوجہ ہوے ہین احادیث صحیحہ و کتاب اللہ سے
اپنے مطلب کا ثابت کرنا آپ نے وعدہ کرلیا ہے اوسیکے ہم بھی
مشتاق ہین سو کتاب اللہ کی تفسیر بالراے کا حال ظاہر ہوچکا
اب سنت رسول صلعم باقی رہ گئی ہے اور جسقدر آپ نے ہماری
اکابر فقہا و مفسرین و صحابہ و تابعین کے باب مین سب و شتم
ولعن وطعن طنز و تعریض کیا ہے بعد ظاہر ہوجانے آپ کی فساد
عقیدہ کے ضرورت جواب دہی کی کمتر باقی رہ گئی ہے افسوس ہے

کہ آپ فرماتے ہین کہ کیا جبرئیل ان بزرگون پر وحی لاتے تھے پہلے
وجود خارجی جبرئیل کا تو اپنے مذہب سے قائم کیجیے اور قرآن کو کتاب
آسمانی تو قبول کر لیجیے تب فقہاے اہل اسلام کے اتہام کی طرف متوجہ
ہوجیے وہ بیچارے ادلۂ ثلثۂ شرعیہ سے اجتہاد کر رہے ہین جسمین انکی
رای کا دخل نہین ہے اور مین یہ بھی عرض کرتا ہون کہ قیاس فقہا کا
بے شک منصوص العلت ہے کیونکہ آیۃ ما کان للنبی ان یکون لہ اسری حتی
یثخن فی الارض اور آیۂ اذا اثخنتموهم سے صاف [illegible]
معلوم ہوتا ہے منتہی الارب مین ہے و قولہ تعالی حتی اذا اثخنتموهم
ای غلبتموهم و کثر علیہم الجراحۃ پس جب کہ اسیر کرنا منحصر ہے غلبہ و استیلا پر
تو استرقاق بعد اسیری کے متحقق ہوگا لامحالہ علت استرقاق وہی
غلبہ و استیلا رہ گیا اور خود کفار جو بسبب رعب امیر الاسلام یا لشکر اسلام
کے بھیجے ہین وہ بھی غلبہ و استیلا سے خارج نہین ہے معہذا اوسکی واسطے
دوسری آیت علیحدہ نازل ہو چکی ہے اور وہ فی مین داخل ہے جسکی
حلت کا کوئی فقیہ منکر نہین ہے قطع نظر اسکے اگر آپ کے نزدیک غلبہ
و استیلا علت رقیت کی نہین ہے تو کیا ہے آخر زمانہ فتح مکہ تک تو
آپ بھی جاری رہنے رقیت کے قائل ہوے ہین اوسکا جواز خواہ مخواہ
ماننا پڑے گا تو کوئی علت قرار دیجیے استغفر اللہ مین نے غلطی کی
آپ تو علت استرقاق کی بہت صاف بیان کرینگے کہ رسول اور صحابہ
کرام کا ظلم اور شہوت پرستی اور اتباع رسم جاہلیت علت استرقاق
تھی اور سب سے بڑی علت نیچر کے خلاف حلال کر دینا وطی کا ساتھ
ماریہ قبطیہ وغیرہ کے تھا واسطے رسول اور صحابہ کے اور روا رکھنا شرک
و کفر و قبح عقلی کا تھا دگر ہیچ **قولہ** قیدیان جہاد کی لونڈی و غلام بنانے کا
کوئی حکم قرآن مجید یا حدیث صحیح مین نہین ہے الخ **اقول** تمام آیات

نبیات قرآن شریف کی اوسکی حلت مین موجود ہین اور آپ کے اوہام کا
استیصال ہوچکا آپ کو حلت استرقاق معلوم ہوا یا نہو ہمکو کیا غرض ہی
مگر ہمارا احکم الحاکمین تو فرماتا ہے قد علمنا ما فرضنا علیہم
فی ازواجھم وما ملکت ایمانھم اور دوسری جگہ فرماتا ہی والذین ھم
لفروجھم حافظون الا علی ازواجھم او ما ملکت ایمانھم فانھم
غیر ملومین اور تیسری آیت مین فرماتا ہے والمحصنات من النساء الا ما ملکت ایمانکم غرضکہ
۴۴ - آیات قرآنی موجود ہین انکار اونکی دلالت کا حلت استرقاق پر
مکابرہ وتحریف معنوی ہے اور رقیت مستقبلہ برابر ثابت ہوتی چلی جاتی ہے
اور اگر یہ فعل مثل زنا کے ہوتا بلکہ اوس سے بدتر تو صاف حکم نازل ہوتا
ابتداے اسلام مین کہ اس رسم جاہلیت کو قطعاً موقوف کرو اور جسقدر
لونڈی غلام موجود ہین سبکو آزاد کردو خداتعالے کو کسیکا خوف نہ تھا
نہ رسول صلعم ڈرتے تھے نہ صحابہ مخالف حکم خدا اور رسول کے عمل کرتے تھے
اور آزاد کرنیکا جو ثواب مذکور ہے وہ آپ کے واسطے کچھ مفید نہین ہی
بلکہ ہماری دلیل ہے کیونکہ عتق فرع ہے رقیت کی جبتک ملک ثابت
نہو گی عتق کا ثواب بلکہ اوسکا اطلاق متحقق نہوگا اور مکاتب کرنے
چھوڑ دینے مین بھی قید لگا دی گئی ہے حیث قال تبارک وتعالی
فکاتبوھم ان علمتم فیھم خیرا پس شرط کے مفقود ہونے پر بدستور
قائم رکھنا رقیت کا لازم آیا کما لایخفی پس جبکہ نزول والمحصنات من النسا
الا ما ملکت ایمانکم کا بعد فتح مکہ کے احادیث صحاح ستہ سے ہم ثابت
کرچکے کہ خاص غزوہ کی لونڈیون کے باب مین ہوا ہے اور مورد خاص ہے
حکم اوسکا عام ہے تو آیۃ منّ وفدا کا ذکر بھی آپ کو بے فائدہ ہے
قولہ آیۃ سورۂ برات مین یعنے خذوھم واحصروھم کے معنی مین قید داخل
نہین ہے اقول مولانا احمد جونپوری نے اگر آیۃ سورۂ برارت کا نام

آیۃ رقیت رکھا ہے تو اوسپر آپ کا اعتراض بیجا ہے کیونکہ الفاظ
آیت کے رقیت مستقبلہ پر دلالت کرتے ہین یعنی بصیغہ امر ارشاد ہوا ہے
خذوھم واحصروھم یعنے اسیر کرو اونکو اور گھیر رکھو ظاہر ہے کہ جب
اسیر کرکے جانے ندیا اور اپنے اختیار مین گھیر رکھا اور اوسکی کچھ مدت
معین نہین کی گئی کہ کب تک اپنے اختیار مین رکھنا ہوگا بلکہ مطلق
اسیر و محصور رکھنے کا حکم آیا تو رقیت بھی اوسی حکم عام و مطلق کی ایک
شق ہے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ اسیر و محصور کرنا بدون غلبہ و استیلا
کے ممکن نہین پس غلبہ و استیلا علت استرقاق ضرور سمجھا جایگا لامحالہ
بعض مفسرین نے اگر بلحاظ عموم و اطلاق الفاظ آیت کے اوسکا نام
آیۃ رقیت قرار دیا تو کیا قباحت ہے آپ نے تو اپنے محض اوہام پر آیۃ
من و فدا کا نام آیۃ حریت رکھہ لیا ہے اور قاموس مین ملاحظہ
کر لیجیے الاخیذ الاسیر و الاخذ ھو الاسر اور بہت تفاسیر مین
اسی کے موافق موجود ہے اور ملا احمد مرحوم نے اپنی تفسیر مین ایسے
الفاظ اختیار کیے ہین جو صاف رقیت کو شامل ہین پھر علیحدہ کرکے
فقہ کی کتابون کے مانند تفسیر مین نہ لکھنے پر آپکا اعتراض عبث ہے
اسقدر الفاظ تفسیر کے کیا تھوڑے تھے خذوھم واسروھم والاخیذ
الاسیر احصروھم واحبسوھم وقیدوھم وامنعوھم من التصرف فی البلاد وقال ابن عباس
یرید ان تحصنوھم فاحصروھم ای امنعوھم من الخروج منہ خلک من الالفاظ
اور ہم یہ بھی کہتے ہین کہ جب آیات کثیرہ سے حلت استرقاق کی ثابت ہے
اور احادیث کثیرہ صحیحہ اوسکی مؤید ہین اور فعل رسول صلعم بھی حجت ہے
اور اوسی پر اجماع صحابہ و اہل بیت و تابعین و تبع تابعین کا اور تمام
امت کا آج تک بلا خلاف چلا آتا ہے تو اگر ایک آیۃ مین بدلالت
التزامی و تضمنی رقیت نکلتی ہو نہ بدلالت مطابقی تو بھی ہمارا کیا نقصان ہے

اگر وہ ہی آیت ہوتی اور کوئی دلیل نہوتی تو آپ کو اوسمین بحث کرنیکا اختیار تھا اتنبو دن کو رات کہنا ہے کس کس آیۃ و حدیث کو آپ بگاڑینگے اور کہان تک بات کی پرورش کی جائیگی **فائدہ** آیۃ سورۂ برارت اور مثل اوسکی دوسری آیات جنمین قتل کا حکم ہی بعض آیات سابقہ کی اوسقدر حکم کے ناسخ ہوسکتی ہین جنمین قتل کا حکم نہ تھا مگر قیدیون کے باب مین جو حکم ہے کہ وہ اونکو اسیر کرکے گھیر رکھو اور من و فدا کرکے چھوڑ دینے کا حکم نہین ہے اور یہ آیت بعد آیت من و فدا کی نازل ہوئی ہے کما ستعلم تو ناسخ آیۃ من و فدا کی بھی ہوسکتی ہے اور مخاطب کے مذاق کے خلاف ہے **قولہ** والمحصنات من النساء الخ اور وما ملکت یمینک مما افاء اللہ علیک کا ہم جواب دے چکے ہین **اقول** ہم بھی وہین اوسکا رد کرچکے فلا نعیدہ **قولہ** بخاری و مسلم کی یہ حدیث سئل رسول اللہ صلعم من اہل الدار الخ اور ترمذی و ابوداؤد کی حدیث عن سمرۃ بن جندب عن النبی صلعم قال اقتلوا شیوخ المشرکین واستحیوا شرخہم ای صبیانہم اس قابل نہین کہ اون سے قطعیت استرقاق کی ثابت ہوسکے **اقول** ہمنے مانا کہ ان دو حدیث مین بقول ملا علی قاری وغیرہ محدثین کے زیادہ تصریح رقیت کی نہو یا مجازاً و توسعاً استرقاق نکلتا ہو مگر اوسکے ذکر سے کیا فائدہ ہے آپ کی غرض اصلی یہ معلوم ہوتی ہے کہ صرف یہی دو حدیث واسطے حلت استرقاق کے اہل اسلام کے پاس ہونگی حالانکہ ذرا صبر کیجیے خاکسار سے بہت صحیح حدیثین سُن لیجیے اور ہر ایک کا جواب دیجیے صحیح بخاری مین ہے عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال حاربت بنی النضیر و قریظۃ فاجلی بنی النضیر واقر قریظۃ ومن علیہم حتی حاربت قریظۃ فقتل رجالہم وقسم نساءہم واولادہم واموالہم بین المسلمین الحدیث اس حدیث سے ثابت ہے کہ نساء و اولاد کو رقیق بنایا رسول صلعم نے

اور تقسیم کر دیے گئے وہ لونڈی غلام ظاہر ہے کہ تقسیم اونکی بغیر حاصل کرنے ملک یعنی ملک کے نہیں ہو سکتی وہو المطلوب اور یہی صحیح بخاری مین ہے قال سمعت ابا سعید الخدری یقول نزل اہل قریظة علی حکم سعد بن معاذ فارسل رسول اللہ صلعم فاتی علی حمار دنا من المسجد قال صلعم قوموا الی سیدکم او قال خیرکم فقال ہؤلاء قریظة علی حکمک فقال تقتل مقاتلتہم وتسبی ذراریہم قال صلعم قضیت بحکم اللہ وربما قال بحکم الملک۔ بلفظہ یہ حدیث مؤید حدیث اول کی ہے اور بحکم اللہ رقیق بنانا انکی نساء و ذریت کا حضرت صلعم نے فرمایا اور ملک سے بھی مراد ملک العلام ہے نہ بادشاہ جابر جیسا حضرت مخاطب نے بیان کیا ہے کیونکہ اگر سنت سلاطین جابرین و ظالمین کی مراد لیجاے تو طعن وارد ہوتا ہے رسول صلعم پر اور اونکے حواری پر قانون سلطان جابر پر نہ تو سعد حکم دے سکتے تھے نہ شارع علیہ الصلوة والسلام اوسکو قبول کر کے عمل کر سکتے تھے اور جب ربما قال موجود ہے تو اب وہم راوی کی گنجایش نہی کیونکہ بحکم اللہ و بحکم الملک دونون لفظ فرمانی صحیح ہو سکتی ہین اور بعض روایات مین جو لفظ ملک کا بفتح اللام آیا ہے اوس سے بھی مراد حکم فرشتہ کا ہے یعنے سعد نے موافق احکام وحی آسمانی کے حکم دیا پھر کیفیت ہمکو استدلال ہے بفعل رسول صلعم پر کہ لونڈی غلام بنانا منظور اور پسند کیا اگر فیصلہ سعد کا خلاف حکم خدا کے ہوتا تو خود شارع صلعم اوسپر عمل نکرتے مثلاً ہماری شریعت مین مثلہ کرنا یعنے ناک کان کاٹ کر صورت بگاڑنا یا جلا دینا منع ہے اگر سعد ایسا حکم دیتے تو حضرت رسول صلعم اوسکو کیونکر منظور فرماتے یہ تاویل علیل جناب مخاطب کی بالکل واہیات ہے اور صحیح بخاری مین

یعنی کہا ابو سعید خدری نے اوترے اہل قریظہ حکم پر سعد کے پس بلا بھیجا سعد کو رسول اللہ نے پس آئے سعد ایک گدھے پر جب نزدیک ہوئے مسجد کے فرمایا حضرت نے اٹھو اپنے سردار کی طرف یا فرمایا بہتر کی طرف پس فرمایا یہ لوگ اوترے ہین تمہارے حکم پر

واسطے تعظیم اپنے سردار کے پس فرمایا کہ یہ لوگ بنی قریظہ اوترے ہین تمہارے حکم پر سعد نے کہا قتل کیے جاوین لڑنے والے اونکے اور قید کیے جاوین عورتین اور بچے اونکے فرمایا حکم کیا تو نے موافق حکم اللہ کے یا موافق حکم بادشاہ کے ۱۲

عن عائشۃ قالت فرد صلعم الحکم الی سعد قال فانی احکم فیہم ان تقتل
المقاتلۃ وان تسبی النساء والذریۃ وان تقسم اموالہم بلفظہ مختصرا یہ حدیث
بھی مؤید قصہ مذکورہ کی ہے اب دیکھنا چاہیے کہ حضرت رسالت صلعم
نے بعد حکم سعد بن معاذ کے کیا عمل فرمایا قسطلانی شرح بخاری مین لکھتے ہین
وعند ابن اسحاق فحبسہم فخندق لہم خنادق فضرب اعناقہم فجری الدم فی
الخندق وقسم اموالہم ونساءہم وابناءہم وکانوا ستمائۃ وفی
عند الترمذی والنسائی وابن حبان باسناد صحیح انہم کانوا اربعمائۃ
مقاتل فیجمع بینہما بان الباقین کانوا اتباعا بلفظہ
اسمین کچھ شک نہ رہا کہ موافق روایات صحیحہ کے حضرت صلعم نے ویسا ہی
عمل کیا جیسا سعد نے حکم دیا تھا تو عمل آن حضرت صلعم کا حجت
قطعی ہے وان لنا فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ اور صحیح بخاری مین ہے
قال دخلت المسجد فرایت ابا سعید الخدری فجلست الیہ
فسالتہ عن العزل قال ابو سعید خرجنا مع رسول اللہ صلعم فی غزوۃ
بنی المصطلق فاصبنا سبیا من سبی العرب فاشتہینا النساء واشتدت
علینا العزبۃ واحببنا العزل فاردنا ان نعزل وقلنا نعزل ورسول اللہ صلعم
بین اظہرنا قبل ان نسالہ عن ذلک فسالناہ عن ذلک فقال صلعم ما علیکم
ان لا تفعلوا ما من نسمۃ کائنۃ الی یوم القیمۃ الا وہی کائنۃ بلفظہ
اس حدیث سے ثابت ہوا کہ غزوہ بنی المصطلق مین ایک لونڈی کے
ساتھ وطی مع العزل حضرت صلعم نے جائز فرمایا اور وہ بھی علت
استرقاق کی دلیل ہے اور صحیح بخاری مین ہے قال سمعت

انس بن مالک یقول سبی النبی صلعم صفیۃ فاعتقہا وتزوجہا
فقال ثابت لانس ما اصدقہا قال اصدقہا نفسہا فاعتقہا بلفظہ
اس حدیث سے ثابت ہے کہ صفیہ کو حضرت نے لونڈی بنا کر آزاد کیا
پھر نکاح کرلیا اور وہی عتق اونکا مہر قرار پایا اور ہمنا طلب والا مراتب نے
جو یہ سمجھا تھا کہ صفیہ لونڈی نہ تھین بطلان اونکے قول کا ہوگیا جس
حدیث مین پورا قصہ مذکور ہے اوسکو اس حدیث سے ملا کر پڑھنے سے
تاویل باطل کا استیصال ہوجاتا ہے اب ہم اوس حدیث کو بھی نقل
کرتے ہین انہ سمع انسا یقول اقام النبی صلعم بین خیبر والمدینۃ
ثلاث لیال یبنی علیہ بصفیۃ فدعوت المسلمین الی ولیمتہ صلعم
وما کان فیہا من خبز ولا لحم وما کان فیہا الا ان امر صلعم بلالا بالانطاع فبسطت
فالقی علیہا التمر والاقط والسمن فقال المسلمون احدی امہات المومنین
او مما ملکت یمینہ قالوا ان حجبہا فہی احدی امہات المومنین وان لم یحجبہا
فہی من ما ملکت یمینہ فلما ارتحل وطالہا خلفہ ومد الحجاب بلفظہ
اس حدیث سے ظاہر ہے کہ صحابہ اس امر مین فکر کرنے لگے کہ صفیہ
ام المومنین بنائی گئی ہین یا لونڈی رکھی گئی ہین اور یہ کہنے لگے کہ اگر
پردہ مین رکھین گے تو ام المومنین ہونگی ورنہ لونڈی رہین گی چنانچہ
حضرت صلعم نے پردہ مین رکھا ظاہر ہے کہ ہمارے جناب مخاطب سے
صحابہ کرام کچھ زیادہ سمجھے ہونگے اگر صفیہ لونڈیون مین نہ آئی ہوتین تو اس
تردد کی کوئی وجہ نہ تھی اور جب حدیث مین یہ بھی مذکور ہوچکا کہ صفیہ کا
عتق مہر قرار پایا تو عتق خود فرع ہے رقیت کی لاجرم فعل رسول صلعم کا
برہان ہے حلت استرقاق پر کما لا یخفی اور صحیح بخاری مین ہے
ان رسول اللہ صلعم قام حین جاءہ وفد ہوازن مسلمین
فسالوہ ان یرد الیہم اموالہم وسبیہم فقال لہم رسول اللہ صلعم

معی من ترون و احب الحدیث الی اصدقہ فاختاروا احد الطائفتین اما السبی واما المال وقد کنت استانیت بکم وکان انظرھم رسول اللہ صلعم بضع عشرۃ لیلۃ حین قفل من الطائف فلما تبین لھم ان رسول اللہ صلعم غیر راد الیھم الا احدی الطائفتین قالوا فانا نختار سبینا فقام رسول اللہ صلعم فی المسلمین فاثنی علی اللہ بما اھلہ قال اما بعد فان اخوانکم قد جاءونا تائبین وانی قد رایت ان ارد الیھم سبیھم فمن احب منکم ان یطیب ذلک فلیفعل ومن احب منکم ان یکون علی حظہ حتی نعطیہ ایاہ من اول ما یفیئ اللہ علینا فلیفعل فقال الناس قد طیبنا ذلک یا رسول اللہ صلعم فقال رسول اللہ صلعم انا لا ندری من اذن منکم فی ذلک فمن لم یاذن فارجعوا حتی یرفع الینا عرفاءکم امرکم فرجع الناس فکلمھم عرفاءھم ثم رجعوا الی رسول اللہ صلعم فاخبروہ انھم قد طیبوا واذنوا۔ بلفظہ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ ہوازن کی لونڈی غلام خود حضرت رسول صلعم نے صحابہ مین تقسیم کر دیے تھے اگر رقیت جائز نہوتی تو فوراً چھوڑ دیے جاتے نہ کہ تقسیم اونکی عمل مین آتی علاوہ اسکے جب ہوازن کے لوگ مسلمان ہوکر آئے اور اپنی عورتین اور ذریات واپس چاہنے لگے تو نیظر مسلمان ہونیکے حضرت نے واپس کرنا چاہا پھر بھی صحابہ کی راے پر چھوڑا کہ جسکو اپنے بھائیون کی رعایت منظور ہو اور اونکے لونڈی غلام جو اوسکے حصہ مین آئے ہین آزاد کر دے اوسکو اختیار ہے اور جسکو اپنا حصہ چھوڑنا منظور نہو وہ اونکے بدلہ مین آیندہ لونڈی غلام سے لے

اور جب صحابہ راضی ہوے تو اوسپر بھی قناعت نفرمائی بلکہ اونکو مرداروں کے مشورہ پہ چھوڑا بیان سے ظاہر ہوا کہ آزاد کرنے پر کچھ جبر نہ تھا بلکہ آئندہ لونڈی غلام جو پہلے غزوہ میں آوینگے اونکا معاوضہ قرار پایا تھا یہ امر رقیت آئندہ کے جواز پر دلیل کافی ہے ورنہ معاوضہ کاہے کو دیا جاتا اس حدیث سے تاویلات جناب مخاطب کا استیصال ہوگیا وسیعلم الذین ظلموا اور قسطلانی نے شرح بخاری میں لکھا ہے وللاسمٰعیلی من طریق الی روح بن عبادہ بعث علیاً الی خالد لیقسم الخمس وفی روایۃ لیقسم الخمس فاصطفی علی منہ لنفسہ سبیۃ ای جاریۃ ثم اصبح و راسہ یقطر الحدیث اس روایت سے ظاہر ہے کہ جناب امیر علیہ السلام نے سبایا میں سے ایک لونڈی اپنے واسطے لی اور اوس سے صحبت کی اور غسل کا پانی اونکے بالوں سے ٹپکتا تھا اور آنحضرت صلعم نے سنکر فرمایا ان لہ فی الخمس اکثر من ذلک یعنے خمس میں سے مرتضے علی کا حق اس سے بھی زیادہ تھا بہرکیف وہ فعل منظور فرمایا اور قسطلانی یہ بھی لکھتے ہیں وفی طریق عبد الجلیل قال فما کان فی الناس احد احب الی من علی ولعل الجاریۃ کانت بکراً غیر بالغ الخ یعنے وہ لونڈی باکرہ تھی پس جو فعل اہل بیت رسول صلعم کا ہو اور خود حضرت خاتم رسالت صلعم اوسکو پسند کریں کیونکر شنائع عقلی میں داخل کرکے حلال کو حرام ٹھہرایا جاوے اور چونکہ یہ قصہ بعد فتح مکا کا ہے تو آیت من وفدا کی بھی تاویل نہیں چل سکتی والحمد للہ علی ذلک اور بھی صحیح بخاری میں سے قال ابن اسحاق غزوۃ عیینۃ بن حصین بن حذیفۃ بن بدر بنی العنبر من بنی تمیم بعثہ النبی صلعم الیہم فاغار واصاب منہم ناسا وسبی منہم نساء قسطلانی لکھتے ہیں اسر منہم احد عشر رجلا واحدی عشرۃ امراۃ وثلثین صبیا بلفظہ اس غزوہ میں بھی آیت من وفدا کا عذر نہ چلیگا

اور استرقاق بکثرت واقع ہوا بلکہ بنی تمیم کے لونڈی غلامون کا ماجرا
یہ بھی ہوا کہ حضرت عائشہ صدیقہ پر ایک بردہ آزاد کرنا تھا جب بنی العنبر کے
لونڈی غلام آئے تو حضرت رسول صلعم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی سے
فرمایا کہ انمین سے خرید کر لو چنانچہ صحیح بخاری کی شرح فتح الباری مین
یہ قصہ مذکور ہے اور صفحہ ۳۴۶ حاشیہ بخاری مطبوعہ پر یہ عبارت
لکھی ہے جسمین ایک حدیث کا بھی نشان دیا ہے ومناسبته
لما ترجم به من البيع لقوله في بعض طرقه ابتاع وقد وقع
عند الاسمعيلي من طريق معمر عن جرير وكانت على عائشة رضي
نسمة من بني اسمعيل فقدم سبي خولان فقالت عائشة يا رسول الله
ابتاع منهم قال لا فلما قدم سبي بني العنبر قال ابتاعي منهم فانهم ولد اسمعيل بلفظه
اور مجلد چہارم قسطلانی مین دوسری حدیث مین نام بھی لکھے ہین
حيث قال قالت يا نبي الله صلعم اني نذرت عتيقا من ولد اسمعيل
فقال لها رسول الله صلعم اصبري حتى يجيء في بني العنبر غدا فجاء في بني العنبر
فقال لها خذي منهم اربعة فاخذت منهم رديحا وزبيبا
وزخيا وسمرة فمسح النبي صلعم على رؤوسهم وبرك عليهم الخ
اب تو کچھ شک نرہا کہ بنی تمیم کے لونڈی غلام آئے اور خریدے بھی گئے
اور نذر عائشہ صدیقہ کی بھی پوری کی گئی اور اس سے پہلے خولان کے
بھی لونڈی غلام آئے تھے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ مال غنیمت کو فی
کہتے ہین جیسا کہ حدیث مین مستعمل ہے حضرت مخاطب کی لغت دانی
ہر جگہ کھلتی چلی جاتی ہے اور یہی صحیح بخاری مین ہے ان النبي صلعم
اغار على بني المصطلق وهم غارون وانعامهم تسقى على الماء
فقتل مقاتلتهم وسبى ذراريهم واصاب يومئذ
جويرية بلفظه اس حدیث سے حضرت جویریہ کا لونڈی ہونا

ثابت ہوگیا اور پوری بحث آیندہ ایک مقام مین لکھی جائیگی انشاء اللہ
تعالے اور بخاری مین ہے ان عایشة اخبرته ان بریرة جاءت
تستعینها فی کتابتها ولم تکن قضت من کتابتها شیئا قالت لها
عایشة ارجعی الی اهلك فان احبوا ان اقضی عنك کتابتك و یکون
ولاءك لی فعلت فذکرت ذلك بریرة الی اهلها فابوا وقالوا
ان شاءت ان تحتسب علیك فلتفعل و یکون لنا ولاءك فذکرت ذلك
رسول اللہ صلعم فقال لها ابتاعیها فاعتقیها فانما
الولاء لمن اعتق بلفظہ اس حدیث سے خریدنا لونڈی کا
اور باوجود عتق کے باقی رہنا ولاء کا باجازت شارع
علیہ الصلوۃ والسلام کے ثابت ہوا جو حلت رقیت پر حجت قاطعہ ہے
اور بھی دوسری روایت مین یہ الفاظ ہین فقال صلعم خذیها
واشترطی لهم الولاء فانما الولاء لمن اعتق الحدیث فائدہ خذیہا کا
لفظ واسطے قیام مالکیت کے استعمال مین آیا ہے تو آیت سورہ
برات مین جو لفظ خذوہم نازل ہوا ہے اوسکے معنی یون ہوسکتے ہین
کہ مالک بناؤ اونکو وغیرہ اور بھی حدیث صحیح بخاری مین ہے باب جواز
بیع المدبر سمعت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما قال اعتق رجل منا
عبدا له عن دبر فدعا النبی صلعم به فباعه قال جابر مات الغلام عام اول بلفظہ
اس حدیث سے خود فروخت کرنا غلام کا حضرت صلعم کی نسبت موجود ہے
قسطلانی اوسکی قیمت بھی حدیث سے ثابت کرتے ہین اور فرماتے ہین
وفی لفظ لابی داود فبیع بسبعمائة او بتسعمائة انتہی فائدہ حدیث مین
لفظ عبد کا موجود ہے جسکو مخاطب شرک سمجھتے ہین حالانکہ حدیث مستدلہ
اونکی مین نہی تنزیہی ہے نہ تحریمی چنانچہ قسطلانی نے اوسی حدیث کی
شرح مین لکھا ہے واھذا النهی للتنزیه دون التحریم کما مر بلفظہ

اب اگر لفظ رب کا استعمال واسطے سید کے دیکھنا منظور ہو تو بخاری کی حدیث سو جو دہے عن النبی صلعم من اشراط الساعۃ ان تلد الامۃ ربہا بلفظہ قسطلانی لکھتے ہین ربہا ای سیدہا لان ولدہا من سیدہا بمنزلۃ سیدہا لمصیر مال الانسان الی ولدہ غالبا انتہی **فائدہ** اس حدیث سے ایک دوسرا فائدہ بھی حاصل ہوا کہ استرقاق تا قیامت رہیگا والا لونڈی سے اولاد کا پیدا ہونا اشراط الساعۃ مین کیون مذکور ہوتا فافہم اور بخاری مین ہے حدثنا علی ان فاطمۃ علیہا السلام اتت النبی صلعم تشکوا الیہ ما تلقی فی یدہا من الرحی و بلغہا انہ جاءہ رقیق الحدیث غور کیجیے کہ اگر رقیت جاری نہ تھی تو رسول صلعم کے پاس غلام کہان سے آیا تھا جسکو فاطمہ زہرا لینے کیواسطے تشریف لے گئی تھین کیا اہل بیت کا عمل ہمارے واسطے دلیل نہو گا فافہم اور بخاری مین ہے عن انس ان رسول اللہ صلعم اتی مولی لہ خیاطا فاتی بدباء فجعل یاکلہ الحدیث اتنو حصر ار یہ قبطیہ کی رقیت کا بھی جاتا رہا اور ہم ثابت کرتے ہین کہ سوا ے غلامون کے لونڈیان بھی حضرت صلعم کے پاس تھین ایک اونمین سے ریحانہ تھین جنکے باب مین قسطلانی لکھتے ہین وجزم بن اسحاق بانہا اختارت البقاء فی ملکہ اور اس سے زیادہ مقام بحث مین ہم بیان کرینگے اور باب حکم شراء المملوک من الحربی وحکم ہبتہ وعتقہ مین جو حدیث ہے وقال النبی صلعم لسلمان الفارسی کاتب وسبی عمار و صہیب و بلال وقال تعالی فضل بعضکم علی بعض فی الرزق فما الذین فضلوا برادی رزقہم علی ما ملکت ایمانہم فہم فیہ سواء افبنعمۃ اللہ یجحدون بلفظہ موید ہمارے بیان کی ہے اور موطا امام مالک مین ہے عن ابی قتادۃ قال خرجنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عام حنین فلم نعلم

ذهبا ولا ورقا الا الاموال المتاع والثیاب قال فاهدی رفاعة بن زید لرسول الله صلعم غلاما اسود یقال له مدعم فوجه رسول الله صلعم الی وادی القری حتی اذا کنا بوادی القری بینما مدعم یحط رحل رسول الله صلعم اذ جاءه سهم عائر الحدیث اس حدیث سے غزوہ حنین تک خود رسول صلعم غلام بنانا اور اپنی خدمت مین رکھنا حلال سمجھتے تھے تو آیۃ منّ و فدا کی بحث عبث ہے **فائدہ** غزوہ ہوازن و طائف و حنین بعد فتح مکہ کے ہین چنانچہ موطاء امام مالک مین قصہ صفوان بن امیہ کا ایک حدیث مین اسطرح مذکور ہے کہ فتح مکہ کے روز صفوان کی زوجہ مسلمان ہوگئین اور صفوان کو چار مہینے کی مہلت دی گئی بعدہ جب رسول صلعم غزوہ ہوازن و حنین کیطرف متوجہ ہوے تو صفوان بھی حنین اور طائف مین ساتھ رہے اور اون سے لڑائی کے ہتھیار مستعار لیے گئے آخر کو وہ خود بھی مسلمان ہوگئے فقط اب ہم احادیث متفرق لکھتے ہین جنسے جاری اور مقرر ہونا احکام کا دربارہ لونڈی غلامون کے ثابت ہوگا اور عمل خلفاے راشدین اور دیگر صحابہ کا ظاہر ہوجائیگا اور بدلالت تضمنی والتزامی اجماع امت حلت استرقاق پر معلوم ہوگا اور ہمارے واسطے سنت خلفاء راشدین کی اور اقتدا ساتھ صحابہ و اہل بیت رضی اللہ عنہم اجمعین کے کافی ہے اور اگر استرقاق فعل شنیع اور حرام ہوتا تو ہرگز عمل و قول صحابہ کرام کا اوسکے خلاف نہوتا بالفرض کسی مسئلہ مین اختلاف بھی ہوتا ہے تو بعض کو ہوتا ہے اور پھر آپس کی تحقیق سے طے ہوجاتا ہے مگر یہ مسئلہ بلا خلاف چلا آیا بمقابلہ اوسکے توہمات فاسدہ جناب مخاطب کو کون پوچھتا ہے صحیح بخاری مین ہے عن ابی ہریرۃ و زید بن خالد عن النبی صلعم قال اذا زنت الامة فاجلدوها ثم اذا زنت فاجلدوها ثم اذا زنت فاجلدوها فی الثالثة او الرابعة

بیعھا ولو بصفیر اس حدیث سے حکم دوامی پایا جاتا ہے
کہ اخیر مرتبہ مین لونڈی کو فروخت کر ڈالا کرو پس بغیر تحقق ہونے ملک کے
بیع کیونکر جائز ہوگی اور بخاری مین ہے قال سعید بن مرجانہ
فانطلقت بہ الی علی بن حسین فعمد علی بن حسین رضی اللہ
عنہما الی عبد لہ قد اعطاہ بہ عبد اللہ بن جعفر عشرۃ آلاف درہم او الف دینار فاعتقہ لفظہ
اس حدیث سے ثابت ہوا کہ امام زین العابدین کے پاس بھی غلام
رہا کرتے تھے اور وہ غلام ایام جاہلیت کا کیونکر انکے وقت مین
باقی رہ سکتا تھا پس استرقاق جدید کا ہوگا اور عمل اہل بیت کا ہمارے واسطے
حجت ہے معنی قران شریف کے امام سجاد حضرت مخاطب سے
کچھ زیادہ ہی سمجھتے ہونگے لان اہل البیت ادری بما فی البیت موطا مین ہے
اذا کان لرجل علی رجل مال و لہ عبد لا شئ لہ غیرہ فاعتقہ لم یجز عتقہ الخ
حکم عدم جواز عتق کا مستلزم بقاے رقیت کا ہے جو منافی مراد مخاطب
کے ہوگا بخاری مین ہے باب ھل یسافر بالجاریۃ قبل ان یستبرئھا
ولم یر الحسن باسا ان یقبلھا او یباشرھا وقال ابن عمر اذا وھبت
الولیدۃ التی توطأ او بیعت او عتقت فلیستبرأ رحمھا بحیضۃ
ولا تستبرأ العذراء وقال عطاء لا باس ان یصیب من جاریۃ الحامل
مادون الفرج وقال اللہ تعالی الا علی ازواجھم او ما ملکت ایمانھم انتہی
معلوم ہوا کہ صحابہ و تابعین کے نزدیک رقیت حلال تھی اور معنی آیۃ
الا علی ازواجھم او ما ملکت ایمانھم کے وہی ہین جو ہم سمجھے ہین مخاطب کا
خیال باطل ہوگیا والحمد للہ علی ذلک فائدہ ماریہ قبطیہ کے ساتھ
وطی کرنا آنحضرت صلعم کا اور انکا ازواج مین داخل نہونا اور لونڈیون
مین رہنا بلا خلاف ہے اب ہم یہ ثابت کرتے ہین کہ یہ فعل اگر
مرضی خدا نہوتا تو جب حضرت نے ماریہ کو اپنے اوپر حرام کرنا چاہا تھا

خدا بہت خوش ہوتا نہ کہ آیت لم تحرم ما احل اللہ لک نازل ہوتی چنانچہ قصہ اوسکے نزول کا یہ ہے صحیح بخاری مین ہے باب لم تحرم ما احل اللہ لک عن سعید بن جبیر انہ اخبرہ انہ سمع ابن عباس یقول اذا حرم امراتہ لیس بشیء وقال لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ قال الشارح واشار ذلک الی قصۃ ماریۃ وفی حدیث انس عند النسائی بسند صحیح ان النبی صلعم کانت لہ امۃ یطاءھا فلم تزل بہ حفصۃ وعائشۃ حتی حرمھا فانزل اللہ تعالی ھذہ الآیۃ یا ایھا النبی لم تحرم ما احل اللہ لک وروی النسائی عن سعید بن جبیر ان رجلا سال ابن عباس فقال انی جعلت امراتی علی حراما فقال کذبت لیست علیک حراما ثم تلی یا ایھا النبی لم تحرم ما احل اللہ لک۔ بفضلہ اب تو شان نزول آیت کا احادیث صحیحہ سے ثابت ہو گیا اور جناب مخاطب کو انکار کی گنجایش نرہی پس ایسے فعل کو جو مرضی خدا اور رسول ہو شناعت عقلیہ مین داخل کرکے کالیان سنانا حضرت مخاطب ہی کا کام ہے ہم مسلمانون کی زبان سے تو نقل کرنے مین بھی کلیجہ کانپتا ہے

تنبیہ بعض روایات مین قصہ تحریم عسل کا بھی آیا ہے مگر جو قصہ ماریہ قبطیہ کا ہمنے ثابت کیا وہ صحیح ہے کیونکہ دوسری روایات مین یہ ثابت نہین ہوتا کہ کس بی بی کے گھر مین وہ قصہ تحریم کا ہوا اور راویون کا اختلاف بھی واقع ہوا اور ہماری مقبول روایت اسلیے زیادہ تر قابل وثوق ہے کہ صحابہ محققین مثل ابن عباس وغیرہ کا فتوے بھی اوسی کے موافق جاری تھا لہذا ہمارا قول راجح ہوگا نہ مرجوح قطع نظر اسکے ہم دونون روایتون مین توافق بھی کر سکتے ہین یعنے جائز ہے کہ معاملہ تحریم عسل کا بھی ہوا ہو اور تحریم ماریہ کا بھی اور آیت نے دونون کو حلال رہنے دیا وہو المقصود

بخاری مین ہے عن عبد اللہ بن مسعود عن النبی صلعم قال ما من احد اغیر من اللہ من اجل ذلک حرم الفواحش وما احد احب الیہ المدح من اللہ بفقطہ حیث ثابت ہوا کہ خدا تعالی سے زیادہ غیرت والا کوئی نہین ہے اور اسی واسطے اوسنے فواحش کو حرام

کر دیا ہے تو وطی کرنا لونڈیون کے ساتہ اگر فعل قبیح ہوتا کیونکر اوسکو حلال کر دیتا اور حرام کر لینا اوسکا ناپسند فرماتا نہ تو لونڈی غلام موجودہ کے ساتہ حلت وطی کی قائم رکھنا آئندہ بطور فئی کے حلال فرماتا نہ احللنا کا لفظ نازل ہوتا نہ فرضنا کا نہ آیہ لم تحرم ما احل اللہ لک نازل ہوتی جسطرح اور امور قبیحہ کی نسبت الفاظ فاحشۃ ومقتا وساء سبیلا وغیرہ ارشاد ہوے ہین رقیت مین سب سے زیادہ نازل ہوتے کہ ایسی پیچدار عبارت مین محض اشارہ وکنایہ کے ساتہ حرمت نازل ہوتی جسکو نہ اوسکے معنی خود رسول خدا سمجھے نہ اہل بیت نہ صحابہ نہ کوئی عالم آج کے زمانہ تک سمجھا محض جناب مخاطب ہی نے سمجھ پائے ہین سو وہ بھی ابتک ٹھیک نہین بتا سکتے کہ آیۃ من وقد افتح مکہ مین خواہ مخواہ نازل ہوئی ہے کما تعرف اور موطا امام مالک مین ہے ان عبدا لعبد اللہ بن عمر ابق وان فرسا لہ عار فاصابہا المشرکون ثم غنمہما المسلمون فردا علی عبد اللہ بن عمر وذلک قبل ان تصیبہا المقاسم بلغہ ان فیہ مثل ما لک یحیی جاء المشرکون غلامہ ثم غنمہ المسلمون فقال صاحبہ اولی بغیر ثمن ولا قیمۃ الخ بیان سے معلوم ہوا کہ باوجود بھاگ جانے غلامون کے اور پھر گرفتار آنے کے ملکیت اوسکے آقا کی سلب نہین ہوتی حالانکہ گرفتاری خرابی اصلی و جبلی ہے اوسپر اعادہ ملک کا متعذر ہوگا اور موطا مین ہے ولا ینبغی لحر ان یتزوج امۃ وہو یجد طولا لحرۃ ولا یتزوج امۃ اذا لم یجد طولا لحرۃ الا ان یخشی العنت وذلک ان اللہ تعالی قال فی کتابہ ومن لم یستطع منکم طولا ان ینکح المحصنات المومنات فمن ما ملکت ایمانکم من فتیاتکم المومنات وقال ذلک لمن خشی العنت منکم الخ بلفظہ الحمد للہ کہ ہمارا وہ بیان ثابت ہوگیا جو تفسیر من لم یستطع منکم طولا ان ینکح المحصنات الخ مین

لکھا گیا ہے اور لونڈیان مراد ہونا فتیات سے متعین ہو گیا اور
خیال مخاطب کا باطل ٹھہر گیا اور مؤید اسکی ہے دوسری حدیث
موطا کی جسکا شروع یہ ہے لا یحل نکاح امۃ یہودیۃ اور آخر مین
یہ عبارت ہے من فتیاتکم المومنات فہن الفتیات المومنات اور موطا مین ہے
ان عمر بن الخطاب رض وہب لابنہ جاریۃ فقال لا تمسہا فانی قد
کشفتہا الخ و وہب سالم بن عبد اللہ لابیہ جاریۃ فقال لا
تقربہا فانی قد اردتہا فلم انبسط الیہا دونون حدیث سے جواز ملک
یمین کا اور حلت وطی ساتھ لونڈیون کے اور حرام ہونا موطوءہ پدر کا
واسطے پسر کے جو خلیفہ رسول صلعم کے فعل اور قول سے ثابت
ہوتا ہے اور ہمارے واسطے سنت خلفاء راشدین حجت ہے
اور حدیث ثانی مؤید حدیث اول کی درباب اتحاد حکم صحابہ [illegible]
کے ہے اور یہ بھی موطا مین ہے ان رجلا سأل عثمان بن عفان
عن الاختین من ملک الیمین ہل یجمع بینہما فقال عثمان احلتہما آیۃ وحرمتہما
آیۃ اخری فاما انا فلا احب ان اصنع ذلک قال فخرج من عندہ فلقی رجلا
من اصحاب رسول اللہ صلعم فسألہ عن ذلک فقال لو کان لی من الامر شیء ثم وجدت احدا
فعل ذلک لجعلتہ نکالا قال ابن شہاب اراہ علی بن ابی طالب
ظاہر ہے کہ زمانہ خلافت عثمان غنی مین بھی وطی ساتھ لونڈیون کے حلال سمجھی جاتی تھی اور جمع
بین الاختین کا امتناع آیات قرآنی سے قرار دیا جاتا تھا جب کہ خصوصاً حضرت
عثمان و مرتضی علی سے مسئلہ پوچھا گیا تھا تو وہ صاف فرما دیتے
کہ بعد نزول آیۃ منّ و فدا کے رقیت اصل ہی مین حرام ہے ہان حضرت
مخاطب یہ کہہ سکتے ہین کہ مرتضی علی رض قرآن کے معنی خوب نہین سمجھتے تھے
اب الہام کے ذریعہ سے تحقیق ہوئے ہین وہو کما تری اور موطا
مین ہے ان رسول اللہ صلعم قال اذا تزوج احدکم المرأۃ او اشتری

الجاریة فلیاخذ بناصیتها ولیدع بالبرکة الحدیث
اس حدیث سے جواز خریداری لونڈیون کا آیندہ کے واسطے
بلا قید کسی زمانہ محدود کے ثابت ہوا اور بدون باقی رہنے استرقاق
کے خرید و فروخت متعذر ہے موطا مین ہے ان نفیعا مکاتبا
کان لام سلمة زوج النبی صلعم استفتی زید بن ثابت فقال انی
طلقت امرأة حرة تطلیقتین فقال زید بن ثابت حرمت
علیک انتہی بلفظہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خاص بیت
رسالت مین ازواج طاہرات کے پاس بھی ملک یمین رہتے تھے
اور مکاتبت بھی کیجاتی تھی اور چونکہ دوسری حدیث موطا سے پایا جاتا ہے
کہ استفتا کا قصہ زمانہ خلافت عثمان غنیؓ کا ہے تو معلوم ہوا کہ ایام
صحابیت کا وہ غلام تھا و من ادعی فعلیہ البیان موطا مین ہے ان رجلا سأل
ابن عباس عن العزل فدعی جاریة له فقال اخبریهم فكانها استحيت فقال هو ذلك
اما انا فافعله یعنی انه یعزل انتہی بلفظہ پس عبد اللہ بن عباسؓ امام علم تفسیر کے جن حضرت
مخاطب سے شاید کچھ زیادہ ہی معنی قرآن کے سمجھے ہونگے ایضا فیہ
ولیس مال العبد والمكاتب بمنزلة ما كان لهما من ولد انما اولادهما
بمنزلة رقابهما لیسوا بمنزلة اموالهما لان السنة التی لا اختلاف
فیها ان العبد اذا اعتق تبعه ماله ولم یتبعه ولده وان المكاتب اذا كوتب
تبعه ماله ولم یتبعه ولده انتہی بلفظہ یہ احکام رقیت کے جو سنت مجمع علیها
وغیر مختلف فیها ثابت ہوتے ہین بلا قید کسی زمانہ محدود کے ہے اور
قیامت تک جاری رہنی چاہیے و المقصود ایضا فیه باب ما لا یجوز
من العتق فی الرقاب الواجبة قال مالك ان احسن ما سمعت فی
الرقاب الواجبة انه لا یجوز ان یعتق فیها نصرانی ولا یهودی ولا یعتق
فیها مكاتب ولا مدبر ولا معتق الی سنین ولا ام ولد ولا اعمی ولا باس ان یعتق

النصرانی والیهودی والمجوسی تطوعا لان الله تعالی قال فی کتابه فاما منّا بعد واما فداء فالمنّ العتاقة
انتهی بلفظه معلوم ہوا کہ کفارۂ واجبہ مین اعتاق رقبۂ مومنہ شرط ہے
مگر اعتاق تطوع مین رقبہ غیر مومنہ بھی جائز ہے اور عتق سے
مراد وہ منّ ہے جو آیہ مستدلۂ مخاطب مین مذکور ہے اور ظاہر ہے
کہ عتق فرع ہے رقیت کی اور وہ عتق بھی طوع و رغبت پر منحصر ٹھہرا
نہ واجب تو ساری محنت مخاطب ذی فہم کی برباد ہوگئی اور بمقابلہ موطا
امام مالک کے اس کل حامی ملت نیچریہ کا کس شمار مین آئیگا اب
مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حدیث موصوف کی شرح بھی بغرض تلقین
یعنے محلی شرح موطا مین یہ عبارت ہے قوله فاما منا بعد الخ
ای فاما تمنون منّا بالاطلاق واما تعدون فداء بالاسترقاق
وهو ثابت عند الائمة الثلاثة منسوخ عند ابیحنیفة لقوله اقتلوا
المشرکین حیث وجدتموهم لان سورة براءة اخر ما نزل ومخصوص بحرب بدر
ویتعین عنده القتل او الاسترقاق فالمن العتاقة لاغیر بلفظه اور موطا مین ہے
مالك عن یحیی بن سعید انه قال توفی عبد الرحمن بن ابی بکر فی یوم نامه
فاعتقت عنه عائشة زوج النبی صلعم رقابا کثیرۃ فرمائیے کہ یہ غلام لونڈی جو بکثرت
حضرت عائشہ نے اپنے بھائی کے واسطے آزاد کیے قبل ہجرت
کے تھے یا بعد ہجرت کے ظاہر ہے کہ بعد ہجرت کے تھے تو ایسا
فعل قبیح و ملک ناجائز خاص بیت رسالت مین کیونکر چلا آیا اور
جب حضرت رسالت صلعم نے پسند کیا اور اپنی ازواج کو لونڈیان
و غلام بکثرت عنایت کرتے تھے تو سوا نے اوسکے جسکو رسول
صلعم کی سنت سے نفرت کلی ہوگی کوئی مسلمان حرمت استرقاق
یا شنائع عقلی مین ہونا اوسکا نہ کہیگا اور ہم کیونکر یہ تقریر مخاطب تحریر

[illegible]

قتل اور استرقاق کے سوا اور یہ کہ بینین سے اور مراد منّ سے سوا ہے آزادی کے اور یہ کہ بینین ١٢

٥ یعنے مالک نے یحییٰ بن سعید سے روایت کیا کہ وفات پائی عبد الرحمن بن ابی بکر نے پس آزاد کیا اونکی طرف سے حضرت عائشہ زوجۂ آنحضرت نے بہت غلام ١٢

تسلیم کر لین کہ آن حضرت صلعم محض رسم جاہلیت مروجہ کفار پر عمل
کرتے تھے اپنے فعل کے واسطے پابند حکم الٰہی کے نہ ہوتے تھے
اگرچہ بالبداہت ایسی بدگمانی کفر و الحاد ہے مگر حضرت صلعم کی عادات
احادیث سے ایسی ثابت ہوتی ہے کہ کتاب اللہ سے لونڈی غلامون
کے باب مین حکم دیا کرتے تھے اور جو بات وحی سے معلوم نہین
ہوتی تھی اوسپر فتوے دینے مین تامل فرماتے تھے چنانچہ حدیث
قصہ بریرہ کا جو موطا مین ہے اور صحیحین و لاء العبد العتیق کا مسئلہ
حضرت صلعم نے ارشاد فرمایا ہے اوس حدیث کے آخر مین ہے
ثم قال صلعم اما بعد فما بال رجال یشترطون شروطا لیست فی کتاب اللہ ما
کان من شرط لیس فی کتاب اللہ فهو باطل وان کان مائۃ
شرط قضاء اللہ احق وشرط اللہ اوثق وانما الولاء لمن اعتق بلفظہ
اور حضرت عثمان غنی نے اپنی خلافت مین ولاء عبد عتیق اوسکے
موالے کو دی چنانچہ موطا مین ہے فقضی عثمان للزبیر لولائهم بلفظہ
اس سے ثابت ہوا کہ زمانہ خلافت راشدہ مین برابر عمل قرآن پر
ہوتا رہا اور وہ ہمارے واسطے حجت ہے اور مکاتب کی باب مین
جسقدر احادیث ہین سب سے احکام استرقاق کے دوامی پائی جاتی ہین
چنانچہ موطا مین ہے عن ام سلمۃ زوج النبی کانت تقاطع مکاتبیها بالذهب
والورق بلفظہ قال مالک الامر المجتمع علیہ عندنا الذی لا اختلاف فیہ ان
المکاتب بمنزلۃ عبد العتقۃ سیدہ بعد خمس عشر سنین الخ اور بھی موطا مین ہے عن عبد اللہ
بن عمر ان جاریۃ له فکان یطأها ... بلفظہ کوئی مسلمان خیال بھی
نہین کر سکتا کہ عبد اللہ بن عمر حرمت فعل شنیع سے غافل و جاہل
تھے اور جناب پیغمبر آب سے بھی گئے گذرے تھے لہذا معاذ اللہ
خود مرتکب حرام کاری کے رہتے تھے اور موطا مین ہے عن مالک

نافع عن عبد اللہ بن عمر ان عمر بن الخطاب قال من باع عبدا و له مال فماله للبائع الا ان یشترط المتاع بلفظہ ایضا فیہ مالك عن یحیی بن سعید عن سالم بن عبد اللہ ان عبد اللہ بن عمر باع غلاما له بثمان مائة درهم فباعه بالبراءة فقال الذی تباعه لعبد اللہ بن عمر بالغلام داء لو تسمه لی فاختصما الی عثمان بن عفان فقال الرجل باعنی عبدا و به داء لو تسمه لی و قال عبد اللہ بعته بالبراءة فقضی عثمان علی عبد اللہ بن عمر ان یحلف له لقد باعه العبد و ما به داء یعلمه فابی عبد اللہ ان یحلف و ارتجع العبد فصح عنده فباعه عبد اللہ بعد ذلك بالف و خمس مائة درهم انتہی بلفظہ احادیث مذکورہ سے ثابت ہے کہ زمانۂ خلافت راشدہ میں بھی بیع و شرے لونڈی غلام کا جاری تھا اور خود حضرت خلفاے راشدین اوسکے جواز کا فتویٰ دیا کرتے تھے پس سنت خلفاے رسول صلعم سے انحراف کرنا محض تحکم جناب کا ہے اور مؤید اسکی ہے حدیث مالك عن ابن شهاب ان عبد اللہ ابن عبد اللہ بن عتبة بن مسعود اخبره ان عبد اللہ بن مسعود ابتاع جارية من امرأته زينب الثقفية و اشترطت عليه انك ان بعتها فهی لی بالثمن الذی بعتها به فسأل عبد اللہ بن مسعود عن ذلك عمر بن الخطاب فقال لا تقربها و فيها شرط لاحد بلفظہ ایضا فیہ عن نافع ان عبد اللہ بن عمر کان یقول لا یطأ الرجل ولیدة الا ولیدة ان شاء باعها و ان شاء وهبها و ان شاء امسكها و ان شاء صنع بها ما شاء من بیع و عتق و غیره بلفظہ ایضا فیہ مالك عن ابن شهاب ان عبد اللہ بن عامر اهدی لعثمان بن عفان جارية و لها زوج ابتاعها بالبصرة فقال عثمان لا اقربها حتی یفارقها زوجها الخ اور سنن ابی داؤد میں ہے عن جابر قال قال رسول اللہ صلعم ایما عبد تزوج بغیر اذن مولیه فهو عاهر انتہی ملاحظہ فرمائیے کہ خود رسول صلعم یہانتک استرقاق کو قوت دیتے تھے کہ عبد کا نکاح بھی بغیر اذن مولی کے منع فرمایا اور استعمال لفظ عبد و مولی کا

بھی منافی توہمات مخاطب کا ہے فافہم اور سنن ابی داود مین ہے
عن رویفع بن ثابت الانصاری قال قام فینا خطیبا قال اما انی لا اقول لکم
الا ما سمعت رسول اللہ صلعم یقول یوم حنین قال لا یحل لامرئ یومن باللہ
والیوم الاخر ان یقع علی امراۃ من السبی حتی یستبرئہا ولا یحل لامرئ یومن باللہ
والیوم الاخر ان یبیع مغنما حتی یقسم بلفظہ ایضا فیہ قال فی سبایا اوطاس
لا توطأ حامل حتی تضع ولا غیر ذات حمل حتی تحیض حیضۃ بلفظہ
دونون حدیث سے ثابت ہوا کہ غزوۂ اوطاس وحنین مین بھی
استرقاق رسول صلعم نے حلال فرمایا حالانکہ یہ دونون بعد فتح مکہ
کے ہین اور عدت واستبرا بھی ضروری ٹھہرا ہے پھر اوسکو کسواسطے
حرکت بہائم مخاطب نے قرار دیا ہے اور سنن ابی داود مین ہے
باب فی المن علی الاسیر بغیر فداء حدثنا موسی بن اسمعیل ثنا حماد قال ثنا
ثابت عن انس ان ثمانین رجلا من اہل مکۃ ہبطوا علی النبی صلعم واصحابہ من
جبال التنعیم عند صلوۃ الفجر لیقتلوہم فاخذہم رسول اللہ صلعم سلما فاعتقہم
رسول اللہ صلعم فانزل اللہ عز وجل وہو الذی کف ایدیہم عنکم وایدیکم
عنہم ببطن مکۃ الخ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قبل فتح مکہ کے
عمل من کرنیکا اساری پر جاری تھا لامحالہ نزول آیۃ من وفدا کا سنہ
مین نہین ہوا ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ من سے مراد عتق ہے
جو فرع ہے رقیت کی کیونکہ بغیر ثبوت ملک کے عتق متحقق نہوگا
ایضا فیہ باب فی فداء الاسیر بالمال قال حدثنی عمر بن الخطاب قال لما کان یوم
بدر فاخذ یعنی النبی صلعم الفداء انزل اللہ عز وجل ما کان لنبی
ان یکون لہ اسری حتی یثخن فی الارض الی قولہ لمسکم فیما اخذتم
من الفداء ثم احل لہم الغنائم بلفظہ
اس حدیث سے ظاہر ہے کہ بعد تنبیہ کے غنیمت حلال کی گئی ہیں

نزول آیۃ من و فدا کا اوسوقت ہین کیونکر خلاف عقل ہوگا
سنن ابی داؤد مین ہے قال خرجنا مع ابی بکر و امرہ علینا رسول اللہ
صلعم فغزونا فزارۃ فشننا الغارۃ ثم نظرت الی عنق من الناس فیہ الذریۃ والنساء
فرمیت بسہم فوقع بینہم و بین الجبل فقاموا فجئت بہم الی ابی بکر و فیہم
امرأۃ من فزارۃ علیہا قشع من ادم معہا بنت لہا من احسن العرب فنفلنی
ابوبکر بنتہا فقدمت المدینۃ فلقینی رسول اللہ صلعم فقال لی یا سلمہ
ہب لی المرأۃ فقلت واللہ اعجبتنی وما کشفت لہا ثوبا فسکت حتی اذا کان
من الغد لقینی رسول اللہ صلعم فی السوق فقال لی یا سلمہ ہب لی
المرأۃ للہ ابوک فقلت یا رسول اللہ صلعم واللہ ما کشفت لہا ثوبا
وہی لک فبعث بہا الی اہل مکۃ وفی ایدیہم اسری ففداہم بتلک المرأۃ انتہی بلفظہ
اس حدیث سے حلت استرقاق کی اور بغیر خوشی و اختیار کے واپس لینے
اور اپنے قیدیون کے بدلے مین کفار کا قیدی دینا فدا ہی ثابت ہوا
ایضا فیہ قال لما فتحنا خیبر اخرجوا غنائمہم من المتاع والسبی فجعل الناس
یتبایعون غنائمہم الحدیث معلوم ہوا کہ خیبر مین بھی لونڈی غلام بنائے گئے
اور فروخت بھی ہوئے صحیح ترمذی مین ہے باب ما جاء فی اقامۃ
الحد علی الاماء عن ابی عبد الرحمن السلمی قال خطب علی فقال
یا ایہا الناس اقیموا الحدود علی ارقائکم من احصن منہم و من لم یحصن
وان امۃ لرسول اللہ زنت فامرنی ان اجلدہا الحدیث
اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت رسول صلعم کے پاس سوا
ماریہ اور ریحانہ اور جویریہ اور صفیہ کے اور بھی لونڈیان تھین جویریہ
اور صفیہ کو ازواج مین داخل فرمایا باقی لونڈیان رہین اور زمانہ
خلافت رابعہ تک حلت استرقاق کی اور عمل صحابہ و خلیفہ رسول صلعم
اوسیر ظاہر ہو گیا ایضا فیہ باب ما جاء فی کتابۃ الشروط

حدثنا عبد المجید بن وهب قال قال لی العداء بن خالد بن هوذة الا اقرئک کتابا کتبہ لی رسول اللہ صلعم قال قلت بلی فاخرج لی کتابا هذا ما اشتری العداء بن خالد بن هوذة من محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اشتری منہ عبدا او امة لا داء ولا غائلة ولا خبثة بیع المسلم المسلم بلفظہ

اب تو سند تحریری رسول صلعم کی مل گئی مگر حضور اب تک اوہام مین گرفتار ہین اور صحیح ترمذی مین ہے باب ماجاء فی شراء العبد بالعبدین حدثنا قتیبة ثنا اللیث عن ابی الزبیر عن جابر رضی اللہ عنہ قال جاء عبد فبایع النبی صلعم علی الهجرة ولا یشعر النبی صلعم انہ عبد فجاء سیدہ الاسیر یدہ فقال النبی صلعم بعنیہ فاشتراہ بعبدین اسود بن الحدیث فرمایئے اگر لونڈی غلام موجودہ ایام جاہلیت مثل حربی تھا تو بیع وشری غلامون کی خود حضرت صلعم کہان سے کرتے تھے اور کیونکر اوس فعل کے مرتکب ہوتے تھے جو خلاف نیچر تھا اور اجتماع النقیضین عبدیت وحریت کا کیونکر ہوتا تھا جیسا کہ آپکا مقولہ ہے اور صحیح ترمذی مین ہے باب ماجاء فی قتل الاساری والفداء عن علی رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلعم قال ان جبرائیل علیہ السلام هبط علیہ فقال لہ خیرهم یعنی اصحابک فی اساری بدر القتل والفداء ان یقتل منهم قابلا مثلهم قالوا الفداء ویقتل منا الخ بلفظہ ایضا فیہ عن عمران بن حصین رضی اللہ عنہ ان النبی صلعم فدی رجلین من المسلمین برجل من المشرکین هذا حدیث صحیح الی قولہ والعمل علی هذا عند اکثر اهل العلم من اصحاب النبی صلعم وغیرهم ان للامام ان یمن علی من یشاء من الاساری ویقتل من شاء منهم ویفدی من شاء واختار بعض اهل العلم القتل علی الفداء وقال الاوزاعی بلغنی ان هذہ الآیة منسوخة قولہ تعالی فاما منا بعد واما فداء نسختها فاقتلوهم حیث ثقفتموهم

ف یعنی عمران بن حصین سے روایت ہے کہ آنحضرت نے فدیہ میں دو مسلمان کو ایک مشرک کے بدلہ دیا یہ حدیث صحیح ہے اور ترمذی نے بعد اسکے یہ لکھا ہے اور اسی پر عمل ہے

ایضا فیه قال اسحٰق بن منصور قلت لاحمد اذا اسر الاسیر یقتل او یفادی
احب الیک قال ان قدروا ان یفادوا فلیس به باس وان قتل
فما اعلم به باسا ان حدیثون سے ثابت ہوا
کہ آیۃ مستدلہ مخاطب منسوخ ہوگئی ہے اور من وفدا بھی اختیاری تھا
نہ وجوبی اور قتل بھی جائز ہے مذہب امام ابو حنیفہ رح کا مطابق
ہے عمل صحابہ کرام کے ایضا فیه باب ما جاء فی النزول علی الحکم
عن جابر قال رمی یوم الاحزاب سعد بن معاذ الی قوله فلما رای
ذلک قال اللهم لا تخرج نفسی حتی تقر عینی من بنی قریظة فاستمسک
عرقه فما قطر قطرة حتی نزلوا علی حکم سعد بن معاذ فارسل الیه
فحکم ان تقتل رجالهم وتستحیی نساؤهم یستعین بهن المسلمون فقال
رسول الله صلعم اصبت حکم الله فیهم وکانوا اربعمائة فلما فرغ من قتلهم انفتق عرقه
فمات وفی الباب عن ابی سعید وعطیة القرظی وهذا حدیث حسن صحیح بلفظه
اس حدیث سے ظاہر ہے کہ جو حکم سعد بن معاذ نے دیا اوسکو
حضرت رسول صلعم نے موافق حکم خدا تعالیٰ کے فرمایا اور اوسپر
عمل کیا احتمال وہم راوی کا نہین ہے جیسا کہ مخاطب نے خیال
کیا ہے ایضا فیه باب من یستعمل علی الحرب عن البراء ان النبی صلعم
بعث جیشین وامر علی احدهما علی بن ابی طالب وعلی الاخر
خالد بن الولید وقال اذا کان القتال فعلی قال فافتتح علی حصنا
فاخذ منه جاریة الحدیث یہ غزوہ بعد فتح مکہ کے ہے اگر
آیۃ من وفدا کا وہ مطلب ہوتا جو مخاطب نے سمجھا ہے تو
مرتضی علی علیہ السلام خلاف اوسکے اپنے واسطے لونڈی
نہ لیتے اور بھی ایک صحیح ترمذی مین ہے جسمین یہ قصہ
لکھا ہے کہ ابو الہیثم کے پاس کوئی غلام نہ تھا تب رسول صلعم نے

اون سے فرمایا کہ جب ہمارے پاس قیدی کفار کے آوین تب
حاضر ہونا ہم تمکو غلام دین گے چنانچہ ایسا ہی ظہور مین آیا لفظ
حدیث کی بقدر موضع استدلال کے یہ ہین فاتاہ ابو الهیثم فقال النبی صلعم
اختر منهما فقال یا نبی اللہ اختر لی فقال النبی صلعم
ان المستشار مؤتمن خذ هذا الحدیث
اور صحیح نسائی مین حدیث ہے جسمین یہ مذکور ہے کہ حضرت
فاطمہ زہرا علیہا السلام نے سلسلہ طلا کو فروخت کر کے ایک غلام
خریدا اور آزاد فرمایا الفاظ حدیث بقدر ضرورت یہ ہین فارسلت
الی السوق فباعتها واشترت بثمنها غلاما وقال مرة عبدا الخ
اگر لونڈی غلام کی خرید فروخت حرام ہوتی تو اہل بیت کو ضرور معلوم ہوتا
کما لایخفی اور ترمذی مین ہے قال صلعم احفظ عورتك الامن
زوجتك او ما ملکت یمینك الحدیث معنی ملک یمین کی
سمجھ لیجیے الحاصل صدہا حدیث موجود ہین کہان تک نقل کیجاوین
ہٹ دھرمی اور تعصب کا ہمارے پاس کچھ علاج نہین ہے ورنہ
رسول صلعم اور صحابہ اور اہل بیت اور ائمہ ہدیٰ اور تمام اکابر دین کا
عمل اور قول ہمارے موافق ہے اور ۳۴ آیات قرآنی مین
حلت استرقاق موجود ہے جب یہ حال ہے تو الفاظ حدیث
ابوداود و ترمذی یعنے واستحیوا شرخهم ای صبیانهم کا ذکر لکھکر بحث کرنا
مخاطب کا عبث ہے ہمنے مانا کہ استحیوا شرخهم کے معنی مین صرف
زندہ رکھنا بیان کرکے آپکو موقع کلام کا ملا ہے مگر یہ تو سمجھیے
کہ وہ بعد قتل مشرکین کے کسکے پاس زندہ رہین گے اور کون انکی
پرورش کریگا ظاہر ہے کہ اہل اسلام کرینگے تو رقیت پر کیا استبعاد
وارد ہوتا ہے محاورہ الفاظ احادیث کا دیکھنا چاہیے کہ یہ لفظ

استرقاق کے باب مین بھی مستعمل ہوا ہے یا نہین ابھی ہم حدیث قصہ سعد بن معاذ کی نقل کر چکے ہین جسمین لیستحیی نسائہم موجود ہے اور بالاتفاق وہان استرقاق مراد ہے ایسا ہی یہان بھی مراد لیا ہے

قولہ اگر فعل رسول صلعم کا جواز استرقاق مین ہو تو آمنا وصدقنا الخ **اقول** فعل رسول صلعم کا احادیث کثیرہ سے ہم ثابت کر چکے اور حکم خدا تعالے کا بھی آیات قرآنی سے ظاہر ہو چکا اب ضرور آمنا وصدقنا کہنا چاہیے

قولہ قال اللہ تبارک وتعالی فاذا لقیتم الذین کفروا فضرب الرقاب حتی اذا اثخنتموہم فشدوا الوثاق فاما منا بعد واما فداء اس آیت مین لڑائی کے قیدیون کے چھوڑ دینے کا حکم صاف دیا ہے اور لفظ اما اور انما کا حصر کے لیے آتا ہے الخ **اقول** عبارات تفاسیر کی جسقدر آپ نے لکھی ہین کسی مین یہ نہین لکھا ہے کہ آیت منا وفدا مین امر وجوب کے واسطے آیا ہے یا استرقاق اوس سے منع ہو گیا ہے یا وہ فتح مکہ مین نازل ہوئی یا منسوخ نہین ہوئی ہے پھر آپ کو کچھ فائدہ نہوگا علاوہ اسکے آپ تو دعوے کرتے ہین کہ کسی عالم کے قول پر ہم اعتماد نہین کرتے کتاب وسنت سے اپنا مذہب ثابت کرنیکا وعدہ ہوا ہے لازم ہے کہ کوئی حدیث شان نزول وزمانہ نزول مین پیش کیجیے اور جب دعوے کی دلیل موجود نہین ہے تو اپنے توہمات سے تمام امت کے خلاف بیان کرنے سے کیا حاصل ہوگا اب ہم سوال کرتے ہین کہ اگر مراد آیت کی وہ ہی ٹھہرائی جاے جو جناب نے سمجھی ہے تو نہ فدیہ مل سکتا ہے نہ احسان ہو سکتا ہے کیونکہ احسان تو اوسوقت ہو جب نہ چھوڑنا قیدی کا بھی اپنے

اختیار مین رہے واجب اور فرض کی تعمیل تو خواہ مخواہ کرنی پڑیگی
اور ایسے واجبات مین کسی پر احسان کیونکر ہوگا باقی رہا فدیہ سو
جب ہر حال مین چھوڑ دینا واجب ٹھہرا نہ تو قتل کا اختیار رہا نہ استرقاق کا
نہ کوئی دوسرا اقا یو رہا ہے تو فدیہ کیون مانگا اور کسواسطے کوئی قیدی
دیگا وہ تو خوب جانتا ہے کہ جھک مارینگے اور چھوڑ دینگے لامحالہ
نہ احسان ہے نہ فدا ہان اگر من و فدا اختیاری ہوا ور استرقاق و قتل کا
بھی خوف موجود ہو تو دونون حکم صحیح ٹھہرینگے اور عمل ہوسکیگا آپ کی
مذاق پر ایسا حکم نازل ہوا ہے جسکی تعمیل سے مسلمانون کو کوئی فائدہ
نہین ہے اس سے تو بہتر تھا کہ قیدی نہ کیے جاتے مگر اب تو اس حکم نے
لشکر اسلام کو شکست دینے کا سامان ڈال دیا یعنے مثلاً چار پانچہزار
قیدی آگئے اور وہ کہنے لگے کہ تم ہمارا کیا کرسکتے ہو نہ تمہارا اچھہ
اختیار ہے نہ ہم فدیہ دینگے نہ تمہارا احسان مانینگے آخر اہل اسلام
اور امیر لشکر اسلام اپنا سا منہ لیکر رہ جائینگے مجبور ہوکر کہین گے
کہ جاؤ رخصت ہو جب وہ قہقہہ مارتے ہوے جائینگے پھر فوراً
لڑنے کو آئینگے ہزار دفعہ پکڑے جائینگے مگر صحیح سلامت گھر کو
آئینگے کبھی لڑائی ختم نہوگی اور مجبوری سواے قتال کے کچھہ بھی
کرنا نہوگا اگر خوف قتل و استرقاق کا نرہا تو نہ لڑائی کا خاتمہ ہے
نہ احسان ہے نہ فدیہ ہے کیا عمدہ معنی آیت کے آپ نے
سمجھے ہین سبحان اللہ وبحمدہ اور یہ بھی آپکا گمان غلط ہے کہ سورۂ
محمد صلعم فتح مکہ مین سنہ ۸ ہجری مین نازل ہوئی ہے کما ستعلم اور
ہم نہین تسلیم کرتے کہ وہ سورۂ برأت سے بھی متاخر ہے اور
یہ بھی غلط نکلا کہ بعد نزول آیت کے استرقاق پر رسول صلعم نے
عمل نہین کیا بلکہ ہم ثابت کرچکے اور احادیث کثیرہ لکھہ آئے

کہ برابر استرقاق جاری رہا ہے اور آپ کے احتمالات کا سر حدیث
کی ذیل مین جواب دیا گیا ہے قطع نظر اسکے یہ بھی ثابت ہو چکا
کہ آیت والمحصنات من النساء الا ما ملکت ایمانکم بعد فتح مکہ کے نازل
ہوئی ہے تو اگر آیۃ من وفدا حضور والاہی کے موافق سمجھی جاوے
تو بھی منسوخ ہو گئی ہے اور حرمت استرقاق کی باقی نہین رہی پس
اب ہمکو ضرورت بحث کی نرہی اور احادیث سے ہم یہ بھی ثابت کر چکے
کہ حکم من وفداء کا وجوبی نہین ہے اختیاری ہے یعنے اگر امیر اسلام
چھوڑ دینا چاہے تو احسان کرے یا فدیہ لے اور منسوخ ہو جانا اس
آیۃ کا آیۃ سیف سے بھی صحیح ترمذی سے ثابت ہو گیا اور من وفداء
کی مراد بھی موطا امام مالک اور دیگر احادیث سے ظاہر ہو چکی اب سوا
اسکے کہ طول کلام مجبوری کرنا پڑتا ہے اور کوئی تقریر آپکی باقی
نہین رہی ہے **قولہ** ہم دعوے کرتے ہین کہ سورۂ محمد مکہ مین بزمانہ
فتح مکہ یعنی ۸ھ مین نازل ہوئی ہے اور اس دعوے کے
ثبوت پر تین قطعی دلیلین ہین اول یہ کہ تفسیر بیضاوی مین بعض
علما کا قول لکھا ہے کہ سورۂ محمد مکہ مین نازل ہوئی ہے **اقول**
واہ واہ واہ یا بابین شوراشوری یا بابین بے نمکی دھوم دھام تو وہ مچادی
کہ ہم کسی ملا مجتہد محدث مفسر حتے کہ صحابی کا بھی قول نہین مانینگے
صرف کتاب وسنت سے اپنا دعوے ثابت کرینگے مگر پہلی ہی بسم اللہ
غلط ہو گیا اور بیضاوی کے قدمون پر گرے وہ بھی محض مقلدانہ
نہ محققانہ جس تقلید کا نام ظلمت وضلالت وکفر وشرک واندھا پن
تھا اپنے مطلب کے واسطے کیسے حلال طیب عین ایمان روشنی
چشم ہو گئی ہے خیر یون ہی سہی مگر پہلے خاکسار کے اعتراضات کا
جواب دیجیے **اولاً** بیضاوی نے کسکا قول نقل کیا ہے کہ سورہ محمد

فتح مکہ مین نازل ہوئی ہے اوسنے مکی ہونا سورہ محمد کا بلفظ تضعیف
بیان کیا ہے جسکو وہ خود مردود سمجھتا ہے پھر وہ قول کیونکر تحقیقاً
یا الزاماً قابل استدلال ہوسکتا ہے نہین معلوم کسکا قول ہے
اور وہ کیا سند اپنے پاس رکھتا ہے **ثانیاً** بیضاوی کا دائب یہ
بھی حضور کو معلوم نہین ہے کہ سورتون کے مکی و مدنی ہونے سے
کیا مراد ہوتی ہے اسے حضرت اشہر اقوال مفسرین کا یہی ہے
کہ قبل ہجرت کے سورتون کو مکی اور بعد ہجرت کے سورتون کو
مدنی کہتے ہین آپ کے پاس کیا سند ہے کہ فتح مکہ سے مراد
بیضاوی کی ہے اصطلاح مفسرین کے خلاف معنے لگانا آپ ہی کا
کام ہے پس جب آپ کے پاس کوئی دلیل نہین ہے تو قبل
ہجرت کے نازل ہونا سورہ محمد کا اوس قول سے مراد ہوگی
اور وہ آپکے واسطے سم قاتل ہے **ثالثاً** بیضاوی کا دستور ہے
کہ جب صحت کے ساتھ اوسکو معلوم ہوتا ہے تو مکی خواہ مدنی
ہونا سورہ کا لکھدیتا ہے کچھ اختلاف نقل نہین کرتا ہے مگر جب
کوئی دوسرا قول قابل التفات کسی سورہ کے نزول مین پاتا
تو اوسکو بلفظ مختلف فیہا لکھدیتا ہے مگر جب محض دواسیات
قول ہوتا ہے اور اوسکی کچھ سند نہین ہوتی تو بلفظ قیل لکھا کرتا
اور اگر کسی سورہ مین کسی آیۃ کو مستثنے کرنا چاہتا ہے تو وہ بھی
لکھدیتا ہے اب دیکھنا چاہیے کہ سورہ محمد کی نسبت اوسنے
کیا لکھا ہے یہ عبارت ہے سورۃ محمد صلعم و یسمی
سورۃ القتال وہی مدنیۃ وقیل مکیۃ انتہی بلفظہ خاکسار
عرض کرتا ہے کہ سورہ صف و سورہ حدید کی نسبت بھی بیضاوی
لکھتا ہے کہ مدنیۃ وقیل مکیۃ کیا یہ دونون بھی [illegible]

اور اونکے مکیہ ہونے سے کیا مراد ہے اور وہ یہی مراد سورۂ محمد
صلعم مین کسواسطے نہین ہے آپ بیضاوی کے اصطلاح پر مبنی
بیان کرینگے یا اپنے دل کی خوشی سے تفسیر بالائے علیہ القائل
جائز ہے ز ابعاً ہم نہین تسلیم کرتے کہ ہر سورہ مجموعاً و مرتباً
نازل ہوا ہے بلکہ اکثر ایسا موجود ہے کہ سورۂ مکی ہین آیات
مدنی اور مدنی مین مکی شامل ہین اتقان وغیرہ کتب کو ملاحظہ کیجئے
پھر کیا دلیل ہے کہ آیت من وفدا فتح مکہ مین نازل ہوئی ہے
جائز ہے کہ مدنی ہو مگر قبل فتح مکہ اور بعد ہجرت کے نازل ہوئی ہو
تمام آیات کی نسبت سنہ اور زمانہ نزول کا کہان لکھا ہے
ہم کہتے ہین کہ جب آپ کے پاس کوئی سند نہین ہے تو قطعی
دلیل کس شے کا نام ہے اور قطعیت کسکو کہتے ہین سبحان اللہ
احادیث صحیحہ تو قطعی نہ ٹھہرین اور نزول آیہ من وفدا کا فتح
مکہ مین قطعی ہو جاوے اسی کا نام تنقید اور انصاف اور تحقیق ہے
تو پھر تعصب و تحکم و مکابرہ کسکو کہتے ہین خامساً بیضاوی کی
کس لفظ کی یہ مراد ہے کہ فتح مکہ مین نازل ہوئی ہے تو ایجاد
حضور سے ہے بیضاوی کو ناحق بدنام کیا ہے سادساً اگر فرض کیا جاوے
کہ بعد ہجرت مکہ مین ہی نازل ہوئی ہے تو فتح مکہ کے وقت نازل ہونا
کس نے لکھا ہے یا حضور کو الہام ہوا ہے سابعاً ہم تمام قصہ
آپ کے اوہام کا ختم کرتے ہین یعنے آپ کا یہ دعوے ہے
کہ تمام سورۂ محمد فتح مکہ مین نازل ہوئی ہے اسیواسطے آیت
من وفدا بھی فتح مکہ مین نازل ہوئی ہوگی کیونکہ بیضاوی نے صرف
آیت من وفدا کا نزول مکہ مین نہین لکھا ہے بلکہ سورہ کا نزول
بلفظ قیل بیان کیا ہے تو آپ قیاس کرتے ہین کہ یہ آیت بھی

تکی ہوگی اور اس سے زیادہ کوئی دلیل آپ کے پاس نہین ہے
مگر ہم ثابت کرتے ہین کہ اسی سورۂ محمد مین ایک آیت ہے
جو وقت ہجرت کے نازل ہوئی تھی وہ یہ ہے وکاین من قریۃ
ھے اشد قوۃ الآیہ کتاب اسباب النزول مین لکھا ہے
قال البیضاوی فی جمال القرآن لما ھاجر رسول اللہ صلعم نظر الی مکۃ
وبکی فانزل اللہ ھذا الایۃ بلفظہ یعنے جب رسول صلعم نے ہجرت کی مکہ سے
تو اوسکے مفارقت سے رونے لگے تب اللہ تعالے نے یہ آیت
نازل فرمائی سورۂ محمد تو تمام فتح مکہ مین نازل ہوئی ہے
پھر آیت موصوفہ بھی اوسیوقت آپ کے مذاق پر نازل ہوئی ہوگی
حالانکہ عند المفسرین المحققین ایسا نہین ہوا تو اب مان لینا پڑیگا
کہ تمام سورۂ محمد فتح مکہ مین نازل نہین ہوئی ہے اور مجبور ہوکر
خاص آیت من وفدا کا نزول فتح مکہ مین ثابت کرنا پڑیگا وانی لکم
ذلک ثامنًا اگر ہم فرض کرلین کہ آیت من وفدا قصہ بدر مین
نہین نازل ہوئی تھی تو بھی یہ لازم نہین آتا کہ فتح مکہ مین نازل ہوئی ہو
جائز ہے کہ قبل فتح مکہ کے کسی زمانہ مین نازل ہوئی ہوگی واذا جاء
الاحتمال بطل الاستدلال ایتو قطعی دلیل کہنا اپنے وہم وخیال کو محض
تحکم ہے تاسعًا جب احادیث صحیحہ سے ہم ثابت کرچکے کہ بعد
فتح مکہ کے حضرت صلعم نے اور مرتضے علی نے استرقاق جاری رکھا
تو ضرور ہے کہ ایسے زمانہ قرب نزول مین حکم آیت کا سہو ومحو
نہوگیا ہوگا پس ضرور ہے کہ وہ آیت یاتو منسوخ ہوگی یا اوسکا
حکم وجوب کے واسطے نہوگا عاشرًا باب فی المن علی الاسیر
بغیر فداء سنن ابی داؤد مین ہے اوسمین حدیث ان ثمانین رجلا
من مکۃ ھبطوا الخ موجود ہے اور ہم نقل کرچکے اوس سے

یعنے کہا بیضاوی نے جمال القرآن مین کہ جب ہجرت فرمائی رسول اللہ صلعم نے دیکھا مکہ اور آپ روئے تب اوتارا اللہ نے یہ آیت یعنے بہت گاؤن ایسے ہین جو بہت قوت والے ہین ۱۲

ثابت ہوتا ہے کہ عام حدیبیہ میں احسان کرکے حضرت نے
قیدیوں کو چھوڑ دیا تھا حالانکہ یہ واقعہ سنہ ہجری سنہ ۶ کا ہے
تو لامحالہ آیت من و فدا واقعہ حدیبیہ سے پہلے نازل ہوئی ہوگی
کیونکہ عمل آنحضرت صلعم کا موافق وحی اور آیت قرآنی کی ماننا پڑیگا
ورنہ نزول آیت وھو الذی کف ایدیھم عنکم وایدیکم عنھم ببطن مکۃ کا عین
فتح مکہ میں لازم آئیگا جو نہ موافق مضمون آیت کے ہے نہ کسیکا
قول ہے نہ اوسکی کوئی سند ہے علے ہذا القیاس حکم اخذ فدا کا
بھی غزوہ بنی المصطلق سے پہلے معلوم ہوتا ہے کیونکہ احبنا الفداء
ابو سعید خدری کی روایت میں موجود ہے پھر اگر حکم اخذ فدا کا
نہوتا تو ابو سعید خدری ایسا نفرماتے **قولہ** حضرت ابن عباس کا
یہ قول تفسیر کبیر میں ہے الخ **اقول** حضرت ابن عباس کا قول
آپ نے کس مطلب سے لکھا ہے اگر یہ مقصود ہے کہ جو دعوی
جناب کا ہے کہ آیت من و فدا فتح مکہ میں نازل ہوئی ہے اوسپر
وہ قول ابن عباس کا دلالت کرتا ہے تو حاشا وکلا ہرگز اوس
قول میں کوئی جملہ ایسا نہیں ہے جو دلیل قرار دیا جاوے اور اگر
یہ مراد ہے کہ عین غزوہ بدر میں یا وقت حاضر ہونے قیدیوں کے
نزول آیت من و فداء کا اوسمیں مذکور نہیں ہے بلکہ اوسوقت
آیت ماکان لنبی ان یکون لہ اسری حتی یثخن فی الارض نازل ہوچکی تھی اور بعد
اوسکے جب شوکت اسلام وکثرت مجاہدین ہوگی تب آیت من و فدا
نازل ہوئی اور اس قول سے نزول آیت من و فدا کا بدر میں غلط
ٹھہریگا تو بھی آپکا دعوی ثابت نہوگا کیونکہ ہمارا یہ دعوے نہیں ہے
کہ پہلے آیت ماکان لنبی ان یکون لہ الخ نازل نہیں ہوئی تھی بلکہ ہمارا یہ بیان
ہے کہ فتح مکہ میں نازل ہونا اوسکا غلط ہے اور قبل فتح مکہ کی

مدینہ مین نازل ہوئی ہے عام اس سے کہ بدر کے معاملہ مین نازل ہوئی ہو اور مخصوص ہو واسطے بدر کے قیدیون کے یا بعد اوسکی کسی وقت مین نازل ہوئی ہو اب ہم کہتے ہین کہ قصہ بدر مین نازل ہونا بھی خلاف قیاس نہین ہے کیونکہ غزوۂ بدر پہلا مقابلہ ہے مسلمانون کا کفار سے اور اوس سے پہلے نہ تو حلت غنائم کا حکم نازل ہوا تھا نہ قیدیون کو فدیہ لیکر چھوڑنیکا یا احسان کر کے چھوڑنے کا حکم موجود تھا صحابۂ کرام نے قبل اس سے کہ اچھی طرح قتل اور استیصال ائمۃ الکفر کا کرلین احسان کر کے یا فدیہ لیکر چھوڑ دینا منظور کیا اسپر تنبیہ کی آیت نازل ہوئی اور یہ حکم ہوا کہ جب تک خوب قتال نکر لو قیدی کر کے کفار کو چھوڑ دینا مناسب نہ تھا اور ما کان لنبی ان یکون لہ اسری حتی یثخن فی الارض نازل ہوئی بعدہ جب حضرت صلعم اور صحابۂ کرام کا گریہ وزاری ارحم الراحمین نے قبول فرمایا تو جو کچھ قیدیون سے لیا گیا تھا یا جو کچھ مال غنیمت تھا وہ حلال کیا گیا اور وہ خطا معاف کی گئی اور فکلوا مما غنمتم حلالا طیبا الخ نازل ہوئی جب غفران کا وعدہ ہوگیا تو اب ضرور تھا کہ آیندہ کے واسطے کوئی حکم صاف و صریح نازل ہو یعنے اگر پھر کبھی قیدی پکڑے آوین تو من و فدا جائز ہے یا نہین اوس شبہہ کو دوسری آیت نے رفع کر دیا اور صاف حکم جواز من و فدا کا نازل ہوا مگر وہی شرط دوسری آیت مین بھی لگادی گئی جو پہلی آیت مین تھی مضمون دونون آیتون کا ایک مطابق ہے کہ اصل مادہ لفظ کا بھی واحد ہے یعنے آیت اولے مین فرمایا حتی یثخن فی الارض اور دوسری آیت مین ارشاد ہوا اذا اثخنتموھم الخ اور مراد یہ ٹھہری کہ من و فدا بعد

قتال شدید کے جائز ہے نہ قبل اوس سے تو آیت من و فدا
بالکل مطابق ہے قصۂ بدر سے جسکو حضرت مخاطب مخالف
سمجھ رہے ہین اصل وجہ غلطی فہم شریف کی یہ ہے کہ پہلی آیت
مین عتاب کا نازل ہونا دیکھ لیا مگر تمام آیتون کا تو غور نفرمایا
بہت معاملات ایسے ہین جنمین اول تادیب و تنبیہ ہوئی ہے
بعدہ معافت کی گئی ہین اسیطرح یہ معاملہ بدر کا ہے اور وجہ
تادیب کی اول مرتبہ مین اور پھر جائز ہونے من و فدا کے آخر
مین یہ ہوئی کہ پہلے لڑائی اسلام کی تھی اوسمین جسقدر کفار ہاتھ
آئے تھے اونکے قتل کرنے سے رعب اہل اسلام کا اور ذلت
و خواری کفار کی بخوبی ہو سکتی تھی مگر بغیر موجود ہونے کسی حکم خاص
کے صحابہ نے مال کا لینا قبول کر لیا تھا جب قیدیون کا معاملہ
سمجھا دیا گیا تو آیندہ کے واسطے خواہ انہین قیدیون کے
واسطے حکم ہو گیا کہ بعد قتال کے من و فدا جائز کر دیا جاتا ہے
بہر کیف وقت اسیر ہونے قیدیون کے لڑائی باقی تھی اور بعد
فتح کے حتے تضع الحرب اوزارہا کا مطلب صادق آگیا الا
حتے یثخن فی الارض تک قتل ہی واجب تھا آپ جو بیان کرتے ہین
کہ قول ابن عباس کا آپکے حق مین مفید نہین ہے کیونکہ وہ
اسقدر فرماتے ہین کہ قبل غلبہ اہل اسلام سے یہ حکم نہ تھا
کہ قیدیون کو قتل نکرنا جائز ہو جیسا کہ آیت ماکان لنبی ان یکون
له اسری مین ارشاد ہوا مگر بعدہ چونکہ غلبہ اہل اسلام کا ہو گیا
اور مسلمان زیادہ ہو گئے تو آیت من و فدا نازل ہوئی اور اختیار
من و فدا وغیرہ کا بھی نازل ہوا حضرت ابن عباس کی یہ غرض
ثابت نہین ہوتی ہے کہ تمام کفار عرب سے جب مسلمان جلد دینہ

زیادہ ہونگے تب آیت ثانیہ نازل ہوئی بلکہ کثرت اونکی بمقابلہ محاربین
موجود کے مراد ہے یعنے مقاتلہ کرنے والے ذلیل وخوار ہو کر بھاگ گئے تھے
اور جو پھر آمادہ قتال کے رہے تھے اون سے اہل اسلام کمزور نہ تھے اور جسقدر
عدد مسلمانونکا قرآن شریف مین کافی سمجھا گیا ہے وہ موجود تھا یعنے
عشرات سے مأت کا مقابلہ خواہ دونے کفار کا مقابلہ کرنیکے تو فتح پائینگے
یہ عدد مسلمانونکا اکثر اور کافی تھا اسی کے قائم رکھنے کے واسطے ابتدا
مین قتل کرنا قیدیونکا مناسب تھا اور بعد فتح وغلبہ کے جو فرار ہوگئے وہ
کچھ کام کے نرہے اور جو باقی رہے وہ کتنے ہین اگرچہ زائد ہون مگر مسلمانونکی
تعداد بھی کافی ہوگی پس من وفدا بھی جائز ہوا پھر بھی اس شرط کے
ساتھ کہ قبل قتال شدید کے نہو تاکہ بعد من وفدا کے احتمال بار بار مقاتلہ کا
جاتا رہے اور غلبہ مسلمانونکا معدوم نہونے پاوے تنبیہ جناب مخاطب نے
اپنی تحریر مین پوری عبارت قول ابن عباس کی نقل نہین کی کیونکہ اوس سے
صاف معلوم ہوتا تھا کہ حکم من وفدا کا وجوبی نہین ہے بلکہ اختیاری ہے
اور یہ امر خلاف مراد مخاطب کے اور موافق ہمارے بیان کے تھا لہذا
ہم اوس قول کی عبارت نقل کرتے ہین وھی ھذہ کان ھذا
یوم بدر والمسلمون یومئذ قلیل فلما کثروا
واشتد سلطانھم انزل اللہ فی الاساری
فاما منا بعد واما فداء فجعل اللہ عزوجل
نبیہ صلعم والمؤمنین فی امر
الاساری بالخیار ان شاءوا اقتلوھم
وان شاءوا استعبدوھم وان شاءوا
اعتقوھم وان شاءوا
فادوھم انتھی بلفظہ لما فی العالم

باحسانہ یمد بے علیٰ احسانہ کہ خود مخاطب کے سندی قول سے من وفداء کی
معنی حل ہو گئے اور حصر وجوبی کا خیال باطل نکلا اور قتل واسترقاق
وعتق بھی جائز ہو گیا اب چاہو جسوقت نزول آیت من وفداء کا
مان لو تبریۃ الاسلام کا پورا رد ہو گیا اور بولنے کی جگہ باقی نرہی
اور ہمارے سبیل التنزل وبتسلیم ہم کہدینگے کہ اچھا صاحب قصہ بدر
مین آیت من وفداء نازل نہوئی ہوگی غزوہ احد وغیرہ مین اوسکا
نزول ہو گا اگر آپ کسواسطے حصر مراد لیتے ہین آپکا سارا قصہ ختم ہو گیا
کما یعلمہ من لہ وجدان سلیم **فائدہ** حضرت ابن عباسؓ کے قول سے
یہ بھی ثابت ہوا کہ عتق بھی احسان ہے کیونکہ من کو اوس سے
علیحدہ مثل دیگر احکام کے بیان نہین فرمایا حالانکہ اوسکا موقع تھا
قولہ امام ابو حنیفہ صاحب تو قیدیونکا چھوڑنا کسیطرح جائز نہین
سمجھتے الخ **اقول** اسے حضور مذہب امام ابو حنیفہ رح کا عند المحققین
یہ ہے کہ عدم ضرورت مین فداء بالمال جائز نہین ہے مگر عند الحاجۃ
جائز ہے اور باقی ائمہ رح کے نزدیک بھی جائز ہے بعض کتب فقہیہ
مین زیادہ تصریح نہین کی گئی ہے اور بعض نے بصراحت لکھا ہے
رد المحتار مین ہے لکن فی المحیط انہ یجوز فی ظاہر الروایۃ وتمامہ
فی القہستانی وذکر الزیلعی ایضا عن السیر الکبیر ان الجواز اظہر الروایتین عن
ابی حنیفۃ وذکر فی الفتح انہ قولہما وقول الائمۃ الثلثۃ وانہ ثبت عن رسول اللہ صلعم
فی صحیح مسلم وغیرہ انہ فدی رجلین من المسلمین برجل من المشرکین وفدی
بامراۃ ناسا من المسلمین کانوا اسروا بمکہ قلت وعلی ہذا فقول
المتون نحرم فداءہ ہو مقید بالفداء بالمال عند عدم الحاجۃ
اما الفداء بالمال عند الحاجۃ او باسری المسلمین فہو جائز بنفظہ
انتہی معلوم ہو گیا کہ مذہب امام ابو حنیفہ رح کا کیا ہے خاکسار غرض تا م

کہ اگر آپ ہی کا قول مان لیا جاوے تو بھی وجہ اختلاف اور قیاس
منصوص العلۃ کی حنفیہ بیان کر سکتے ہین یعنے استرقاق کو آیات
کثیرہ نے حلال کر دیا ہے اوسمین تو کسی طرح کا شک نہین باقی رہا
قتل قیدیون کا اگر آیت من و فدا اوسکے حکم مین محکم نہ سمجھی جاوے
تو دوسری آیات مابعد جو سورہ برات مین یا اور سورتون مین موجود ہین
محکم ہین اور متشابہ پر محکم کو ترجیح ہے کما تقرر فی الاصول لامحالہ حکم استرقاق
وقتل کا وجوبی ٹھہریگا کیونکہ محکمات قرآنی سے ثابت ہے اور حکم
من وفدا کا اختیاری ہے نہ وجوبی اور وہ بھی مقدم ہے آیات سیف
سے اور اوسپر عمل کرنا بھی احتمالات عدیدہ رکھتا ہے کہ بالمال ہے
یا بالاعتاق ہے یا بالمعاوضہ ہے جیسا کہ احادیث سے ثابت ہے
اور ہم بیان بھی کر چکے ہین علاوہ اسکے اکابر تابعین کی روایت سے
ایسا بھی ثابت ہوتا ہے کہ آیت من وفدا منسوخ بھی ہوگئی ہے
آیت سیف سے چنانچہ صحیح ترمذی سے ہم نقل کر چکے ہین اور من وفدا
کی مراد بھی موطا امام مالک سے ہم لکھ چکے ہین کہ عتق مراد ہے
بہرکیف عمل ابوحنیفہ رح کا محکمات قرآنی پر ہے اور اونکے ساتھ اکابر تابعین
شریک ہین اس صورت مین مذہب امام صاحب کا قابل اعتراض
نہین ہے اور جو امام استرقاق وقتل و من وفدا کے جواز کا فتوی
دیتے ہین وہ یہ سمجھے ہین کہ استرقاق تو آیات کثیرہ غیر منسوخہ و سنت
رسول و اجماع امت سے ثابت ہے اور قتل کا حکم آیات مابعد مین
بالعموم موجود ہے اور خود آیت من وفدا کے شروع مین فضرب الرقاب
حکم عام ہے اوسمین استثنا قیدیون کا نہین ہے اور سعد بن معاذ
کے قصہ مین جو حدیث صحیح وارد ہے وہ فعل رسول صلعم پر بھی دلالت
کرتی ہے لامحالہ رقیت وقتل مین کچھ کلام نرہا باقی رہی حالت وجواز من وفدا کا

ہونیکے وجوب وحصر کے چارون امام ومن تبعہ قائل نہین ہین اوسکو
جائز واختیاری سمجھتے ہین اور اوسکی موافقت روایات سے بھی ظاہر ہے
جیساکہ بعض احادیث کی نقل کے ساتھ ہم بھی بیان کرچکے توگو من وفدا
بھی فروع واسطے عمل کے محکم ہنون مگر نفس مین من وفدا محکم ہے اور جب وہ
وجوبا نہین ہے تو اوسکی حلت وجواز کا فتوے دینا درست ہے اور
ضرورت نہین رہتی ہے کہ آیت من وفدا کو منسوخ ٹھہراوین یا نہ ٹھہراوین
کیونکہ اوسمین جب حکم وجوب کا نہین ہے تو مخالف محکمات کی نہ رہی
اور جب مخالف نہ رہیگی تو منسوخ سمجھنے کی کیا ضرورت ہے بہرکیف ائمہ اربعہ کا
مذہب موافق ہے نہایت خفیف اور باریک اختلاف ہے اب کمترین
عرض کرتا ہے کہ چارون اماموں کے مذہب مین آپ ہی کے اقرار سے
اسقدر امر پر اتفاق ثابت ہوگیا کہ آیت من وفدا مین نہ تو حصر مراد ہے
نہ دوام رقیت وقتل ہے اور حضور والا کا مذہب چارون کے خلاف ہے
جسکا نام خرق اجماع ہے تو اب بحث دلائل ترجیح مذاہب اربعہ کی عبث ہے
اتباع غیر سبیل المومنین پر جو حضور نے کمر باندھی ہے اوسکے نتیجہ سے
ڈرنا چاہیے ہان اگر آپ کے نزدیک دلائل کسی ایک امام کے قول کی ترجیح
ہوتے اور اوسکی تائید کرتے تو وہ عالمانہ و محققانہ گفتگو ہوتی اب تو
سوا سخن پروری کے کچھ بھی معلوم نہین ہوتا **قولہ** چنانچہ تفسیر کبیر
مین لکھا ہے کہ اِمّا و اِنّما للحصر [illegible] الخ **اقول** یہان بھی
حضور نے اپنی خوش فہمی دکھائی ہے اور عبارت تفسیر کبیر کی بھی غلط
پڑھی ہے صحت عبارت کی نہین کی گئی شاید کسی چھاپہ کے نسخہ مین
اِمّا جو دوسری جگہ ہے اوسکی تشدید میم کے گوشہ سے ملگئی ہوگی انما پڑہا گیا
ہے ورنہ صحیح عبارت تفسیر کبیر کی یہ ہے اِمّا و اِمّا للحصر الخ
یعنے مکرر آنا اِمّا کا مراد ہے نہ کہ بیان کرنا حرف انما کا جسکا ذکر آیت مین

نہ تھا نہ اوسکے معنی بیان کرنیکی ضرورت تھی نہ یہ مقصود ہے کہ
اِنَّمَا مثل اِنَّمَا کے واسطے حصر کے موضوع ہے کیونکہ امام رازی کیونکر
ایسی بے اصل بات لکھتے جو تمام لغت اور اصطلاح اور علم ادب کے خلاف ہو
غرض اصلی امام رازی کی یہ ہے کہ اس مقام پر ایک شبہہ وارد ہو سکتا ہے
کہ اما کا مکرر اِنَّمَا آیت مین واسطے حصر کے ہے حالانکہ حصر مراد نہین ہے
تو پھر کیا جواب اس سوال کا ہوگا بعدہ امام صاحب نے جواب کی تقریر
بیان کی وہ بھی بفرض تسلیم حصر کی مگر یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ امام صاحب کے
نزدیک مجرد اما واسطے حصر کے مثل اِنَّمَا کے آتا ہے اتقان فی علوم القرآن
اور رضی شرح کافیہ وغیرہ ملاحظہ کیجیے کہ اما واسطے تخییر کے موضوع ہے
نہ واسطے حصر کے اگر آپ اوس حرف کو واسطے حصر کے سمجھتے ہین تو
لغت یا ادب یا کسی کتاب سے ثابت کر دیجیے ورنہ اتقان وغیرہ کو
دیکھکر سکوت کیجیے تفسیر کبیر کے تین نسخے قلمی مین نے دیکھے سب مین بھی
عمدہ نسخہ مولوی محمد شکور صاحب کے کتب خانہ مچھلی شہر سے آیا اوسمین
اما و اما پایا نہ اِنَّمَا لامحالہ جب حصر کے واسطے اما نہ ٹھہرا اور واسطے
تخییر کے موضوع ہے تو حصر بھی تخییری ہوگا نہ وجوبی خصوصاً جب کہ
ابن عباس کا قول اور بعض احادیث بھی ہمارے موافق ہین جیسا کہ
ہم لکھ چکے اور عمل آنحضرت صلعم کا بھی اوسی کے موافق احادیث
سے ثابت کر دیا کہ بعد نزول آیت کے من رضا بھی کہا ہے اور
استرقاق وقتل بھی فرمایا ہے تو مقابلہ احادیث صحیحہ کے بحث کرنا
اون اقوال مفسرین مین جو واسطے رفع کرنے ہر قسم کے احتمالات کے
لکھتے ہین فضول ہے امام رازی رح کی عادت ہے کہ تفسیر کبیر مین
ہر قسم کے احتمالات بعیدہ جو کسی قسم کے معترض پیش کر سکتے ہون
اکثر مقاموں مین لکھدیا کرتے ہین اور کبھی جواب تحقیقی کبھی الزامی

کبھی دونون قسم کے دیتے ہین کبھی واسطے تشحیذ اذہان کے جواب
لکھنا چھوڑ دیتے ہین تو جس سوال کو بطور دفع دخل مقدر کے
تنزلاً و تسلیماً نقل کر کے جواب دیا ہے اگر حضور والا کو اوسپر بہت
غصہ آگیا اور سخت کلامی سے امام رازی کو یاد کرنے لگے تو بسم اللہ
جناب عالی استعمال حرف اما کا واسطے حصر کے موافق اپنے دعوی
کے پہلے ثابت کیجیے اور حصر وجوبی یا نزول آیت کا سب سے آخر مین
متعین فرمائیے اور عمل رسول کا جو اوسکے خلاف ہے اوسپر بھی
لحاظ کر لیجیے اور احتمال نسخ مین جو اجلہ تابعین کی روایت صحیح ترمذی
سے مین نے نقل کی ہے سامنے رکھ لیجیے اور موطا امام مالک مین
یعنی بھی من و فدا کے پیش نظر رکھکر صورت سوال کی مرتب فرمائیے
اور اوسکے بعد انکسار سے جواب شافی سن لیجیے ورنہ خرط القتاد
سبحان اللہ دعوے تو یہ ہے کہ کتاب و سنت سے ہم قطعی دلیلون کے
ساتھ اپنے مدعا کو ثابت کرینگے کسی مفسر و محدث و عالم کی نہ مانینگے
مگر مجرد احتمالات بے اصل جو مفسرین نے نقل کیے ہون اونپر مدار
استدلال کا کیا جاتا ہے بیضاوی کے قدمون پر گرے مگر کچھ ہاتھ
نہ آیا اب امام رازی کے سامنے آکھڑے ہوے مگر خیر سے عبارت
تفسیر کبیر کی بھی صحیح نہو سکی خیر جو کچھ حال ہے وہ ظاہر ہوتا چلا جاتا ہے
اور اب ہم گذارش کرتے ہین کہ جواب امام رازی رح کا کیون لغو
سمجھا ہے اور اپنی ہی دستاویز کو آپ ہی کسلیے باطل قرار دیا ہے
او محض قیاس امام رازی کا جو والمحصنات من النسا کی بحث مین
قابل استدلال نہ سمجھا تھا وہ اب کسواسطے قابل التفات قرار پایا ہے
جانے دیجیے نہ آپ مانین نہ ہماری سند گردانین ہم تو کتاب و سنت
سے مجتہدانہ بحث کا مجتہدانہ جواب دیکر حضور کو لاجواب کرتے چلے آتے ہین

یہ مفسرین کے اقوال اب کیون بیچ مین ملاتے ہین ورنہ ہم کہدینگے
کہ تمام امت کے علما آپ کے خلاف ہین لهذا آپ سکوت کیجیے مگر آپ
کب سنتے ہین اپنی ہی کہے جاتے ہین پھر بھی اتنا تو ہم ضرور کہینگے
کہ امام رازی کا جواب بھی آپ سے باطل نہوسکا کیونکہ امام صاحب کا
حاصل تقریر یہ ہے کہ ایسا حصر جو تمام انواع کفار پر صادق آسکے
اور کوئی فرد مستثنے نہوسکے سواے من وفدا کے تو یہی ہے کیونکہ
استرقاق بعض کفار قوم عرب کا بوجہ معیت رسول صلعم کے منع بھی تھا
اور قتل کا حکم بھی نہ تو عام کفار کے واسطے تھا نہ وہ آیت مین ذکر کرنے سے
متروک ہوگیا تھا بلکہ فضرب الرقاب صاف فرما دیا تھا اور یہی قتل کے
واسطے ازمان شرط ہے تو ایسا حکم جو تمام افراد کفار پر صادق آسکے
اور فوراً تعمیل ممکن ہو دو ہی صورتون مین محصور ہے ایک من دوسری
فدا آپ جناب والا جو فرماتے ہین کہ استرقاق قوم عرب کا ناجائز تھا
اور اگر تھا تو اوسکو مستثنے کر دیا ہوتا اور ازمان کے سبب سے حکم قتل کا
بیان نکرنا یا جو حکم لڑائی مین ہے اوسکو بعد لڑائی کے تقیید ہونے کی نسبت
منسوب کرنا غلط ہے خاکسار عرض کرتا ہے کہ امام شافعی کے
دو قول ہین ایک جواز استرقاق عرب کا دوسرا عدم جواز استرقاق
بعض قبائل عرب کا بسبب حرمت قرابت رسول صلعم کے بعض محققین
کے نزدیک قول اول راجح ہے اور بعض کے نزدیک مرجوح اور بیان
دونون کے دلائل بیان کرنا فضول ہے کیونکہ آپ دونون سے
خارج ہین اور معلوم ہوتا ہے کہ امام رازی چونکہ شافعی مذہب مین
قول ثانی کو صحیح سمجھتے ہین لهذا امام صاحب نے اپنے مذہب کے
موافق جواب دیا ہے یہ اونکو معلوم نہ تھا کہ ایک شخص ایسا پیدا ہوگا
جو چاروں اماموں کو ضال مضل سمجھے گا ورنہ بہت سے جواب دے سکتے تھے

جیسا کہ ملاحدہ وزنادقہ وفلاسفہ کی رد مین اونکے اقوال موجود ہین
امام نے یہ سمجھ کر جواب دیا ہے کہ امام شافعی کا مذہب دربارۂ عدم جواز
رقیت بعض قبائل عرب کی قابل ترجیح ہے اور اگر کوئی انکار کریگا
تو ہم اوسکو دوسری صحبت مین طے کرینگے لہذا مسلمات مین سمجھ کر مستثنے
بیان کر دیا ہے اور امام صاحب غافل نہ تھے دوسرے قول سے بھی
جو بعض شافعیہ کے نزدیک راجح تھا لہذا اونکے نزدیک بھی چونکہ
خاص نسب و قرابت رسول صلعم مین رقیت کا جواز نہ تھا امام صاحب
نے ایسا لفظ لکھا جو ہر ایک کے نزدیک صحیح ٹھہرے یعنے لان النبی
صلعم کان منہم اور لفظ العرب مین بھی الف لام عہد کا مراد ہے نہ عموم
و استغراق کا تو اب جناب عالی کو لازم ہے کہ پہلے جواز استرقاق
تمام عرب کا گو وہ کیسا ہی قرابت دار آن حضرت صلعم کا کیون نہو
ثابت کرین بعدہ امام صاحب پر متوجہ ہون اور آیت مین مستثنے
کے تصریح مذکور نہونے پر جو حضور کا اعتراض ہے وہ آیت امام صاحب
کے نزدیک ایسی بلیغ ہے کہ مطلب مبینہ اونکا اوس سے علماء مفسرین
بخوبی سمجھ سکتے ہین اور معنی آیت کے سنت نبوی و اجماع امت
کے ساتھ غور کرنے سے محتاج بحث نہین رہتے ہین بہت آیات
قرآنی مین اشارۃ النص سے مسائل کا استنباط کیا جاتا ہے اور بلاغت
کلام الٰہی کی ہر حرف مین کچھ نہ کچھ فائدہ ضرور دیتی ہے ہان فہم
مستقیم و عقل سلیم و استعداد علمی و نور ایمان و صدق یقین و صحبت
اکابر دین و حسن ظن ساتھ ائمۂ دین کے شرط ہے مجرد عبارت
عربی کا ترجمہ اردو دیکھ لینے سے کام نہین چلتا ہے نہ کوئی مجتہد
و مفسر بن سکتا ہے باقی رہا دوسرا اعتراض حضور کا وہ تو اول سے بھی
زیادہ بے حقیقت ہے کیونکہ حکم قتل کا محدود و مخصوص نہین ہے

بعد ملنے کفار کے ضرب الرقاب عام ہے اوسوقت تک کہ لڑائی
باقی رہے اور جتنے تضع الحرب اوزارہا کا سامان موجود رہے خواہ
اس عرصہ مین مقابلین و معاونین اونکے زندہ گرفتار ہون خواہ
مقابلہ پر آجاوین اگر زندہ پکڑے جاوین تو مضبوطی کے ساتہ
رکھہ لیے جاوینگے اور بعدہ امام کو اختیار ہوگا کہ ضرب الرقاب
کے حکم سے چاہے قتل کر ڈالے چاہے دوسری آیات اور بھی
فشدوا الوثاق کے لحاظ سے اونکو رقیق بنالے جو حکم اونکے باب مین
ہوگا وہ لڑائی کے احکام سے خارج نہین ہے اور از مان بیشباہ
واقع ہوگا کیونکہ قیدی جب ہاتہ آتے جاتے ہین اور لڑائی ہوتی
چلی جاتی ہے تو فوراً فیصلہ کرنا قیدیون کے حکم کا متعذر ہوجاتا ہے
لامحالہ انتظار کیا جاتا ہے کہ جب مقابلین مغلوب اور منکوب ہوجاوین
اور اطمینان کے ساتہ لشکر اسلام جمع ہو اور یہ بھی طے ہوجاوے
کہ کسقدر قیدی شروع سے اخیر لڑائی تک ہاتہ آئے ہین تب اونکے
باب مین امیر اسلام حکم کریگا کہ قتل کیے جاوین یا نہین مگر رقیت
بمجرد گرفتار ہونے کے متحقق ہوجاتی ہے اور اونکو چھوڑ دینا فوراً
اختیار مین ہے کسیکو رہا کردینا ایسا وقت حرج نہین کرتا ہے
جیساکہ اوسکا قتل کرنا چاہتا ہے قتل کرنا تو موافق وجوہ مذکورہ کے
بعد فتح لشکر اسلام اور معاینہ حالات اساری کے ہوگا بہت سے
بچے صغیر ہونگے بہت عورات ہونگی بہت بوڈھے ہونگے ایسی حالت
مین لازمی اور ضروری اوسکا قتل نہوگا بخلاف رقیت کے کہ وہ بعد
گرفتار آنے کے امیر اسلام کے واسطے متحقق ہوجاتی ہے بعدہ
تقسیم اونکی کیجاتی ہے اور احکام شرعیہ پورے کیے جاتے ہین
تو امام رازی کا یہ فرمانا کہ از مان واسطے قتل کے ضروری ہے

کیونکہ غلط ہوگا اور جب بعد از زمان کے بعض دون بعض کا قتل جائز نہ ٹھہرے گا تو اب صرف دو ہی صورت باقی رہ گئین جو کہ تمام انواع کفار مین بلا ازمان عمل مین آسکتے ہون وہ کیا ہین من وفدا یا تیسرا اگر ہم فرض کرلین کہ جواب امام رازی کا آپکے نزدیک کافی نہو اور ہمکو ضرورت پڑے کہ اور بھی جواب دین تو ہم عرض کرینگے کہ بالفرض حصر مراد ہو مگر وہ حصر اوسی صورت کے واسطے ہے جب چھوڑنا قیدیون کا مدنظر امام لشکر کے ہو الا اگر موافق حکم دوسری آیات کے قتل و استرقاق پر عمل کرنا ہو تو آیت من وفدا مانع نہین ہے اور اسی کے موافق سنت رسولؐ و سیرت صحابہ کرام و اجماع امت کو ہم پاتے ہین اور ایک آیت تفسیر دوسری آیت کی ہوسکتی ہے سب آیتون مین اور سنت نبوی مین توافق ہمارے قول سے ہوتا ہے کما لا یخفی **قولہ** بحث سوم نسبت معنی من وفدا الی قولہ زیادہ بحث اسمین ضرور نہین **اقول** تفاسیر مین جو من کے معنے ترک قتل و اختیار استرقاق و قبول جزیہ اور فدا کے معنے معاوضہ اساری مسلمین بھی لکھے ہین آپکے نزدیک بات کی پیچ یا تقلید کی گمراہی کے سبب سے ہون تو اس بدزبانی کا ہم جواب دینا مناسب نہین جانتے ہین مگر جب خود احادیث سے ہم ثابت کرچکے کہ جو لونڈی ابوبکر صدیق سے ایک صحابی نے لڑائی مین پائی تھی اوسکو حضرت نے لیکر اساری مسلمین کے عوض دیا اور اسیطرح کے معاملات اکثر پیش آئے ہین اور آپ خود ہی واجعنات کی بحث مین امام رازی پر طعن کرچکے ہین کہ معنی واحد کے اختیار کرنیکے واسطے دلیل عقلی خواہ نقلی چاہیے تو جو معنی آپ نے قرار دیے ہین اونپر کیا دلیل عقلی یا نقلی موجود ہے عمل حضرت صلعم کا اور صحابہ کا تمام اقسام پر رہا ہے اور موطا امام مالک اور قول اکابر دین سے بھی

تائید ہوتی ہے تو آپ کو لازم ہے کہ تمامی احتمالات صحیحہ کو رفع کیجیے
کیونکہ آپ خود مدعی ہونے کا اور قطعی دلیلون سے اپنے دعوی کو
ثابت کرنیکا وعدہ کر چکے ہین زبان درازی اور سب وشتم کا کام نہین ہے
احتمالات کا جواب دینا چاہیے اور جب حضرت مجاہد کی سند بھی
مفسرین نے لکھی ہے اور وہ اجلہ مفسرین مین ہین اور امام اس
فن کے سمجھے جاتے ہین اور انکا اسناد صحابہ سے لیکر رسول صلعم
تک پہونچتا ہے تو آپ کے توہمات کس کام آئینگے آپ کو تو سیدھی
عبارت احادیث کی بھی تحقیق نہین ہے جیسا کہ قصہ جویریہ مین معلوم
ہو گیا اور ہر مقام مین ظاہر ہوتا جاتا ہے پھر تقلید کی گمراہی کا الزام
وہ ہی شخص زبان پر لائیگا جسکو ائمہ اربعہ اور تمام اکابر دین سے
بغض ہوگا ہمنے مانا کہ آپ خود مجتہد فی الدین سہی مگر آپکا مقلد بھی ضرور
گمراہ ہوگا اور آپ بھی آخر قیاس واستنباط ہی کرتے ہین کچھ وحی
آسمانی تو نازل نہین ہوئی ہے ائمہ اربعہ بھی اجتہاد کرتے تھے اور
تمام امت کو اجتہاد کی لیاقت محال عادی ہے کسی نہ کسی کے مقلد ضرور
ہونگے اسکا نام گمراہی رکھنا صریح گمراہی ہے افسوس ہے کہ اپنے
اوہام کو سرسبز کرنے کی خاطر آپ ہمارے اکابر کو ایسے الفاظ سے
یاد کرتے ہین کہ ہم لوگون کا دل دکھاتے ہین اور جھگڑتے ہین فرمایئے
حسب قول بیضاوی پر مدار تصنیف رسالہ کا ہے اوسمین آپ نے
وہ ہی گمراہی تقلید کی اختیار کی ہے یا خود اوسکی سند آپکے پاس ہے
اگر ہے تو پیش کیجیے ورنہ سب وشتم سے خطرہ عظیم سمجھ لیجیے والکم الخیار
قولہ اکثر حنفیہ کا قول ہے کہ یہ آیت قید یا ان بدر سے مخصوص ہے
الخ **اقول** اسکا جواب بحث اول کی تردید مین ہم دے چکے **قولہ**
کوئی امام اس آیت کے منسوخ ہونیکا قائل نہین مگر حنفیہ منسوخ

کہتے ہین الخ **اقول** ہم پہلے بھی لکھ چکے اور پھر بیان کرتے ہین
کہ ابو حنیفہ رح کا مذہب اکثر تابعین محققین کے موافق ہے اور اگر
وہ منسوخ ہی کہتے ہین تو بھی بے سند نہین ہے چنانچہ صحیح ترمذی
مین ہے وقال الاوزاعی بلغنی ان ہذہ الآ. قولہ تعالی فاما منا
بعد واما فداء نسختہا فاقتلوہم حیث ثقفتموہم **بلفظہ**
مختصراً تو اب حضرت ابو حنیفہ رح پر طعن کی کوئی وجہ نہ رہی علاوہ اسکے
جب ۲۲- آیات قرآنی حلت استرقاق مین موجود ہین تو کیا ضرور ہے
کہ اس آیت مین بھی صاف اوسی استرقاق کا حکم موجود ہو امام ابو حنیفہ کا
مذہب بعد توافق تمام آیات وسنت سرور کائنات صلعم و اجماع
صحابہ و تابعین کے قائم ہوا ہے آپ کے مانند ایک لفظ دیکھ کر
تصنیف کرنے کو نہین بیٹھے تھے خود تابعین مین معدود سمجھے گئے ہین
اور اونکی تحقیق امور دینی مین غایت مرتبہ کو پہونچی تھی اور قتل کا
حکم تو فضرب الرقاب مین عام موجود ہے خواہ بعد لڑائی کے ہو خواہ
قبل قید ہونے کفار کے اور سورۂ برات کا نازل ہونا بعد آیت
من وفدا کے ہم عنقریب ثابت کر کے حضور کی تفسیر دانی کا حال سب پر
ظاہر کیے دیتے ہین تو امام اعظم رح کا فتوے کس واسطے غلط ٹھہریگا
اب ہم زیادہ انتظار مین نہین رکھتے ہین اسی مقام پر لکھے دیتے ہین
کہ خود جناب والا نے اقرار کر لیا ہے کہ سورۂ محمد جسمین آیت من و فدا
ہے سنہ ہجری مین نازل ہوئی ہے اور یہ بھی فرمایا ہے کہ سورۂ
برات اوس سے پہلے کی ہے آخر تنزیل سمجھنا سورۂ برات کا آپ
نہین مانتے ہین مگر مہربانی فرما کر ذرا صحیح بخاری مین باب حج ابی بکر رض
تو نکالکر ملاحظہ کیجیے کہ سورۂ برات لیکر کس سنہ مین واسطے تبلیغ کی
حضرت صدیق اکبر رض بھیجے گئے تھے اگر تمام صحیح بخاری دیکھنے کی فرصت نہو

تو جلد ششم مین فہرست ہی پڑھ لیجیے باب حج ابی بکر بالناس فی سنۃ
تسع اور متن مین بھی یہی عبارت ہے حج ابی بکر بالناس فی سنۃ تسع
اوسی باب مین یہ حدیث ہے ان ابا بکر الصدیق بعثه فی الحجة
التی امرہ النبی صلعم قبل حجة الوداع یوم النحر الحدیث ایضاً فی الباب
عن البراء بن عازب رضی اللہ عنہما قال اٰخر سورۃ نزلت کاملة
براءة واٰخر سورۃ نزلت خاتمة سورۃ النساء یستفتونک
قل اللہ یفتیکم فی الکلالة اب تو کچھ شک نہ رہا کہ سورۂ برارت
بعد سورۂ ممتحنہ کے نازل ہوئی ہے اور دور جانا کیا ضرور ہے خود
حضرت مخاطب نے جو عبارت تفسیر معالم التنزیل کی نقل کی ہے اوسمین
نازل ہونا سورۂ برارت کا اوسکے بعد موجود ہے اسیواسطے جناب
عالی نے تمام عبارت نقل نہین کی تا کہ اپنی ہی دستاویز سے اپنا
دعوے باطل نہو جاوے اور پردہ فاش نہونے پاوے آپ وہ
قول جناب مخاطب ذی علم کا دیکھنا چاہیے جسپر عقلاے عالم کو کمال
حیرت پیدا ہوگی لیجیے فرماتے ہین آیت سورۂ توبہ قبل فتح مکہ کے
نازل ہوئی تھی تفسیر معالم التنزیل مین لکھا ہے قال محمد بن اسحاق
ومجاہد وغیرہما نزلت فی اہل مکہ الخ اور ہمنے اوپر ثابت کیا ہے کہ
آیت ممتحنہ بعد فتح مکہ کے نازل ہوئی پس یہ آیت اوسکی ناسخ
نہین ہوسکتی بلفظہ **اقول** پس حضرت ہمارا آپ کا فیصلہ ہوگیا
تفسیر معالم التنزیل مین دیکھہ لیجیے کہ سورۂ برارت کو آخر ما انزلت
لکھا ہے اور اوسکا نزول سنہ ۹ھ مین موجود ہے یا آپکا قول سچا ہے
ہم تو معالم کی اوس حدیث کی عبارت پیش کرتے ہین جسمین خود حضرت
عثمان جامع قرآن کی روایت ہے اور اوسکے یہ الفاظ ہین
وکانت براءة من اٰخر ما انزلت بلفظہ اور بھی اوسی تفسیر مین لکھا ہے

فلما کان سنۃ تسع اراد رسول اللہ صلعم ان یحج ثم قال انہ یحضر المشرکون
فیطوفون عراۃ فبعث ابابکر تلک السنۃ امیرا علی الموسم لیقیم الناس الحج وبعث معہ
باربعین آیۃ من صدر براۃ لیقرءھا علی اھل الموسم ثم بعث
بعدہ علیا کرم اللہ وجہہ علی ناقتہ العضباء لیقرء علی
الناس صدر آیۃ سورۃ براۃ بلفظہ قدر الضرورۃ
موضع المبحث اب تو معلوم ہوگیا کہ نزول سورہ برارت کا ۹ھ مین ہے
اور کوئی ذی عقل ایسی بدگمانی بھی نہین کرسکتا ہے کہ آن حضرت صلعم
نے خلاف آیت بلغ ما انزل الیک من ربک وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ
کے سال بھر تک کفار کو احکام الہی نہین پہونچائے اور کیا وجہ تھی کہ
حضرت نے وحی کو چھپا رکھا تھا خصوصاً جب کہ یہ بھی ثابت ہوا کہ
آخر تنزیل وہی سورہ برارت ہے تو اس قسم کی بدگمانی کا کیا موقع
باقی ہے اب ذرا تماشا دیکھیے کہ تفسیر معالم مین تو لکھا ہے
نزلت فی اھل مکۃ یعنے مکہ کے کفار کے باب مین نازل ہوئی ہے
حضرت مخاطب اوسکے معنے ارشاد کرتے ہین کہ قبل فتح مکہ کے
نازل ہوئی اچھا صاحب قبل فتح مکہ کے نازل ہوئی مگر ۹ھ مین ہوئی
اور آپ کی آیت مستدل ۸ھ مین نازل ہوئی ہو تو کون سی آیت
متاخر ٹھہرے گی قطع نظر اجتہاد کے تواریخ دانی مین بھی حضور کو
بڑا دخل ہے چنانچہ فرزدق کو شاعر ایام جاہلیت کا اسی تبرتیہ الاسلام
کے شروع مین لکھدیا ہے حالانکہ محض غلط ہے چلپی مطول کا حاشیہ
دیکھ لیجیے جسمین لکھا ہے الشعراء علی اربعۃ طبقات الجاہلیون
کامرء القیس وزہیر وطرفہ والمخضرمون الذین ادرکوا
الجاہلیۃ والاسلام کحسان ولبید والمتقدمون من اھل الاسلام
کالفرزدق وجریر الخ بلفظہ اور مرآت الجنان مین ہے

اما الفرزدق فهو ابو الاخطل همام بن غالب الی قوله فاجاب الفرزدق لقوله وذات حليل انكحتها رماحنا حلالا لمن يبنى بها لم تطلق واخبار الفرزدق كثيرة ذات اشتهار ۱۲ الخ بلفظہ مختصراً فرمائیے یہ وہی فرزدق ہے جسکا وہی شعر آپ نے نقل کرکے زمانہ جاہلیت کا شاعر بیان کیا ہے یا کوئی دوسرا ہے جب ایک ایسے شاعر مشہور کے حال سے جاہلیت ہے تو زمانہ نزول آیات قرآنی کا متعین کرنا اور تفاسیر کے مطالب کا سمجھنا تو نصیب اعدا کہنا چاہیے اب ہم اوس شبہہ کو بھی رفع کرتے ہین جو عبارت قسطلانی سے آپ نے دھوکا دیا ہے یا خود کھایا ہے یعنے بالفرض الفاظ صریح حدیث صحیح کے مقابلہ مین مجرد قول قسطلانی کا آپ پیش کرین اور تقلیداً اقوال علما کی نچھوڑین تو بھی معظم آیات خواہ اول آیات سورۂ برارت کا نازل ہونا تو قسطلانی بھی قبول کرتے ہین اور ہمارے آپکے بحث اونہین آیات مین ہے تو آخر کی چند آیات اگر زمانہ وفات نبوی مین سے نازل ہوئی ہون تو بھی تمام سورہ برارت آخرہا انزلت کی صفت سے خارج نہو جائیگی آپ اپنی مستدلہ آیت کو فتح مکہ مین نازل ہونا تو ثابت کیجیے تب مقابلہ کیجیے یہان سرے سے مکی ہونے مین بھی سورۂ محمد کے کلام ہے اور آپ اثبات دعوے مین مجبور ہو کر نکتہ چینی دوسرے اقوال مین کر رہے ہین اس سے کیا فائدہ ہوگا اور طرفہ یہ ہے کہ پوری عبارت بھی قسطلانی کی حضور والا نے نہین لکھی یعنے جلد ششم مین قسطلانی نے لکھا ہے ویاتی ان شاء الله فی التفسير مزيد لذلك پس جب قسطلانی نے کتاب التفسیر مین اس بحث کو لکھنے کا وعدہ کیا تھا تو ضرور تھا کہ کتاب التفسیر مین اوسکا قول

ف ۱ یعنے لیکن فرزدق تو وہ ابو الاخطل ہمام بن غالب ہے اور اسکے بعد یہ لکھا ہے پس جواب دیا فرزدق نے اپنے قول سے وذات حلیل انکحتہا رماحنا ۱۲ اور خبرین فرزدق کی بہت مشہور ہین ۱۲

ف ۲ یعنے اور آتی ہے اگر چاہا خدا نے اسکی تفسیر زیادہ اس سے ۱۲

دیکھا جاتا اب ہم عبارت کتاب التفسیر قسطلانی کی جلد ہفتم سے
لکھتے ہین جسمین وہ لکھتے ہین فالمراد اولہا ومعظمہا والا ففیہا
آیات کثیرۃ نزلت قبل سنۃ الوفاۃ النبویۃ بلفظہ لامحالہ
نزول اول سورۂ برارت کا بعد فتح مکہ کے مسلم ہے جسمین ہمارا مقصود
موجود ہے اور سنہ وفات رسول صلعم مین نازل ہونا باقی سورہ کا
منافی آخر ما انزلت کا نہین ہے اب ہم جناب مخاطب سے سوال
کرتے ہین کہ سورۂ محمد کو آپ نے سنہ مین نازل ہونا بیان کیا ہے
اور وہ ہی سنہ فتح مکہ کا ہے تو سورۂ محمد بقول جناب کے عین
حالت قیام مکہ مین نازل ہونی چاہیے ورنہ مکی کیونکر ٹھہرے گی
اور ماہرین فن حدیث وسیر پر مخفی نہوگا کہ جو معاہدہ مشرکین مکہ
سے ہوا تھا وہ فتح مکہ مین قرار پایا تھا جسکو توڑ ڈالنے پر وہ لوگ
مستعد ہوے یعنے بعض نے عہد کو توڑا اور بعض قائم رہے
اور سورۂ برارت مین معاہدین اور غیر معاہدین کے باب مین
احکام نازل ہوے اور اونکو مدت مقرر ہوکر مہلت دی گئی
تو خود مضمون اول آیات سورۂ برارت کا نص قطعی ہے کہ سورہ
برارت بعد فتح مکہ کے نازل ہوئی پس سورۂ محمد سے متاخر ہونا
خود آیات برارت سے ظاہر ہے اور تمام اوہام کا استیصال
ہوگیا ہے اول سے سورۂ برارت کی تلاوت کریجیے بحث کی
ضرورت کیا ہے **قولہ** آیات سیف سے صرف قتل کرنا نکلتا ہے
چھوڑنا قیدیون کا جائز نہین ہے تو استرقاق بہی ثابت نہوگا
الخ محصلا **اقول** حکم استرقاق دوسری آیات مین موجود ہے
جو منسوخ نہین ہین اور قتل کا حکم سورۂ برارت مین صاف وصریح ہے
تو صرف وہ فقرہ باقی رہا علاوہ اسکے خذوہم واحصروہم اس سورۃ مین

موجود ہے اور اخذ کے معنے ہین اسیر کرنے کے چنانچہ قاموس
وغیرہ مین موجود ہے کما مر سابقا پس جب قیدی اہل اسلام
کے پاس رہے اور بغیر ایمان لانے کے اونکی رہائی تجویز نہوئی
تو استرقاق کسواسطے باطل ٹھہریگا اور آیات استرقاق کیون
منسوخ ہونگی خدا تعالے فرماتا ہے فان تابوا واقاموا الصلوٰة
واتوا الزکوٰة فخلوا سبیلهم الایة ظاہر ہے کہ چھوڑنا قیدیون کا
بعد ارشاد خذوہم واحصروہم کے مشروط ہوا ایمان لانے پر تو بغیر
ایمان لانے کے وہ اسیر بھی رہین گے اور احاطۂ قدرت مین اہل
اسلام کے رکھے جائینگے اور استرقاق اوسی کے موافق ہے
وہو المقصود **فائدہ** سورۂ برات سے حکم قتل کا معلوم ہوتا ہے
اور اسیر کرکے اپنے پاس رکھنے چھوڑنے کا اور اس سے استرقاق
وقتل کا حکم وجوبی ثابت ہوگیا جو بعض حنفیہ کے نزدیک مذہب
ابو حنیفہ رح کا ہے تو مذہب امام اعظم رح کا نصوص قرآنی پر مبنی ہوگا
مگر بعض حنفیہ اور دیگر ائمہ جو من وفدا بھی جائز سمجھتے ہین اونکا قیاس
بھی صحیح ہوسکتا ہے اس بنا پر کہ حکم من وفدا کا تخییری ہے نہ وجوبی
اور تخییر کے تصدیق فعل اور قول رسول صحابۂ کرام واجماع امت سے
ہوئی ہے جیسا کہ بعد فتح مکہ کے ثابت ہوا ہے اور احادیث
کی بحث مین ہم لکھ بھی چکے ہین **قولہ** علاوہ اسکے آیۂ سورۂ
انفال بنی قریظہ کے باب مین نازل ہوی وہ غزوہ ۵ھ کا ہے
اقول اسمین بحث فضول ہے کیونکہ خود حضرت صلعم نے قیدیونکو
قتل بھی فرمایا اور استرقاق بھی واقع ہوا اور حکم سعد بن معاذ کا
موافق حکم خدا کے یا موافق وحی کے یا موافق حکم ملک العلام کے تھا
اگر ملک بکسر اللام سے مراد بادشاہون کا سا حکم ہوتا تو آنحضرت صلعم

اوسپر عمل نکرتے کیونکہ حضرت صلعم نے سعد کے حکم کی تحسین فرمائی
اور اوسپر عمل نکرتے اگر وہ خدا کی مرضی کے خلاف ہوتا اور ربما قال کا
لفظ وہم راوی کو دفع کرتا ہے کیونکہ کبھی فرمایا بحکم اللہ اور کبھی فرمایا
بحکم الملک ہمارا استدلال فعل اور تحسین رسول صلعم پر ہے وہ کسیطرح
رفع نہین ہوسکتا پس معنی آیت کے وہی صحیح ہین جو فعل رسول صلعم
سے ثابت ہوے ہین اور وہم راوی کا لفظ ملک بکسر اللام و فتح اللام
مین تو ہوسکتا ہے مگر بحکم اللہ کے لفظ مین نہین ہوسکتا اور افترا کا
گمان کرنا صحابی رسول صلعم پر کہ اونے اپنے جی سے جوڑکر بحکم اللہ
کہدیا ہوگا باوجود فعل رسول صلعم اور تحسین حکم سعد بن معاذ کے
کسی مسلمان کا کام نہین ہے اونے تو یہان تک روایت حدیث
مین احتیاط کی ہے کہ جسوقت جو کلمہ سُنا اوسکو دونون لفظ
کے ساتھ بیان کردیا یعنے یون فرمایا قضیت بحکم اللہ و ربما قال بحکم
الملک کیونکہ وہم راوی کا احتمال ہوسکتا ہے کہ اونے لفظ اللہ کا
حضرت صلعم کی زبان وحی ترجمان سے نہ سنا تھا علاوہ اسکے
صحابہ کرام کتاب و سنت پر حکم دیتے تھے یا سلاطین جور کی سیرت پر
ظاہر ہے کہ شق اول متعین ہے لامحالہ ملک بکسر اللام جو بفتح اللام
و بحکم اللہ کے موافق ہے اسماء حسنی سے کسواسطے نہ سمجھا جاویگا اور
کیا ضرور ہے کہ وہ بادشاہ دنیا مراد لیا جاے جسکا عمل خلاف شرع محمدی ہے
طرفہ یہ ہے کہ سیرت شامی کا حوالہ دیکر جناب مخاطب فرماتے ہین کہ ثابت
ابن قیس کی سفارش سے حضرت صلعم نے ایک شخص کا خون معاف
کردیا اس سے معلوم ہوا کہ حکم قتل کا نہ تھا استغفر اللہ یہ کیا بدگمانی
ہے شارع علیہ الصلوۃ والسلام کا معاف کردینا کسی فرد واحد کو مستلزم
اس امر کا کیونکر سمجھا جایگا کہ چارسو سے زیادہ آدمی جو قتل کیے گئے

وہ محض سیرت ملوک جائز و حکم خلاف شرع کے موافق تھی ہم کہتے ہین
کہ حکم قتل و استرقاق کا تھا اور جستکو چھوڑ دیا وہ بذریعہ وحی غیر ملو کی
ہوسکتا ہے علاوہ اسکے وما من عام الا وقد خص منہ البعض قطع نظر
اسکے بمقابلہ احادیث صحیحہ کے سیرت کی کتاب کا حوالہ دیکر کیونکر
معارضہ کیا جاتا ہے وہ تو آپ کے نزدیک مہاابھارت ہے اور
ہمارے نزدیک بمقابلہ احادیث صحیحہ کے قابل ترجیح نہین ہے
تو الزاماً و تحقیقاً جواب حضور والا کا بیکار ٹھہرے گا فتدبر **قولہ**
المشرکین کا لفظ عام نہین ہے بلکہ الف لام عہد کا ہے پس مشرکین
من الاساری مراد نہین ہے اور نہ حیثیت جنگمو کے سے حکم اساری قتل
مشرکین کا ثابت ہوتا ہے الخ **اقول** جواز قتل اساری مشرکین کا
آیت سے مستنبط ہوسکتا ہے یعنے ان اللہ بری من المشرکین ورسولہ
عام ہے اور اوسمین سے استثنا صرف الا الذین عاہدتم من المشرکین
کا ہوا ہے اور فاقتلوا المشرکین کا حکم اپنے عموم پر باقی ہے اساری بھی
مشرکین کی تعریف سے خارج نہین ہین اور یہ بات کوئی ذی علم
نہین کہہ سکتا کہ مورد خاص ہونے سے عموم حکم متعذر ہوتا ہے
خصوصاً اسوجہ سے کہ تکلیف مالا یطاق بلکہ محال عادی لازم آتا ہے
یعنے فرض کیا جاوے کہ اگر مکہ کے مشرکین کی حمایت کے واسطے
اور کفار بھی شریک مقابلہ ہون تو اونکو لشکر اسلام قتل نکر سکے
اور وقت مقابلہ کے حسب و نسب و سکونت محاربین کی تحقیق
ہوجایا کرے تب تلوار چلائی جاوے پس جب تک کوئی وجہ تخصیص
کی ظاہر نکی جاوے آیت کا حکم اپنے عموم و شمول و استغراق پر باقی
رہیگا اور جب عموم صحیح ہے تو جو آیت اوسکے خلاف ہو وہ منسوخ
کیون نہوگی باقی رہی بحث حیثیت وحدت تو ہم کی ہم کہتے ہین کہ ہان

اندر کعبہ کے بھی اوس سے قتل جائز ہوا ہے مگر باہر کعبہ کے بھی جواز
لازم آتا ہے اور باہر کعبہ کے کسی حد تک محدود نہین ہی تو حکم قتال کا
عام ہوگیا اور قیدی خواہ اندر کعبہ کے ہون خواہ باہر مگر آیتہ کی حکم سے
محفوظ نہین رہ سکتے ہین **تنبیہ** ہم بھی ایک تقریر الزامی بیان کر سکتے ہین کہ
بقول مخاطب کے سورہ محمد ۸ھ مین نازل ہوئی ہے اور مکی اسواسطے
ٹھہرائی جاتی ہے کہ فتح مکہ مین نزول اوسکا ہوا اور ظاہر ہے کہ فتح مکہ
رمضان ۸ھ مین ہے تو ہم بھی کہہ سکتے ہین کہ من و فدا کا حکم مخصوص
ہوگا واسطے اہل مکہ کے نہ بالعموم واسطے اساری کفار کے اور اس
احتمال کا رفع کرنا آپکے ذمہ ہے کیونکہ آپ مدعی ہین اور ہم مانع اور موجہ
ہین اور پھر اگر آپ ہمارے احتمال کو رفع نکر سکینگے تو ہم بطریق تنزل
وتسلیم کہہ سکتے ہین کہ حکم سابق کا بھی خاص ہوگا اور حکم مابعد بھی خاص
قرار دیا جاتا ہے تو چونکہ حکم سابق خلاف حکم آخر کے ہی حکم سابق خاص کو
حکم لاحق خاص نے منسوخ کردیا فتدبر ولاتکن من الغافلین **قولہ** آیتہ
سورہ بقرہ بھی صلح حدیبیہ مین جو ۶ھ مین ہوئی قبل آیتہ من و فدا کے
نازل ہوئی ہی الخ محصلاً **اقول** اولاً آپنے نقل عبارت تفسیر معالم مین تحریف کی
یعنی قال الکلبی عن ابی صالح عن ابن عباس نزلت هذه الآیة فی صلح الحدیبیة کو صاف
اوڑا دیا اور اس تحریف کی یہہ وجہ ہوئی ہی کہ کلبی وضاع وکذاب ہے جیسا کہ کتب اسماء الرجال
مین قرار پاچکا ہی لہذا اوسکا نام چھپا ڈالا تا کہ ہم لوگ تصحیح روایت کا مطالبہ نکرسکیں
ثانیاً بحث تو یہہ ہی کہ واقتلوھم حیث ثقفتموھم کا حکم عام ہی یا نہین اور عبارت
معالم کی وہ نقل کی جو متعلق تفسیر آیتہ وقاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم
ولا تعتدوا ان اللہ لا یحب المعتدین کی متعلق ہی ثالثاً مراد عبارت تفسیر معالم کی تمام کمال
نقل شریف مین نہین آئی صاحب معالم نی آیت مذکورہ کا منسوخ ہونا صاف لکھا ہی چنانچہ
قال و اقتلوھم حیث ثقفتموھم قیل نسخت الآیة الاولی بهذه الآیة واصل

الثقافة الحذق والبصر بالامر ومعناه واقتلوهم حيث ابصرتم
مقاتلتهم وتمكنتم من قتلهم الخ . اور یہ بھی اوسی تفسیر مین لکھا ہے
کہ حکم آیت وقاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم کا منسوخ ہو گیا
حیث قال وکان فی ابتداء الاسلام امر اللہ تعالی رسول اللہ صلعم بالکف
عن قتال المشرکین ثم لما هاجر الی المدینة امر بقتال من قاتله منهم
بهذه الایة وقال الربیع بن انس هذه اول ایة نزلت فی القتال
ثم امر بقتال المشرکین کافة قاتلوا او لم یقاتلوا بقوله فاقتلوا
المشرکین فصارت هذه الایة منسوخة بها وقیل نسخ بقوله
اقتلوا المشرکین قریب من سبعین ایة بلفظه پس ظاہر ہوا کہ صاحب معالم
کے نزدیک قتل مشرکین کا عام ہو گیا اور لفظ المشرکین کا اپنے عموم
و استغراق پر محمول ہے الحمد للہ کہ آپ ہی کی مستندہ عبارت سے
آپ کا دعوے باطل نکلا باقی رہی بحث قبلیت اور بعدیت آیت کی
سو ہم مکرر لکھ چکے ہین کہ نزول آیت من وفدا کا سنہ ہجری مین
ممنوع اور محتاج برہان ہے اور آپ اوسکے اثبات مین عاجز ہین
قولہ اگرچہ آج تک کسی عالم نے جنکے وہ مقلد ہین استدلال نہین کیا الخ
اقول منسوخ ہونا آیت من وفدا کا اوزاعی کے قول سے بحوالہ حدیث
صحیح ترمذی کے ہم ثابت کر چکے اور مفسرین کے اقوال بھی موجود ہین
قطع نظر اسکے اگر یہ بھی ضرور ہے کہ علماء سابقین لکھ چکے ہون
تو فرمایئے آپ کی تفسیر بالرائے کے ساتھ کسنے کبھی اتفاق کیا ہے
یا آیت من وفدا کو فتح مکہ مین نازل ہونا لکھا ہے **قولہ** سبحان اللہ
کیا مذہب ہے جسمین آیت کا شروع آیت کے آخیر سے منسوخ
ہو جاتا ہے الخ **اقول** سبحان اللہ کیا فہم اور علم ہے جس مین
یہ بھی تمیز نہین کہ آیت ہذا قاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم

ولا تعتدوا ان اللہ لا یحب المعتدین کو اور دوسری آیت واقتلوھم
حیث ثقفتموھم کو واحد سمجھا جاتا ہے قطع نظر اسکی آیت بغوی کو ملاحظہ کیجیے کہ حکم معتدین کا
کیا متصل منسوخ ہونا قرآن مین موجود ہے پھر استبعاد کی کیا وجہ ہے اور طرفہ یہ ہے کہ حضرات
امام بغوی رح نے جو حل لغت کیا ہے اوسپر آپ ہنستے ہین
مگر اپنے قول کی صحت کسی کتاب لغت سے نہین لکھتے
تو پھر آپ کو اختیار ہے کہ قال کے معنے ساکت ہوا لگا دیجیے اگرچہ
بغوی کی تحریر خود سند ہے مگر پھر بھی واسطے اطمینان خاطر مبارک
کے ہم لکھتے ہین قاموس مین ہے ثقف کنوح وکرم ثقفا وثقفا صار
حاذقا بلفظہ در مجمع البحار مین ہے فیہ ثقفتہ وجدتہ بلفظہ
الضافیہ وفی حدیث زید فما مر بی نصف شہر حتی حذقتہ
ای عرفتہ والقنیتہ بلفظہ پس ثقف کے معنے یہ ٹھہرے کہ کسیکا پانا یا پہچان
لینا اور حاصل معنے آیۃ کا یہ متعین ہوا کہ قتل کرو مشرکین کو جہان پاؤ
یا پہچان لو اور حیث کے معنی یون بھی کہہ سکتے ہین کہ جس جگہ یا جس وقت
زمانی ومکانی ہونا اوسکا کتب فن مین مقرر ہو چکا ہے لامحالہ قیدی
مشرکین کے اوس آیت کے حکم سے خارج نہونگے پھر بغوی رح کا
کیا قصور ہے حضور ہی کی فہم شریف کا قصور ہے اور بدزبانی
علاوہ اسکے ہے جو اکابر مفسرین کی شان مین الفاظ سخت بازاری
آدمیون کے مانند زبان پر لائے گئے ہین دراب مصلین بفائدہ
ترک کیا گیا ہے **قولہ** تفسیر معالم سے قیدیون کے قتل کا حکم پایا نہین جاتا
الخ **اقول** اگر جناب عالی عبارت تفسیر کا مطلب نہ سمجھین تو صاحب معالم کا
کیا قصور ہے وہ تو عام حکم لکھتے ہین ثم امر بقتال المشرکین کافۃ قاتلوا
او لم یقاتلوا لقولہ فاقتلوا المشرکین ارشاد کیجیے کہ لم یقاتلوا
سے زیادہ تعریف قیدیون پر آپ صادق نکر سکین گے حالانکہ

قاتلوا بھی باعتبار زمانہ ماضی یعنے قبل قید ہونے کے صادق آسکتا ہے
دونون حال مین عموم حکم کا موجود ہے البتہ اسم نویسی قیدیون کی
مع تصاویر فوٹوگراف کے ابھی نہین ہے یہ تو قصور ہوگیا ہے معاف
فرمائیے **قولہ** صاحب مدارک نے جو معنے ثقف کے گڑھے ہین الخ
اقول معنے گڑھنا آیتون کے تو حضور ہی کا کام ہے جیسا کہ سرگذشت
آدم اور تبریۃ الاسلام وغیرہ مین تحریرات سے ظاہر ہوتا ہے صاحب مدارک
نے وہی معنی اختیار کیے ہین جو علم لغت سے مطابقت رکھتے ہین
یعنے وہ لکھتے ہین ثقفتموھم وجدتموھم اور حاصل معنی یون لکھا ہے وا لثقف
الوجود علی وجہ الاخذ والغلبۃ ظاہر ہی کہ بغیر اخذ و غلبہ کے وجدتموھم صادق
نہ آویگا اور اخذ کے معنے اسر کے قاموس مین بھی موجود ہین اور بعد
ثبوت اسیری کے فاقتلوھم کس واسطے صادق نہ آئیگا خصوصا ساتھ لفظ
حیث کے علاوہ اسکے اسقدر تو آپ بھی تسلیم کرتے ہین کہ وہ حکم
قتل کا مقاتلین کے واسطے ہے تو اب خاکسار یہ سوال ضرور کرسکتا ہی
کہ وہ قیدی قاتلوا کی تعریف سے کیونکر خارج سمجھے گئے ہین کیا
محاربین او مقاتلین اور معاونین سے خارج تھے پس ہر طرح آیۃ کا
حکم او نیز ناطق ہوگا **قولہ** قطع نظر اسکے آیت کا حکم مخصوص اہل مکہ سے
ہوگا اور عموم آیت من وفدا کا مخصص ٹھہرے گا نہ ناسخ **اقول**
ہم ثابت کرچکے کہ حکم آیت فاقتلوا المشرکین کا عام ہے زیادہ
بحث کی ضرورت نہین **قولہ** آیات سورہ نساء بھی قبل فتح مکہ کے
نازل ہوئی ہین اسلیے ناسخ نہین ہوسکتی ہین الخ **اقول** پہلے یہ تو
ثابت کردیجیے کہ آیت من وفدا کا نزول متاخر ہے ثبت العرش ثم
النقش علاوہ اسکے حیث وجدتموہم کی تفسیر مین ہم ثابت کرچکے
کہ کوئی قیدی اوسکے مصداق سے خارج نہین ہوسکتا ہے **قولہ**

بعد ازان

بعد نزول آیۃ من وفدا کے نہ رسول صلعم نے کسی قیدی کو قتل کیا
نہ لونڈی غلام بنایا الخ اقول محض غلط ہے بعد فتح مکے کے
قتل اور استرقاق احادیث صحیحہ سے ثابت ہوا کما مر بلکہ خاص فوات الازواج
لونڈیون کے حلت مین والمحصنات من النساء الا ما ملکت ایمانکم
نازل ہوئی اگر آیۃ من وفدا آپ ہی کے موافق ہو تو منسوخ ہو چکی ہے
یا محض تخییر باقی رہ گئی ہے غزوۂ اوطاس وغیرہ مین برابر استرقاق
جاری ہوا اور سعد بن معاذ کے حصے مین حدیث سے قتل اور استرقاق
کا ثبوت دیا گیا اور آپ کے شکوک باطل کر دیے گئے تنبیہ جناب مصنف طب
کی ساری دھوم دہام اس بنا پر تھی کہ لڑائی کے قیدی لونڈی غلام
نہ بنائے جائین گے اگرچہ اس سے یہ لازم نہین آتا تھا کہ آیۃ من وفدا
بغیر لڑائی کے رقیت کو بھی منع کرتی ہے مگر احادیث صحیحہ سے جب لڑائی
کے قیدیون کا غلام بنانا اور تقسیم کرنا صحابے مین ثابت ہو گیا تو
اب کوئی شق باطل ہونے سے باقی نرہی جسپر بحث کیجاوے تو بھی ہم
یہ سوال کر سکتے ہین کہ بالفرض آنحضرت صلعم قیدیون کو قتل نہ کرتے
یا لونڈی غلام نہ بناتے تو اس سے یہ کیونکر لازم آتا ہے کہ قتل واسترقاق
حرام ہو گیا ہان اگر حضرت قتل واسترقاق کو منع فرماتے یا اوسکو ترک
کرتے یہ ٹھہرا کر کہ وہ فعل ممنوع ہے تو مضائقہ نتھا جائز ہے کہ چارون صورتین
قتل ۔ استرقاق ۔ من ۔ فدا ۔ جائز ہین جیسا جسوقت مناسب معلوم ہوا اوسی پر
عمل فرمایا قولہ اب ہم اون غزوات کے قیدیونکا ذکر کرتے ہین جو بعد نزول آیۃ من وفدا
کے ہوتے تھے اول ساری بطن مکہ الخ اقول آپکی تقریر کئی وجہ سے مردود ہے اولا حدیث
صحیح مسلم مین فاستحیاھم وفی روایۃ فاعتقھم آپنے نقل کیا ہے اور جسکو کچھ بھی علم وعقل ہوگا
صاف سمجھ لیگا کہ زندہ رکھہ لینا خواہ عتق کا وقوع مین آنا رقیت پر دلالت کرتا ہے کیونکہ بغیر
زندہ رکھنے کی رقیت متعذر ہے اور عتق خود فرع ہے رقیت کی پس وہ حدیث ہماری موید ہے

نہ حضور والا کی ثانیاً ہم نہین تسلیم کرتے ہین کہ آیت ھو الذی کف ایدیہم
عنکم وایدیکم عنھم الخ بعد فتح مکہ کے نازل ہوئی تھی جس سے
آیت مین و فدا پر عمل ثابت کرنا آپ چاہتے ہین بلکہ بعض محققین کے
نزدیک قصہ حدیبیہ مین نازل ہوئی ہے چنانچہ معالم مین ہے وقال
عبد اللہ بن مغفل المزنی کنا مع النبی صلعم بالحدیبیۃ الخ اور کتاب اسباب النزول
مین بھی وہی الفاظ موجود ہین اور چونکہ اس روایت کی تضعیف
کسی لفظ سے پائی نہین جاتی ہے تو یہ فرمانا آپ کا کہ سب لوگ
اس روایت کو مردود جانتے ہین کیسا کذب صریح نکلا شاید سب لوگ
کی لفظ مین عبد اللہ بن مغفل داخل نہین ہین یا وہ انسانیت سے
آپ کے نزدیک خارج ہین ثالثاً جس حدیث کا حضور نے حوالہ
دیا ہے اوسمین باوجودیکہ اصل راوی واحد ہے مگر مسلم مین ثمانین رجلا
اور معالم مین سبعین رجلا موجود ہے اس سبب سے اضطراب
فی الروایت معلوم ہوتا ہے اور طرفہ یہ ہے کہ اسباب النزول مین
بھی وہی روایت ہے مگر اوسکے الفاظ یہ ہین ھبطوا علی رسول اللہ
صلعم ولیاخذھم اللہ تعالی بدعائہ صلعم فانزل اللہ تعالی ھذہ الآیۃ تو غور
فرمائیے کہ جس روایت کے الفاظ مین اسقدر اختلاف ہے اوسکو
آپ صحیح ٹھہراتے ہین اور اپنا آرٹکل اصول تنقید حدیث کا بھی بھول
جاتے ہین اور جس قول کی کسی نے تضعیف نہین کی اوسکو مردود
بتاتے ہین خامساً سلمنا کہ حضرت صلعم نے منجملہ چار صورتون کے
ایک پر عمل کیا مگر اوس سے نفی ماعدا کی کیونکر لازم آتی ہے
قولہ دوم اساری غزوہ بنی خذیمہ الخ اقول عبارت مواہب لدنیہ
اور حدیث صحیح بخاری مستدلہ جناب عالی سے قتل ہونا قیدیون کا
تو ثابت ہو گیا جو حضور والا کی مراد کے خلاف اور ہمارے موافق ہے

ف اور کہا عبد اللہ بن مغفل نے کہ تھے ہم آنحضرت کے ساتھ حدیبیہ مین ۱۲

باقی رہا یہ امر کہ رسول صلعم نے اپنی برائت خالدؓ کے فعل سے بیان فرمائی ہم کہتے ہین کہ وہ قول آنحضرت صلعم کا آپ کی دعوی پر برہان نہین ہے بلکہ قراین حال سے احتمال صحیح دوسرا موجود ہے یعنے وہ لوگ مسلمان ہوگئے تھے لفظ اسلمنا کا صاف اونکے منہ سے نہ نکلا اوسکی جگہ صبانا حالت اضطرار مین کہنے لگے خالد نے ظاہر قول پر عمل بالاجتہاد کیا حالانکہ اونکے حال و مقال مین تعمق و تدبر کرنا بہتر تھا جیسا کہ دیگر صحابہ نے سمجھا تھا اگر آنحضرت صلعم کو الہام اور کشف باطنی سے اون مقتولین کا مسلمان ہوجانا معلوم ہوا اور باعث تاسف ہوا تو اپنی برائت اوس قتل سے ارشاد فرمائی اس قصہ سے یہ لازم نہین آتا کہ باوجود مشرک رہنے کے بھی حضرت صلعم قتل ہونے سے بیزار تھے ومن ادعی فعلیہ البیان اور کیونکر حضرتؐ بیزار ہوتے حالانکہ قریظہ کے چارسو قیدی خود اپنے سامنے قتل کیے تھے پس جب یہ معلوم ہوا کہ ایمان اونکا ثابت ہونی ہوئی پر قصہ خالد کا مبنی ہے تو ذکر بھی اوسکا عبث ہے حدیث کے ان الفاظ پر غور کیجیے فدعاهم الی الاسلام فلم یحسنوا ان یقولوا اسلمنا فجعلوا یقولون صبانا

قولہ اور صحابہ اگر اونکو مسلمان سمجھتے تو قیدی کیوں بناکرتے اقول صحابہ کو حالت اضطرار مین بجاے اسلمنا کے صبانا کہنا معلوم ہوا تھا مگر جب خالدؓ امیر لشکر تھے تو اونکے حکم سے قیدی ہونا ظہور مین آیا اور اطاعت اولی الامر کی لازم آئی تھی اور اپنے اختلاف راے کا فیصلہ حضرت رسول صلعم پر منحصر رکھا تھا اسمین کچھ بھی اعتراض کسی پر وارد نہین ہوتا اور چونکہ خالدؓ کا اجتہاد تھا لہذا حضرت صلعم نے خالد کو کچھ معتوب نکیا بلکہ اونکے فعل سے اپنی برائت ظاہر کی وہ بھی اسیوجہ سے تھی کہ بسبب خصوصیات نبوت کے حضرت صلعم کو

مسلمان ہوجانا مقتولین کا معلوم ہوا تھا من و فدا پر عمل نکرنے سے
اگر عتاب فرماتے تو صاف ارشاد ہوتا کہ اے خالد آیت منّ و فدا
کے خلاف تمنے کسواسطے عمل کیا اور خالد کا ناواقف ہونا احکام
قرآنی سے خلاف قیاس ہے ورنہ ایسا ناواقف امیر لشکر اسلام کا
نکیا جاتا اور بالفرض ناواقف تھے تو آیندہ کبھی غلطی مین نہ پڑنیکے واسطے
ہدایت مضمون آیت منّ و فدا کی ضرور ہو جاتی **قولہ** ہوازن کے
قیدیون کو رسول صلعم نے احسان رکھکر اور فدیہ لیکر چھوڑ دیا الخ
اقول یہ قصہ تو بالکل ہمارا مؤید اور آپ کا مخالف ہے کیونکہ اگر
استرقاق جائز نہوتا تو قیدیون کو لونڈی غلام بنا کر صحابہ کو تقسیم
کر دینا ہرگز ظہور مین نہ آتا اور بعد مسلمان ہو جانے ہوازن کے
جو رہائی عمل مین آئی وہ صحابہ کی مرضی پر چھوڑے گئے وہ بھی اس
شرط سے کہ جسکو اپنے حصہ کا چھوڑنا منظور نہو وہ زمانہ آیندہ مین
معاوضہ لی لے اور لونڈی و غلام کے بدلہ مین دوسرے لونڈی غلام
قبول کرے تو نتیجہ اس قصہ کا سوا اسکے کچھ نہین ہے کہ استرقاق
عمل مین آیا اور صحابہ کرام نے موافق اپنے اپنے حصہ کے لونڈی
اور غلام پایا بعدہ عتق بالمعاوضہ اور واسطے حصول ثواب کے
واقع ہوا ورنہ جسوقت قیدی آئے تھے وہ دوسرے مقام کو منتقل
نہ کیے جاتے نہ لونڈی غلام تقسیم ہوتے فوراً احسان رکھکر
چھوڑ دیے جاتے علاوہ اسکے حضرت صلعم نے جب ہوازن سے
یہ بھی فرمایا کہ چاہو مال غنیمت واپس کر لو چاہو اپنی نساء و صبیان کو
لے لو اگر چھوڑنا قیدیون کا ضروری ہوتا تو ایسا ارشاد ممکن نہ تھا
فرض کیجیے کہ ہوازن مال واپس لینے پر راضی ہوتے تو خواہ مخواہ
وہ لونڈی غلام تصرف مین ہر ایک صحابی کے بدستور رہتے پھر کیونکر

آیت مین وفا اپر عمل ممکن تھا یا صحابہ واپس دینے پر بعوض یا بلا
عوض راضی نہوتے تو حضرت صلعم کیونکر آیت پر عمل فرماتے اور ہمکو
نہایت افسوس ہے کہ مخاطب خوش فہم نے سیرت شامی کی
روایت نقل کی ہے جسکو مہابھارت سمجھتے ہین اور پھر یہ بھی ارشاد
ہوتا ہے کہ ابن اسحاق نے افترا کیا ہے اور حضرت عبداللہ بن
عمرؓ کی نسبت بداخلاقی اور صفت بہیمیہ کا لفظ تحریر فرماتے ہین اور
سب صحابہ کرام سے سوء خاتمہ سے نہین ڈرتے اور خود ہی توفیق
روایات کا نہین کرتے نہ مطلب سمجھتے ہین بیباکانہ جو کچھ منہ سے
نکلتا ہے کہتے چلے جاتے ہین حالانکہ تمام روایات کا خلاصہ اسقدر
ہے کہ سبایا و اموال کو حضرت صلعم نے جعرانہ کو روانہ کیا اور مسعود
ابن عمرو اس خدمت پر متعین ہوے اور وہ چھ ہزار قیدی تھے
طائف سے حضرت صلعم کے تشریف لانے تک جعرانہ مین رہے
اون قیدیون مین عورتین اور بچے بھی تھے بعدہ ہوازن کے لوگ
مسلمان ہوکر حضرت کے پاس آئے اور درخواست کی کہ ہمارے
اموال اور قیدی واپس عنایت ہون ہمپر مصیبت پڑ گئی ہے
آپ احسان فرماوین خدا تعالے آپ پر احسان کریگا حضرت نے
فرمایا کہ دونون مین سے ایک کو اختیار کرلو خواہ اموال واپس لو
خواہ عورتین اور بچے واپس لو اونہون نے دوسری بات منظور کی
تب حضرت نے فرمایا کہ جو میرے اور بنی مطلب کے حصہ مین
آئی ہین وہ مین نے عطا کین باقی جو مسلمانون کے حصہ مین
ہین ان سے التجا کرو اور کہو کہ ہم خدا و رسول کو شفیع لاتے ہین
مین بھی سفارش تمہاری کرونگا چنانچہ اونہون نے ایسا ہی کیا
تب مہاجرین اور اکثر صحابہ نے حضرت صلعم کی سفارش سے

اپنے حصہ کی لونڈی غلام چھوڑ دیے مگر بعض صحابہ نے انکار کیا،
تب حضرت صلعم نے فرمایا کہ اوسکو غنیمت آئندہ مین بدلہ اوسکا
عطا کیا جایگا اسپر سب راضی ہوگئے اور حضرت صلعم نے علی بن
ابی طالب رض کو ایک لونڈی دی تھی اور ایک لونڈی عثمان غنی رض کو بھی
عنایت فرمائی تھی اور ایک لونڈی فاروق اعظم رض کو ملی تھی جسکو وہ
ہبہ کر چکے تھے اپنے بیٹے عبد اللہ رض کو اور عبد اللہ کا ارادہ تھا کہ
بعد فراغ طواف کعبہ کے اوسکے ساتھ مباشرت کرینگے جب
اونہون نے وہ حال سب سبایا کا دیکھا تو اوسکو بھی چھوڑ دیا اور
ایک بوڑھی عورت عیینہ بن حصین کے پاس تھی اوسکو ہوازن کے
بڑے خاندان کی عورت سمجھ رکھا تھا اور خیال کرتے تھے کہ اوسکی
عوض بہت مال ملیگا وہ چھوڑنے پر راضی نہ تھے تب زہیر ابو صرد نے
اونسے کہا کہ وہ پاکیزہ دہن اور اوبھری ہوئی پستان والی اور جنبی
کے لائق نہین ہے چنانچہ واپس کردی اور روایت بخاری کا خلاصہ
یہ ہے کہ حضرت عمر نے دو لونڈیان لی تھین اور مکہ کے بعض گھرون مین
رکھ دی تھین جب سب قیدیون کو حضرت صلعم نے چھوڑ دیا تو فاروق
نے بھی اونکو چھوڑ دیا انتہی محملاً ہم کہتے ہین کہ روایات مذکورہ سے
جناب مخاطب کا مقصود حاصل نہین ہوتا کیونکہ جب من و فدا پر عمل
نہوا اور لونڈی غلام بناکر صحابہ کو تقسیم کیے گئے اور چھوڑنا بھی
صحابہ سے سفارش رسول کی درمیان مین لاکر بالتجا و باسترضا
بلکہ بوعدہ معاوضہ ظہور مین آیا اور پھر بھی بعض صحابہ نے نہ مانا تب
زہیر ابو صرد کی وہ گفتگو پیش آئی جو حدیث مین مذکور ہے تو حضرت صلعم
کی سفارش سے یا بواسطے استرضاے نبوی کے چھوڑ دینا عین عتاق تھا کہ
جو بعد تحقق رقیت کے ہوتا ہے اگر من و فدا ارفرض ہوتا تو غلام اور

لونڈی بنانے سے پہلے ہی چھوڑ دیے جاتے اور اونپر احسان کیا جاتا
جناب مخاطب عتق کو من و فدا ٹھہراتے ہین تو اونکا مطلوب فوت ہو جائیگا
ورنہ ادائے فرائض و تعجیل امر خدا تعالے ہین صحابہ کی رضا پر انحصار ہوتا
اور بالفرض من و فدا ہی سمجھو تو مگر قطعاً ثابت ہو جائیگا کہ حکم آیت کا واسطے
وجوب کے نہین ہے محض تخییری ہے اور آپنی ہی مستند حدیث کی
بعض عبارتون کو مقبول اور بعض کو موضوع اور بے اصل قرار دینا عجیب
طریقہ جناب عالی کا ہے اس حساب سے تو جیا ہو جس حدیث کو اپنے
موافق کر لو زبان درازی اور اکابر دین کو گالیان دینا اور بات ہے
اور مطلب سمجھنا روایتون کا دوسری بات ہے اور ابن عتبہ کا یہ کہنا
کہ بڑھیا عورت کے بدلہ مین بہت سا مال دیگا ہر گز اسکا مفید نہین ہے
بلکہ وہ اوسکو بیچنا چاہتے ہونگے اور جانتے تھے کہ قوم ہوازن
مسلمان ہو گئے ہین اوسکی بڑی قیمت لگا کر خرید لینگے اگر فدا یہ عمل
ضرور ہوتا تو جب رسول صلعم نے معاوضہ دینا فرمایا تھا فوراً تسلیم
کر لینا پڑتا اور نیز قلبیس اور سیرت شامی کی روایت پر جو حضور والا
طعن و تشنیع کر رہے ہین کیا وجہ ہے آیا کوئی راوی مجروح ہے
یا بعض محکم ہے اور اگر وہ کتاب تمام و کمال مفتریات سے بھری
ہوئی ہے تو پھر اوسی کی روایات کسواسطے سند مین پیش
کیجاتی ہین اوسکی بحث ہی دور کیجیے اور آپ سمجھتے یہ بات کس دلیل
سے ثابت کی ہے کہ رسول صلعم نے کسی صحابی کو لونڈی نہین دی تھی
بلکہ خود حضرت عمر نے گرفتار کر لی تھی اور حدیث بخاری کا حوالہ دینا
زیادہ تر خوش فہمی پر دلالت کرتا ہے حدیث بخاری مین جو دو لونڈیون
کے گرفتار ہونے کا مذکور ہے اور وہ مکہ کے بعض گھرون مین رکھی
گئی تھین اوس سے یہ کیونکر لازم آیا کہ کوئی اور لونڈی حضرت صلعم نے

اونکو نہین دی تھی جسکا ذکر دوسری حدیث مین ہوا ہے جائز ہے
کہ وہ لونڈی علاوہ دو لونڈیون کے ہو اس صورت مین توافق تمام
روایات مین ہوتا ہے والاتفاق خیر من الاختلاف اور بالفرض دو
لونڈیان فاروق رضی ہی نے گرفتار کی ہون اور اونہین سے
ایک لونڈی اپنے بیٹے عبد اللہ کو ہبہ کی تو بھی تعارض
روایات کا رفع ہو سکتا ہے یعنے ایک روایت مین راوی کو
عبد اللہ بن عمر کو ہبہ کرنا لونڈی کا بیان کرنا مقصود
تھا اوسیقدر ذکر کیا اور دوسری روایت کے راوی کو
اوس خاص واقعہ کا بیان کرنا منظور نہ تھا بلکہ دو لونڈیون
کے اسیر ہونے کا ذکر کرنا تھا تو عدم الذکر سے سلب الذکر کیونکر
سمجھا جائیگا اور جب لفظ اعطی کا روایت مین صاف موجود ہے تو
اوس سے عطا کرنا لونڈی کا کیونکر قابل تسلیم نہوگا اس سے بہت
لغو کیا ہوتا ہے یہ آپ ارشاد فرماوین علاوہ اسکے آپ کی یہ تقریر
کہ دوسری لونڈی کا نسب راوی نے بیان نہین کیا عجیب خیال ہے
جب کا نسب معلوم نہوا مذکور نکیا یا مذکور کرنا فضول سمجھا یا تحقیق اوسکی
نسب کی اچھی طرح نہوئی ہوگی روایت سے نسب نامہ لونڈیون کا
ثابت کرنا ہمکو مقصود نہین ہے بلکہ وجود لونڈیون کا ثابت کرنا کافی ہے

قولہ اساری ثقیف کو بھی رسول صلعم نے فدیہ لیکر چھوڑ دیا الخ **اقول**
حدیث صحیح مسلم کا خلاصہ اسیقدر ہے کہ اپنے قیدیون کے بدلہ حضرت
صلعم نے قیدی ثقیف کا چھوڑ دیا اگر صاحب مرقاۃ کی یہ تقریر قبول
کر لیجیے کہ وہ امر خصوصیات سرور کائنات سے تھا تب تو کوئی بحث ہی
باقی نہین رہتی ہے اور اگر یہ مان لیا جاسے کہ معاوضہ مین قیدیون کا
چھوڑ دینا جائز ہے تو ہمارا کیا نقصان ہے منجملہ چند صورتون کے

ایک صورت پر عمل فرمایا ہوگا جس سے نفی تائید کی لازم نہین آتی
اور ہمارے نزدیک ضرور نہین ہے کہ جب تک خاص آیت قرآن شریف
مین ہر حکم کے واسطے نازل نہو تب تک فعل رسول صلعم کا سنت اور
قابل حجت نہ ٹھہرے ہمارے واسطے وہی فعل کافی ہے قال لنا
فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ اور جائز ہے کہ حضرت صلعم کو بذریعۂ الہام یا وحی
غیر متلو کے اصل حال معلوم ہوگیا ہوگا اسپر بحث جناب کی فضول ہے
قولہ اساری بنی تمیم بخاری نے ترجمۃ الباب مین لکھا ہے الخ **اقول**
خدا جانے آپکا کیا حال ہے اور کیسا خیال ہے کچھ الفاظ حدیث پر بھی
نظر کیجاتی ہے یا نہین اسے حضرت حدیث مین صاف لکھا ہے
فاغار واصاب منہم ناسا و سبی منہم نساء
انتہی اور دوسری روایت مین ہے وکانت ذلھم منہم
سبیۃ عند عایشۃ فقال اعتقیہا فانہا من ولد اسمعیل الخ
ظاہر ہے کہ لونڈیان بنائی گئین تھین اور لونڈی کو آزاد کرنا واسطے
پورا کرنے نذر کے خود دلیل استرقاق ہے کیونکہ عتق فرع ہی رقیت کی
اور بحث احادیث مین ہم اس حصہ کو لکھ چکے ہین اور سبی اور عتق
کے معنی مین جو جناب مخاطب تاویل کرکے قیاس فی اللغت روا رکھتے ہین
محض تحکم ہے ہم سبی کے معنے علم لغت سے ثابت کرتے ہین مجمع البحار
مین ہے فیہ ذکر السبی وہو النہب واخذ الناس عبیدا
واماء والسبیۃ المرأۃ المنہوبۃ وجمعہا السبایا بلفظ الضا یا وفیہ
وفیہ فاصطفے علی سبیۃ ہی الامۃ التی سبیت والاصطفاء
الاختیار واراد بہ ما یاخذہ رئیس الجیش لنفسہ
اور نہایہ مین ہے فالسبی النہب واخذ الناس عبیدا او اماء
والسبیۃ المرأۃ المنہوبۃ فعیلۃ بمعنی مفعولۃ جمعہا السبایا بلفظ

باقی رہا لفظ عتق کا وہ بمعنی ضد رقیت کے استعمال کیا جاتا ہے قال
صاحب المغرب العتق خلاف الرق کما فی تہذیب الاسماء وقال
جمال الدین فی کتابہ المثلث العتق بالکسر التخلص من العبودیۃ
وقال الازہری فی باب العتق من کتابہ شرح الفاظ مختصر المزنی
وانما قیل لمن اعتق نسمۃ اعتق رقبۃ وفک رقبۃ وخصت
الرقبۃ دون سائر الاعضاء لان ملک السید لعبدہ کالحبل
فی رقبتہ وکالغل فاذا اعتق فکانہ فک من ذلک وذکر
ابو محمد بن قتیبۃ فی اول کتابہ غریب الحدیث مثلہ وقال
صاحب مطالع الانوار یقال عتق المملوک یعتق
آپ مہربانی فرما کر حضور بھی اپنی تحقیق علم لغت مین دکھا کر معنے استرقاق کا
ثابت کر دیجیے ورنہ سکوت کیجیے اور اگر ہم یہ بھی تسلیم کر لین کہ مطلق چھوڑ
دینے کو کسی شیء کی بھی عتق کہتے ہین تو بھی رقیت سے منافات
لازم نہین آتی باقی رہا قرینہ جسکی وجہ سے معنی خاص کا تعین کیا جاۓ
سو اوسکا بیان بخوبی موجود ہے یعنے بغیر استرقاق کے حضرت عائشہ
کے پاس رہنا لونڈی کا کیونکر ہو سکتا تھا اور جب ایک حدیث مفسر دوسری
حدیث کی ہوتی ہے تو دیگر روایات سے ہم ثابت کر چکے ہین کہ خود حضرت
صلعم نے حضرت عائشہ سے فرمایا کہ لونڈی غلام خرید کر لو اور اپنی نذر
پوری کرو کما مر سابقًا اور مواہب لدنیہ مین قصہ نزول جس آیت کا
لکھا ہے اوس سے نہایت مرتبہ اسقدر ثابت ہوتا ہے کہ استرقاق
عمل مین آچکا تھا اوسکے بعد حضرت صلعم نے سبایا کو واپس کر دیا اور
عتق لونڈی غلامون کا فرمایا اور بعض سے فدیہ لیا چنانچہ زرقانی شرح
مواہب لدنیہ مین ہے وانکر جزم ابن اسحاق بانہ اعتق بعضا
وفادی بعضا بلفظہ بالجملۃ الفاظ رد علیہم الاسرے والسبی

۱۰

سے اصلیت استرقاق کی معدوم نہین ہوتی ہے علاوہ اسکے
اسپر دینا سبایا کا بھی بعد اختیار کرنے اسلام کے پایا جاتا ہے
چنانچہ شان نزول جو تفسیر معالم اور کتاب اسباب النزول مین ہے اوسکے
یہ الفاظ ہین فقام شاعرہم من النبی صلعم فقال اشہد
ان لا الہ الا اللہ و انک رسولہ فقال النبی صلعم لا یضرک
ما کان قبل ہذا ثم اعطاہم رسول اللہ صلعم وکساہم بلفظہ
اور زرقانی مین ہے تا رُدّ علیہم لفداء النصف والمن علی النصف کما رواہ
ابن عباس او من علی الکل تفضلا بعد اسلامہم ترغیبا لہم فیہ وان
قال علی فداء النصف وہذا ہو الظاہر من مزید کرمہ صلی اللہ علیہ وسلم
کہتے ہین کہ اگر من و فدا ہی فرض ہوتا تو پہلے ہی چھوڑ دیے جاتے
حالانکہ مجرد درخواست بنی تمیم کے چھوڑ دینا منظور نہین ہوا جیساکہ روایت
بخاری سے ظاہر ہے غایت الامر روایات صحیحہ وغیر صحیحہ کے جمع کرنے سے
اسیقدر نکلتا ہے کہ حضرت نے بعد گرفتاری کے من و فدا پر عمل نہین کیا
الا بعد اختیار کرنے دین اسلام کے اور التجا بنی تمیم کے چھوڑ دیا مگر ساتھ
اسکے یہ بھی روایت بخاری و شرح قسطلانی سے ہم ثابت کر چکے ہین کہ
حضرت صلعم نے عائشہ صدیقہ رض سے فرمایا کہ بنی عنبر کی جو اولاد اسمعیل ہی ہین
لونڈی غلام خرید کرنے کے واسطے ایفاء نذر کے آزاد کردو چونکہ وہ معاملہ بعد
فتح مکہ کے ہے اور استرقاق کا حکم صاف و صریح موجود ہے تو عمل آنحضرت کا
چارون احکام مین سے کسی ایک یا دو حکم پر مستلزم سلب ما عدا کا نہین ہے
اور روایت کشف الغمہ کی جسکی تائید بخاری کی حدیث سے بھی ہوتی ہے
جناب مخاطب نے اپنے حق مین مضر سمجھ کر ناقابل اعتبار لکھی ہے یہ اونکا
تحکم ہے کوئی راوی اوسکا مجروح نہین ثابت کیا ہے اور زبان درازی تو
حضرت مخاطب کا وظیفہ ہے اوسکا جواب ہم کیا لکھین اور بحث جواز و عدم جواز

استرقاق اہل عرب مین جو مخاطب سنے فرمایا ہے کہ قوم عرب کا استرقاق
ناجائز تھا اگر ہم تسلیم بھی کر لین تو بعض قرابت داران رسول صلعم کے
باب مین بوجہ عظمت خاندان نبوی کے ہوگا مگر کلام حلت و حرمت استرقاق
مین ہے سو دونون حدیث مستدلہ مخاطب سے حلت بخوبی ثابت ہوگئی
پھر یہ کہنا اونکا کہ محض رسم جاہلیت پر استرقاق بنی تھا اور آنحضرت
صلعم کی اجازت سے مباشرت کیجاتی تھی اور اوسکا نام شہوت پرستی رکھ
صاف باطل ہوگیا وہو المقصود **قولہ** غزوہ طائف مین عام منادی
کر دی تھی الخ **اقول** عتق وقوع ہونا مین استرقاق کو ثابت کرتا ہے
ورنہ بغیر ثبوت ملک کے عتق کیونکر متحقق ہوگا پس ذکر روایت موہم لیبیہ
فضول ہے ای عبد نزل من الحصن خرج الینا فہو حر الخ
ایسی عبارت ہے جس سے عبدیت اور بعدہ حریت پائی جاتی ہے
اسی کا نام رقیت اور عتق ہے کما لا یخفی **قولہ** اون حدیثون کے
بیان مین جن سے لونڈی غلام بنانا آنحضرت صلعم کی طرف منسوب
کیا جاتا ہے الخ **اقول** فعل رسول صلعم کا احادیث صحیحہ سے ہم ثابت
کر چکے اور آیت من وفدا کے وقت نزول اور مراد مین جو غلط فہمی
مخاطب کی سبب ہے وہ بھی ثابت ہو چکی تو سنت رسول صلعم ہمارے واسطے
بے شک حجت قاطع ہے اور اوسی پر اجماع تمام امت کا بلا اختلاف ہے
قولہ روایت متعلق غزوہ بنی قریظہ مین لونڈی غلام بنایا جانا پایا جاتا ہے
مگر وہ حکم سعد بن معاذ کا تھا نہ خدا و رسول کا **اقول** جب اوس
حکم کو خود رسول صلعم نے پسند کر کے اوسی پر عمل فرمایا اور اوسکو موافق
حکم خدا تعالے کے بتایا تو آپ کے اوس کام کا بخوبی استیصال ہوگیا
اور اس حدیث کی بحث مکرر ہم لکھ چکے اور فعل رسول کو رسم جاہلیت
اور شنیع و قبیح ٹھہرانا مخاطب کا ایسا امر ہے کہ روز جزا اوسکا حال معلوم

ہوجایگا **قولہ** روایات متعلق غزوہ بنی فزارہ یہ واقعہ قبل فتح مکہ کا ہے **اقول** الحمد للہ کہ اس حدیث صحیح مسلم سے جائز رکھنا استرقاق کا ثابت ہوا اور کچھ تاویل علیل بھی نہ بن پڑی اور قبل فتح مکہ کے ہونا اوسکا جو بیان کیا ہے اوس سے ہمارا کیا نقصان ہے دوامر کا ثبوت قطعی ہمارے ہاتھ آیا **اول** استرقاق سنت رسول تھا نہ رسم جاہلیت و فعل شنیع ورنہ شارع علیہ السلام کیون روا دار ہوتے **دوم** آیت من و فدا قبل فتح مکہ کے نازل ہوئی تھی ورنہ عذرا کا ظہور مین آنا کس آیت کی موافق تھا اور جب مخاطب کا یہ دعوی ہے کہ غزوۂ بدر مین اخذ فدا پر عتاب نازل ہوچکا تھا تو ترتیب و تخیل غزوہ رسوم جاہلیت کے موافق تھی وہ عمل نہو گا کیونکہ نزول عتاب کا ہم سابق کو منع کرچکا تھا **قولہ** روایات غزوہ بنی المصطلق جو کچھ اس غزوہ مین ہوا آیت من و فدا سے منسوخ ہوا **اقول** علت استرقاق کی سنت رسول صلعم سے تسلیم کرنی پڑی اور رسم جاہلیت کا تذکرہ جاہلیت کی رسم قرار پائی والحمد للہ علے ذلک مگر آیت من و فدا کا بعد اس غزوہ کے نازل ہونا محض بے ثبوت ہے اور خیال فاسد کا جواب دینا فضول ہے **قولہ** ذکر آن حضرت صلعم کی سراری کا الخ **اقول** حاصل تقریر جناب مخاطب کا یہ ہے کہ ماریہ قبطیہ اگرچہ تصرف مین رسول صلعم کے تھین مگر اوسکی حلت نازل نہین ہوئی تھی مجکو کمال حیرت ہے کہ دین و ایمان مخاطب کا کیونکر روادار ہوا ہے کہ قبل نزول آیت انا احللنا لک الخ سے حضرت صلعم کو مرتکب فعل شنیع و شرک و کفر و شہوت پرستی کا موافق تمہید اسی آرٹکل کے قرار دیتے ہین اور پھر مسلمان ہونیکا بھی دعوے چلا جاتا ہے اور کیسا غضب ہے کہ سنت فعلی کو محتاج نزول آیت خاص کا ٹھہراتے ہین اگر یہی قاعدہ ہے کہ جو فعل اور قول رسول صلعم کا موجب اوسکے باب مین آیت خاص نازل نہو قابل اعتماد نہ ٹھہرا کرے تو سنت نبوی کوئی چیز نرہیگی کیا آن حضرت صلعم نہین جانتے تھے

کہ تصرف مین لانا ماریہ قبطیہ کا معاذ اللہ ابھی حلال نہین ہوا ہے اور
فعل شنیع اور کفر و شرک ہے اور محض رسم جاہلیت ہے جو خدا کی
مرضی کی خلاف ہی اور خلاف نیچر ہی اور ہر انسان حریت پر مخلوق ہے اور عبدیت
اوسکی نقیض ہے اور ظلم اور شہوت پرستی کا کام انبیا کو نکرنا چاہیے اور
جب تک خدا کا حکم نہ آوے ماریہ کے ساتہ صحبت کرنی نہ چاہیے بلکہ
فوراً چھوڑ دینا واجب ہے جب اصل رقیت ہی قبیح ہے تو کسی کے
تحفہ مین بھیجدینے سے کوئی کسیکا لونڈی غلام کیونکر ہوگا یہ سب کچہ حضرت
رسالت صلعم تو نہ سمجھے مگر جناب نیچر مآب سمجہ بوجھکر اپنا ایمان اور اپنی
عاقبت درست کر رہے ہین ہمکو نقل کفریات سے بھی لرزہ آتا ہے
اور بمجبوری نتائج اوہام مخاطب کا فاش کرنا پڑتا ہے اسے حضرت
مخاطب یہ وہ ماریہ قبطیہ ہین جنکے ساتہ مباشرت نکرنے کا حضرت صلعم نے
ایکبار ارادہ کرلیا تھا تاکہ بعض ازواج طاہرات کی خوشی ہو اور ملال
رفع ہوجاوے اوسپر وہ آیت نازل ہوئی یاایہا النبی لم تحرم ما احل اللہ
لک الخ آیت انا احللنا لک الخ کی مراد ہم بحث آیات مین لکھ چکے ہین
اوسکی غرض اسیقدر ہے کہ حلال رکھین ازواج اور ملک یمین اور وہ
عورتین جو آیندہ مذکور ہوتی ہین یہ مراد نہین ہے کہ آج تک تمہاری
ازواج اور لونڈیان جو تصرف مین آتی رہی ہین حرام تھین اور تم
معاذ اللہ رسم جاہلیت کے مطابق حرکت بہیمیہ و فعل شنیعہ مین گرفتار تھے
اور ہم بھی سکوت کر رہے تھے مگر آج اوس فعل قبیح کو بھی حلال کردیا
اور ازواج کا بھی نکاح منظور کرلیا گیا ایسے معنے جناب مخاطب ہی قبول
کرینگے نہ کوئی مسلمان ذی علم ذی شعور قطع نظر اسکے جب یہ بھی حکم
نازل تھا کہ قد علمنا ما فرضنا علیہم فی ازواجہم او ما ملکت ایمانہم
اور اسکے سوا آیات کثیرہ نازل ہوچکی تھین اور سنت رسول صلعم بھی موجود تھی تو مہرسے

واسطے بھی حلت مین کیا کلام تھا خصوصیات آن حضرت صلعم کے ذکر
سے حضور والا کو کیا فائدہ ہے **قولہ** ریحانہ کا یہ حال ہے کہ قبل آیت
من و فدا اسبایا سے بنی قریظہ مین سے تھی مورخین نے اپنی طبیعت سے
قیاس کرکے وطیھا بملک الیمین لکھ دیا ہے انتہی محصلا **اقول** ہمارے
اکابر دین مورخین معتمدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کیون بد طینت ٹھہرائے
جاتے ہین ہان یہ قصور ہے کہ اونکی روایات آپ کے خلاف ہین نہ توتاویل
بن پڑتی ہے نہ بدعات محدثات کو کسیطرح تائید ملتی ہے جل جل کر
اور کھسیا کھسیا کر گالیان دینے لگے ہین مگر جب رسول صلعم اور صحابہ کو
بلکہ خدا تعالے کو آپ کی زبان سے نجات نہین ہے تو مورخین کس حساب
مین ہین بہرکیف جب استرقاق ثابت ہوا تو اپنے واسطے اختیار کرنا
ریحانہ کا اور وطیھا بملک الیمین کا صحیح ہونا کیا مضائقہ ہے باقی رہا یہ ادعا
جناب مخاطب کا کہ ریحانہ پہلے سے حضرت صلعم کے تصرف مین ہوتین
تو اون سے درخواست نکاح کی نکرتے خاکسار عرض کرتا ہے کہ انحضرت
صلعم نے اگر امہات المومنین نبانے کا قصد فرمایا تو یہ ارادہ کیونکر محل
اعتراض ہو سکتا ہے اور انکار کرنا ریحانہ کا اسوجہ سے تھا کہ ازواج کی
باب مین جو احکام شرعیہ ہین اونکے مقابلہ مین احکام لونڈیون کی
تخفیف کے ساتھ ہین اور ازواج کو مدت العمر نکاح ثانی کا امتناع تھا اور
لونڈیان بجرد آزاد ہونے کے مجاز ہوسکتی تھین اور ازواج مطہرات کو
حکم تھا کہ فقر و فاقہ و تکالیف دنیوی پر صبر کرین مگر ریحانہ نے اپنی طبیعت
اوسقدر صبر و تحمل کی استعداد نہ دیکھی ہوگی لہذا لونڈیون مین حضرت رسالت صلعم
کے رہنا پسند کیا یہ امر اختیاری تھا اور مشہور ہے ہر کسی مصلحت خویش
نکو سید اند و قطع نظر اسکے جب بعض روایات مین یہ بھی آیا ہے کہ حضرت نے
اونکو آزاد کرکے نکاح کر لیا تھا تو کوئی اعتراض باقی نہین رہتا ہے

اور اصل رقیت کی ثبوت مین دونون روایات سے کلام کی حاجت نرہی اور دونون روایات مین توافق بھی ممکن ہے یعنے جائز ہی کہ اول ریحانہ نے مناکحت سے انکار کیا ہوا ور راوی کو اوسیقدر کا بیان منظور تھا مگر بعد انکار کے اجر عظیم عقبے پر افہام وتفہیم سے قناعت کرکے راضی ہوئی ہونگی دوسری روایت مین آخر مین جوکچہ ہوا اوسیکو ذکر کیا کچہ منافات لازم نہین آتی ہے **قولہ** واہ کیا معتقدین رسول کے ہین کہ جو برائیان اونمین ہین وہ سب پیغمبر کی نسبت بھی قیاس کرتے ہین اور جب ہم اون سے مخالفت کرتے ہین تو ہمارے زمانہ کے لنبی ڈاڑھی اونچے پاجامہ والے ہمکو غیر مقلد ایمہ اربعہ اور کافر وملحد بتاتے ہین **اقول** اگر یہ تقلید ستر لاکھ ممبران ملحدین یورپ کے حلال چیزین آپ کو حرام معلوم ہون اور احکام خدا اور رسول بری سمجھ مین آوین تو آج استرقاق مین بحث ہورہی ہے کلکو حکم ہوگا کہ ۳۰ دن کا روزہ خصوصاً موسم گرما مین خلاف عقل ومخالف نیچر ہے اور قوتون کو ضعیف کرتا ہے طبیعت کو شگفتگی سے منع کرتا ہے فلاسفہ جدیدہ اوسپر ہنستے ہین وہ حرام ہے اور سنت رسول صلعم کا ثبوت نہین جسقدر احادیث ہین سب کی راوی مفتری اور کذاب تھے اور قرآن کے معنے تمثیلی زبان سمجھ کر جو چاہو اختیار کرو اب جو لوگ روزہ رکھنا رسول صلعم کی طرف منسوب کرتے ہین وہ کذاو کذا ہین اور نیچی ڈاڑھی علماء اسلام کے موافق حدیث واعفوا اللحی کے ہے نہ واسطے چھپانے کسی زوبنی کے ہے جو اونکے گلے مین ہو اور اونچا پاجامہ بھی موافق حدیث صحیح کے ہے **قولہ** تیسرے بے نام حرم جسکی نسبت لکھا ہے کہ وہ بہت زینب بنت جحش اسکا کچہ پتا نہین ہے **اقول** اگر راوی نام نہ بیان کرے تو وجود بھی معدوم ہو جائے

کیا ہے فہم شریف سے ہے قطع نظر اسکے یہ بھی غلط ہے کہ کسی نے اوسکا
نام ریحانہ تجویز کیا ہے زرقانی نے شرح مواہب لدنیہ مین اصابہ سے
نام اوسکا نفیسہ بیان کیا ہے حیث قال قال فی النور لا اعرف اسمها فیه
تقدم فی الاصابة نفیسة جاریة زینب بنت جحش وہبتها
للنبی صلعم لما رضی علیها بعد الہجر سماها احمد بن یوسف فی
کتاب اخبار النساء انتہی بلفظہ اور چوتھی لونڈی کا بھی زرقانی نے نام لکھا ہے
قال ابو عبیدة وکانت جمیلة بلفظہ اور بالفرض یہ نام بطور وصف کے
رکھے گئے ہون یا نقل مین آئے ہون تو بھی چار لونڈیون کا موجود ہونا
کافی ہے بحث حلت استرقاق وثبوت عمل رسول صلعم مین جاری ہے
نہ رسم نویسی مین لونڈیون کے **قولہ** ہمنے اس بات کا کھوج لگایا الخ
اقول خاک بھی کھوج نہ لگا وہ قصہ ہی علیحدہ ہے جسکا ذکر حدیث مین
ہے بحث اوسکی ہم لکھ چکے مگر یہ چار لونڈیان علاوہ اوسکے ہین
قولہ ذکر آن حضرت صلعم کے بعض ازواج مطہرات کا حضرت
جویریہ بنت الحارث الخ **اقول** جناب مخاطب نے پہلے تو یہ جرأت
کی کہ حدیث صحیح مسلم مین تھا فاخبر فاطمة بمجاءت ھی جویریة یعنی
خبر دی فاطمہ زہرا علیہا السلام کو وہ تشریف لائین حالانکہ عمر اونکی تھوڑی
تھی صغیر سن تھین اس حدیث کے الفاظ کو جناب مخاطب نے
یون بدل دیا فاخبر فاطمة بمجاءت ھی وجویریة اور اوسکے معنے یہ ٹھہرائے
کہ فاطمہ اور جویریہ آئین اور اس سے یہ نتیجہ نکالا کہ جویریہ تو قبل ہجرت
مکہ مین موجود تھین پھر لونڈیون مین کیونکر آئی ہونگی بعد طبع ہونے
تقریر جناب عالی کے خاکسار نے مطالعہ کیا صحت نقل کا اور مین نے
ایک خط مین لکھ بھیجا کہ اصل حدیث کے الفاظ یون نہین ہین جو تائید الاسلام
مین مذکور ہین بلکہ صحیح الفاظ یون ہین اور یہ معنی ہین اور بنارس مین

۴ کہا ہے [illegible] نام اوسکا [illegible] بیان کیا ہے [illegible] زینب بنت جحش کی تھی [illegible] آنحضرت صلعم [illegible] احمد بن یوسف نے [illegible] کتاب اخبار النساء مین [illegible] ۱۲

زبانی بھی عرض کیا گیا تب حضرت مخاطب سنے سوچا کہ تاویل کرنی ضرور ہے
ورنہ الزام تحریف فی الحدیث کا لاجواب ہو جایگا مجبور ہو کر دوسرے
پرچۂ تہذیب الاخلاف مین یہ لکھا کہ ایک بڑی غلطی ہمسے ہو گئی ہے
یعنے ایک حدیث صحیح مسلم کی نسبت حضرت جویریہ کے نقل کی ہو افسوس ہے
کہ جس کتاب سے ہمنے اوس حدیث کو نقل کیا اوسمین غلطی تھی یعنے
بجاے اس لفظ کی فاخبر فاطمۃ فجاءت وھی جویریۃ یہ غلط لفظ لکھی
فاخبر فاطمۃ فجاءت ھی جویریۃ افسوس ہو کہ ہمنے اپنی
جہالت سے اوسی غلط عبارت کی پیروی کی اوسیکو نقل کیا اوسیکو
بطور ایک اختلاف سے لکھہ دیا پس ہم اس خطا کا اور اپنی جہالت کا
اقرار کرتے ہین اور ناظرین تہذیب الاخلاق سے امید کرتے ہین
کہ پرچہ مطبوعہ یکم شوال ۱۲۹۰ ہجری کے صفحہ ۱۵۶ کے کالم اول کی سطر
اول لفظ صحیح مسلم سے پانچوین سطر کی لفظ ہوسکتا ہی تک اور سولھوین
سطر سے اخیر کالم تک جو عبارت لکھی ہے اوسکو کاٹ دین اب ہم
اپنے شفیق مولوی علی بخش خان صاحب سبارڈنٹ جج گورکھپور کا
شکرادا کرتے ہین جنکے فرمانے سے ہم اس غلطی سے متنبہ ہوے
راقم سید احمد انتہی بلفظہ اقول آپ سنے دو عذر پیش کیے ہین
ایک غلط ہونا نسخہ صحیح مسلم کا دوسرے اپنی جہالت عذر اول کو مین
تسلیم نہین کرسکتا کیونکہ جب تحقیق و تدقیق کا دعوے ہے اور
تمام متقدمین و متاخرین کی کتب پر بحث کرنیکا حوصلہ ہے تو چھاپہ
کی صحیح مسلم مع شرح جو ہر شہر مین ملتی ہے میسر نہ آئی خلاف قیاس
ہے علاوہ اسکے صحیح نسائی تو آپ کے پاس غلط نہو گی جسمین لفظ
جاریۃ کا موجود تھا اوسکو دیکھکر اوسکی تصغیر جویریہ سمجھہ مین آسکتی تھی
اور قسطلانی جو پیش نظر تھی اوسمین بھی حدیث صحیح مسلم کا حوالہ تھا

اور قصہ لونڈی ہونے جویریہ کا بہت کتابون مین موجود تھا اور
مین نے جب وہ نسخہ وقت ملاقات کے مانگا جسمین ہی و جویریہ
لکھا ہو تو ارشاد ہوا کہ انتخاب کے وقت غلطی ہوئی وہ نسخہ غلط بھی
نہ دکھایا گیا اور بسم اللہ اگر موجود ہے تو اب دکھایئے مگر عذر ثانی گو
فی الواقع صحیح ہو الا آئندہ تحریف ثانی دوسری روایت مین دیکھکر
عمداً تحریف کی عادت ثابت ہوتی ہے یعنے آپ نے لکھا ہے
کہ استیعاب کی روایت مین ہے سحر رسول اللہ صلعم اور اوسکی ترجمہ
مین بھی جادو کا لفظ تحریر فرمایا اور صحابہ کرام کے نزدیک جادو کرنیوالا
رسول صلعم کا ٹھہرایا مگر کسی روایت مین سحر رسول صلعم کا لفظ نہین ہے
یہ حضور والا نے اپنے جی سے جوڑکر افترا کیا ہے اور باوجود اپنی
اسقدر تحریف کے رواۃ حدیث کو گالیان سناتے ہین حالانکہ
روایات مین صہارہم اور اصہارہم کا لفظ ہے جسکی یہ مراد ہے
کہ انہین کی دامادی اختیار کی رسول صلعم نے لہذا اوسواسطے عظمت
حضرت جویریہ کے اونکے عزیز و قرابت دار لونڈی غلامون کو صحابہ
نے آزاد کر دیا اور اصہار رسول اللہ صلعم سے بھی وہی مراد ہے
کہ یہ لوگ زوجہ کی طرف والے ہو گئے ہین اسواسطے آزاد کر دیا غضب
خدا کا ہے کہ جناب مخاطب نے ص کو س اور ہ کو ح بنا دیا
اور جادوگری کا اتہام لگا دیا ایک قصہ مین حضرت جویریہ کی
دو حدیث نقل کین دونون مین تحریف کی اب غور کرنا لازم ہے
کہ جہالت کا عذر بھی ہم کیونکر مان لین ہمارے نزدیک یحرفون الکلم
عن مواضعہ صادق آتا ہے اور خیر جہالت ہی کا عذر صحیح ہو
مگر جب الفاظ حدیث کے بھی صحیح نہ معلوم ہون تو قرآن کے
معنی و تصنیف کرنے کی کیا ضرورت تھی اور اب انصاف کرنا چاہیے

کہ اپنی غلط فہمی سے جو الفاظ حدیث کو صحیح نہ کیا اور راویان احادیث
کو گمان باطل پر گالیان دے چکے اوسکا اعادہ کسطرح ہوگا اور
وہ سب وشتم کدھر جاویگا اور قیامت کے روز کیا جواب دیا جاوے گا
اب ہم عبارت بھی بعض کتب کی نقل کرتے ہین جنمین صہر واصہار
موجود ہے زرقانی نے شرح مواہب لدنیہ مین لکھا ہے وقالوا
هم اصهار و بالنصب بتقدیر ارسلوا اواعتقوا اصهار رسول اللہ صلعم
بلفظہ اور الدرۃ المضیۃ والعروس المرضیۃ والشجرۃ
المحمدیۃ مطبوعہ مصر ص ہفتم مین یہ عبارت ہے وقالوا قد صاہم
البھم النبی علیہ السلام الخ بلفظہ غرض کہ کسی کتاب مین اصہار
اور کسی مین صہر موجود ہی نقل کرنا تمام روایات وعبارات کا فضول ہی
اب مہربانی کرکے استیعاب مین جناب والا وہ الفاظ دکھاوین
جو نقل کیے ہین اور اگر کوئی نسخہ غلط یا محرف پاس رکھہ چھوڑا ہے
تو سیاق وسباق قصہ پر بھی غور کرین اور یہ بھی لحاظ فرماوین کہ
وہ قصہ دیگر کتب مین کس لفظ کے ساتہ ہے اور کسطرح تصحیح
نسخہ کی ہوسکتی ہے اور ایا لفظ سحر کا نہ تو صحابہ کے کمال ادب
وایمان ویقین کے موافق ہے نہ رسول صلعم کی شان پر صادق ہے
نہ حضرت جویریہ سے سحر کا تعلق ہے یہ ڈھکوسلا حضور کی ایجاد ہی
اور سارا اعتماد نقل روایات کا جاتا رہا چونکہ قصہ جویریہ مین اب
کوئی خدشہ باقی نرہا اور اوسکا لونڈیون مین آنا اور پھر نکاح ہونا ثابت
ہے تو اس سے زیادہ کیا حلت استرقاق کے واسطے حجت قطعی
سنت نبوی سے مطلوب ہے اور آیت من وفدا کا ہزار بار جواب
ہم دے چکے آپکا دعوے اتبک ثابت نہین ہوا ہے پھر
تقدیم وتاخیر کی بحث کیا ہے فائدہ حضرت عائشہ صدیقہ محبوبہ

رسول صلعم کا یہ گمان کرنا کہ جویریہ کو آن حضرت صلعم پسند کرکے اپنے واسطے اختیار کرینگے کسی طرح محل طنز و تعریض مخاطب کا نہین ہے اور محض بیباکی پر مبنی ہے کیونکہ وجہ حلال سے کسی عورت حسینہ وجمیلہ کا اختیار کرنا بطور زوجیت خواہ ملک یمین کے حضرت صلعم کے واسطے مورد طعن نہین ہوسکتا اور محبوبۂ رسول صلعم کو غیرت کا خیال آجانا جو ازواج کو نئی بی بی کے ازدواج مین آنے سے ہوتی ہے کچھ خلاف قیاس یا قبیح شرعی نہین ہے پس تمام بحث مخاطب کی بیکار ہے

قولہ حضرت صفیہ بنت حی الخ **اقول** احادیث صحاح ستہ سے ہم ثابت کر چکے کہ صفیہ لونڈیون مین آئی تھین اور حضرت صلعم نے اونکو لیکر آزاد کردیا بعدہ نکاح کیا اور وہی آزادی مہر اونکا قرار پایا نفس رقیت صفیہ مین کوئی روایت مختلف نہین ہے اگر کیقدر اختلاف ہے تو پورے قصہ کے بیان مین ہی وہ بھی اس وجہ سے کہ کسی روایت مین کم کسی مین اوس سے زیادہ کسی مین تمام و کمال قصہ مذکور ہوا ہے اور اوس سے سلب رقیت کا لازم نہین آتا اور جب حدیث مین یہ بھی مذکور ہے کہ صحابہ منتظر تھے کہ حضرت صلعم صفیہ کو امہات المومنین مین شامل کرتے ہین یا ملک یمین رکھتے ہین تو رقیت مین کچھ کلام نہین اور حدیث بھی باب اتخاذ السراری مین لکھی ہے اور دوسری حدیث بخاری مین یہ لفظ صاف ہے

کان فی السبی صفیۃ الخ اور قسطلانی نے توافق بھی احادیث مین کردیا ہے

من شاء فلیرجع الیہ اور عبارت مواہب لدنیہ اور سیرت ہشامی مین توافق ہوسکتا ہے یعنے دحیہ کلبی کے پاس جانا صفیہ کا منافی رقیت کا نہین ہے اور دحیہ سے لے لینا آنحضرت صلعم کا بھی سبایا اور ملک یمین کی تعریف سے خارج نہین کرتا ہے اور انس

ابن مالک نے صرف قصہ ولیمہ کا ایک مرتبہ بیان کیا دوسری بار
کچھ زیادہ حال روایت کیا تو کچھ اختلاف نہین ہے جب مخالف اقوال
موجود نہین ہین تو پھر کیا اعتراض ہے الحاصل کسی روایت مین
تفصیل ہے کسی مین اجمال ہے اور اسیقدر پر قناعت کی ہے
کہ صفیہ لونڈیون مین آئی تھین حضرت صلعم نے اپنے واسطے
اختیار کر لیا باقی رہا توافق دو روایت مین یعنے ایک مین ہے
کہ حضرت صلعم نے وحیہ کو معاوضہ مین دوسری لونڈی دی دوسری مین
ہے کہ مال دیا ہم کہتے ہین کہ مال بھی دیا اور لونڈی بھی دی توافق موجود
ہے اور مخاطب نے جو ایک حدیث بخاری کی اور دو روایت سیرت
کی نقل کر کے اختلاف ڈالنا چاہا ہے ہرگز اختلاف نہین ہے
کیونکہ حضرت صفیہ رضہ غنیمت مین بھی آئین اور جس صحابی کے حصہ
مین تقسیماً یا عطاءً پہونچین اوس سے خرید بھی لی گئین اور حضرت نے
اپنے واسطے اختیار بھی کر لیا اور آزاد کر کے نکاح بھی فرمایا اور
اب سواے اوسی مصادرہ علے المطلوب آیت من وفدا کے
کچھ جناب عالی کے پاس باقی نرہا اور تمام رسالہ ختم ہوگیا صرف
خاتمہ مین کچھ تقریر باقی ہے اوسکا بھی خاتمہ ہوا جاتا ہے **قولہ**
خاتمہ بعض شبہات کے جواب مین الخ **اقول** جب کہ ہم ثابت
کر چکے کہ تمام زمانہ خلافت راشدہ مین اور آج تک ہر زمانہ مین
اجماع امت حلت استرقاق پر چلا آتا ہے اور خود خلفاے راشدین
کی وہ سنت ہے اور بفحواے علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین
اور دیگر احادیث کے وہ ہمارے واسطے حجت ہے تو معصوم ہونا
ہر ایک صحابی کا ضرور نہین ہے بلکہ اجماع امت خطا سے محفوظ ہے کی
بحث احادیث مین جاری اور حلال سمجھا جانا استرقاق کا ہم لکھ چکے

اور کتب سیرت کو مہابھارت اور الف لیلہ بھی آپ کہہ رہے ہین
اور پھر اوسی کی روایات کو احادیث صحاح سے معارضہ کر کے
ابطال قصہٴ معراج اور حلت استرقاق کا بھی کیا چاہتے ہین
عجب واہیات خیالات جم گئے ہین نہ کوئی حدیث صحیح سمجھتے ہین
نہ کسیکا قول معتبر ہے نہ قرآن شریف کے معنے برعایت علم ادب
ومعنی بیان واصول علم تفسیر واحادیث نبوی کے بیان کرنے
ضروری سمجھتے ہین جو کچہ مُنہ مین آوے اور اپنی ملت نیچریہ کی
تائید ہوسکتی وہی قرآن کے معنی مین پھر اصرار کی یہ کیفیت ہے
کہ ہزار طرح سمجھاؤ کبھی نہ مانین اور استعداد شریف کا وہ حال ہے
جو ہر مقام مین ظاہر ہوتا چلا جاتا ہے مجبور ہوکر جہالت کا عذر
پیش کرتے نجات چاہتے ہین اعتماد کا وہ حال ہے کہ بےتکلف
تحریف کر دیتے ہین جب کتاب وسنت کی خرابی لگا چکے تو اب
اجماع کے انکار پر مستعد ہوے اور یہ بھی عجیب استدلال ہے
کہ اجماع ثانی ناسخ اجماع اول کا ہوتا ہے لہذا پہلا اختلاف کیوا
مین ہوا اسے حضور یہ مطلب کسی کتاب علم اصول کا نہین ہے
کہ بامید اتفاق آیندہ کے خرق اجماع کر کے صحیت اجماع سے
انکار کیا جاوے اور سواد اعظم کو ترک کر کے شذوذ اختیار
فرمایا جاوے بھلا یہ تو فرمایئے آیندہ زمانہ مین آپ کے ساتہ
اتفاق کرنا تمام امت کا یا علماء کا رجماً بالغیب کون مانتا ہے
اور اس پیشین گوئی کو کون سچ جانتا ہے فی زماننا کوئی بھی
آپ کے ساتہ اتفاق نہین رکھتا ہے اور تمام محدثات وبدعات
سے سب پرہیز کرتے ہین اور آپ کی جہالت وناوانی کا لفظ لکھکر
افسوس کرتے ہین الحمد للہ کہ تمام رسالہ تبرئۃ الاسلام کا جواب اجمالی

ختم ہوا اب حضور والا کی ایک تقریر معقولی منطقی باقی رہ گئی ہے
یعنے حریت اور عبدیت نقیضین ہین اور نیچر انسان کا حریت
پر ہے اوسکے ساتھ عبدیت جمع نہین ہو سکتی لہذا چونکہ عبدیت
خلاف نیچر ہے تو روا رکھنا خدا کا بھی ممکن نہین ہے اور اگر نیچر
کے خلاف کوئی بات کسی مذہب مین ہو تو وہ مذہب باطل ہے
اقول ہم تسلیم نہین کرتے ہین کہ جسوقت مین رقیت ہوتی ہے
اوسوقت حریت بھی باقی رہتی ہے جائز ہے کہ ایک وقت مین
کوئی انسان حُر ہو اور دوسرے وقت مین عبد ہو جاوے تو
نقیضین کا اجتماع یا ارتفاع بحث طلب نرہا اور حریت ذاتی انسان
کی نہین ہے نہ عرض لازم ہے کیونکہ اگر کوئی شخص عمر بھر عبدیت
مین رہے تب بھی انسانیت اوس سے سلب نہین ہوتی ہے
بلکہ مثلاً اگر کوئی شخص عمر بھر حبس دوام مین رہے اور مجبور
کر کے اوسکو قید مین رکھا جاوے تب بھی انسانیت باقی
رہتی ہے لامحالہ حریت و عبدیت نام ہے ایک ایک قسم کی
صفت کا جو نسبت مقرر کر دینے شارع کی انسان مین پائی جاتی ہے
عبدیت بہ تعمیل حکم شرعی ہوتی ہے کچھ لوازم ذاتی انسان سے
حریت یا عبدیت نہین ہے پس خود ہی جناب مخاطب کا منطقی
طریقہ پر معترض ہونا اور خود ہی اوسکا مرتکب ہونا اور وہ بھی
صحیح نہ نکلا قابل تماشاے اہل نظر ہے اب اخیر مبحث مین وہ
استبعاد عقلی جناب مخاطب کا بیان کر کے ہم جواب دیتے ہین
جسمین اونکو بچون کا اونکی مان سے جدا ہونا اور لونڈی غلام
بنایا جانا خلاف قانون فطرت معلوم ہوتا ہے ہم کہتے ہین کہ
تمام انبیا کے وقت مین یہی دستور رہا ہے کہ پہلے معجزات و

تفہیمات سے منکرین انبیا کو سمجھایا جاتا ہے جب کسیطرح نہین
مانتے تو اونپر عذاب نازل ہوتا رہا ہے ایسا عذاب کہ زن و مرد و
اطفال بھی محفوظ نہین رہتے۔ تھے بلکہ اونکے جانور بھی مرجاتے تھے
تو چونکہ ہمارے جناب مخاطب ہمدردی کفار پر آہ سرد بھرتے ہین
دیکھا چاہیے کہ معذبین امم سابقہ پر کیسا نوحہ وزاری کرینگے
اور کیا کیا مرثیہ اونکا پڑھین گے اور مقتولین عہد داؤد علیہ السلام
و موسے علیہ السلام کا تو یقین ہے حشر تک داغ دل پر سے
نہ جایگا اور توریت کے احکام سخت دیکھہ کر بے اختیار رونا آئیگا
جنمین جانور اور عورتون کے بھی قتل کا حکم ہے بہرحال جو کچھ عذاب امم
سابقہ پر انکار نبوت کے سبب سے ہوا ہے اوسکا عشر عشیر بھی
ہمارے دین اسلام مین نہین ہوا عورتون اور بچون اور بوڑھے آدمیون
کے قتل کا حکم نہین ہے الا بضرورت شاقہ اور جزیہ لینا بھی جائز
ہے اور مستامن کر کے چھوڑ دینا بھی درست ہے اور مثلہ بنانا
کسی مقتول کا جائز نہین ہے اور مجرد اسلام لانے کے امان محض
ہے اور عہد و پیمان کر کے نہ توڑنا شعار کام اہل اسلام کا ہے
اور پہلے دعوت اسلام کرنا مقرر ہے اور آزاد کرنیکا لونڈی غلام
کے بڑا ثواب ہے اور لونڈی غلامون کی خبرگیری نان و نفقہ و مایحتاج
کی کمال تاکید ہے اور بھائی بھائی کا سا برتاؤ رکھنا عبد اور مولیٰ مین
سکھایا گیا ہے احادیث صحیحہ اس امر کی تصدیق مین موجود ہین
اور تکلیف کے ساتھ خدمت لینی بھی منع کی گئی ہے اور اکثر غلام
امام ہین فن حدیث و تفسیر و فقہ کے پھر اونکو مدرسہ بے ایمانی کا
تعلیم یافتہ کہنا کذب صریح کا ارتکاب ہے اسماء الرجال کے کتب کو
ملاحظہ کیجیے کہ کسقدر غلام امام علوم دینی کے ہین اور ائمہ اہل بیت کے

انساب ہین دیکھیے کہ لونڈیون سے کیسے کیسے مقبولین بارگاہ
ایزدی پیدا ہوے ہین اور کیا کیا شرف لونڈیون کو دینا و عقبے
مین حاصل ہوا ہے لونڈی کسرے کی آتش پرست مادر ائمہ اہل بیت
رسالت ہوجاتی ہے اور جویریہ و صفیہ ام المومنین کا مرتبہ پاتی ہین
اور ماریہ قبطیہ کی شان مین اور حضرت بلال کی مدح مین آیت
قرآنی نازل ہوتی ہے اور خود غلامون کا یہ حال تھا کہ بدولت
شرف اسلام کے عمر بھر شکر گزار رہتے اور غزوات مین جانثاری کا
کیسے کیسے افتخار رکھتے اور قاسم و ابراہیم کہ فرزند تھے آنحضرت
رسول صلعم کے جد امجد کے لخت جگر تھے اور محمد بن حنفیہ کہ بطن سے
پیدا ہوے ہین وغیر ذلک من الاکابر اور جب تمام خیالات جناب کا
استیصال ہوگیا تو اب شروع تبریۃ الاسلام کو جو رسول مقبول صلعم
اور صحابہ کرام کو گالیان سنائی ہین اور تمام انبیاے سابقین کو
اوس سے نجات نہین ملی ہے کیا اہل یورپ جو بیبل کے معتقد ہین
خوش ہوسکتے ہین یا مذہب اسلام مین وہ سنز قائق تھا جسکے
انسداد کی گورنمنٹ کو کوشش ہے یا گورنمنٹ کا یہ حکم ہے کہ جو بات
قانوناً جاری ہو اوسکو خواہ مخواہ جھوٹ موٹ کی تاویلین کرکے
مذہب اسلام سے مطابق کردو حاشا و کلا اب ہم چوتھے اعتراض کا
جواب دیتے ہین کہ آیت قرآنی مین جو ترتیب نطفہ سے بچہ تک
مذکور ہے کسی کتاب تشریح جدید کے خلاف نہین ہے پہلے
نطفہ کا منعقد ہونا سب کے نزدیک مسلم ہے بعدہ وہ جم کر اسی صورت کا
ہوجاتا ہے جسکو جما ہوا خون کہہ سکتے ہین پھر وہ ایک ایسا انجماد
اور استحالہ قبول کرتا ہے کہ اوسکو لوتھڑا گوشت نرم کا کہہ سکتے ہین
پھر اوس سے ہڈی پیدا ہوتی ہے اور ہڈی پر گوشت پیدا ہوتا ہے

کتب تشریح جدید مین پہلے پشت کی ہڈی بعد انجماد مذکور کے
بننے لگتی ہے قرآن شریف مین اوسکے خلاف کچھ نہین ہے
مطلق ہڈی کا ذکر ہے قرآن مجید تشریح کی کتاب نہین ہے مگر جو
انقلابات مذکور ہین اونپر کوئی اعتراض وارد نہین ہے مین نے
دو کتابین تشریح کی بھی مطابق کرلین اور میڈیکل کالج لاہور کے
سپرنٹنڈنٹ سے بھی دریافت کرلیا ہے اونکے خط کی عبارت یہ ہے
کہ ڈاکٹری کتابون مین نطفہ کے باب مین جو کچھ لکھا ہے وہ عین
مطابق قرآن شریف کے ہے اوسپر اعتراض کفر محض ہے
پھر بنایا نطفہ کو جما ہوا خون یہ بھی کلام الٰہی مطابق تشریح کی ہے
کیونکہ بموجب تشریح کے جب منی مادہ جنین کے ساتھ قاذف
نالی مین ملتی ہے اور وہان سے مادہ مذکور رحم مین آکر قرار
پاتا ہے تب اوسکی شکل مثل جمے ہوے خون کے ہوتی ہے
پھر بنایا اوسکو گوشت کا لوتھڑا یہ بھی کلام الٰہی عین مطابق تشریح
کے ہے کیونکہ جب مادہ جنین کا رحم مین قرار پاتا ہے تو قبل
بننے صورت کے وہ مضغہ گوشت کے سوا کیا ہوتا ہے پھر
بنایا ہڈی یہ بھی کلام الٰہی درست ہے کیونکہ کل اعضاے جنین
بتدریج پیدا ہوتے ہین نہ دفعۃً راقم نیاز مند رحم خان بہادر سپرنٹنڈنٹ
جماعت ہندوستانی میڈیکل کالج لاہور مورخہ ۱۵ ستمبر سنہ ۷۳ع
الحمد للہ کہ اس مختصر رسالہ مین آپ کے خیالات فلسفیانہ کا جواب
شافی ہو گیا اب جو حضور والا فرماتے ہین کہ ہم حامی اسلام ہین
میرے نزدیک نکتہ سنجی کیجیے تو خامی اسلام کہنا چاہیے اور اگر
توجہ قلبی سے دیکھیے تو ماحی اسلام کہنا صحیح ہو گا کیونکہ تمام
تالیفات شریف کا حاصل اسیقدر ہے کہ کل احادیث قابل

اعتماد نہین ہین اور اصول تفسیر و اصول حدیث و اصول فقہ و کتب فقہیہ و تالیفات علماء دین و اجماع امت و اقوال صحابہ و نقل رسول صلعم قابل حجت نہین ہین قرآن شریف کے معنے صحیح وہ ہین جو فلاسفہ نیچرل اسٹ کے نزدیک صحیح ہون ورنہ تمثیلی ہین [illegible] نزول آیات کا سمجھنا چاہیے اور جیسا جسکا جی چاہے ویسے معنی لگا وے نہ کوئی کافر ہے نہ مبتدع ہے ہر شخص کو آزادی راے ہے اور جو عبادت خلاف شگفتگی طبیعت ہو یا عقل کے خلاف ہو وہ باطل ہے اور جسقدر مذہب اسلام خلاف نیچر ہو وہ باطل ہے تو مجکو نہین معلوم ہوتا کہ آپ کس اسلام کے حامی ہین فرض کیجیے کہ اگر فلاسفہ جدید بیان کرین کہ آفتاب دین اسلام ہین چمک دمک اسقدر ہے کہ وہ آنکھون کی خیرگی کا باعث ہوتی ہے تو آپ اوسکی روشنی ہی سے انکار کرکے اوسکو سیاہ بتانے پر تیار ہو جائینگے اور ہم یہ جواب دینگے گر نہ بیند بروز شپرہ چشم ❊ چشمہ آفتاب را چہ گناہ ❊ و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

تمت بالخیر

ماہ نومبر سنہ [illegible]ء مطابق ماہ رمضان المبارک ۱۲۹۹ سنہ ہجری مطبع منشی نولکشور مقام لکھنؤ مین چھاپا گیا

رسالہ مؤید القرآن

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الذی انزل علی رسولہ قرآناً عربیاً غیر ذی
عوج لا یاتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہ
وجعلہ معجزاً ابدیاً لو اجتمعت الجن والانس لا
یاتون بمثلہ + والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا محمد
الذی بعثہ اللہ بافصح کلامہ وابلغ نظامہ : الی عبادہ
لتبلیغ احکامہ وعلیٰ الہ وصحبہ الذین
بذلوا جہدہم باجماعہم فی حفظہ وجمعہ واشاعتہ اما بعد
احقر العباد علی بخش عفی عنہ خدمت میں اہل اسلام کے
عرض کرتا ہے کہ فی الحال میرے ایک دوست نے

چند سوالات بامید تحریر جواب متعلق مجموعہ موجودہ قرآن شریف کے بھیجے ہین اور رفقیہ ہیچ میرز سے جواب اپنی شبہات کا چاہتے ہین ناچار یہ رسالہ مختصر مجکو لکھنا ضرور ہوا تاکہ انکا بھی اطمینان خاطر ہوجاوے اور میرے بھائی مسلمانون کو بھی فائدہ جدیدہ سے بصیرت اور تقویت دینی حاصل ہو اور اپنے کلام مجید کے طفیل سے ارحم الراحمین میرے گناہون کی مغفرت فرماوئے آمین یارب العالمین **پہلا سوال** یہ ہے کہ بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن شریف سَبْعَۃَ اَحْرُف پر نازل ہوا تھا آیا وہ سب متواتر اور موجود ہین یا صرف ایک حرف باقی ہے شق اول مین ساتون کا ثبوت دیجیے۔ اور شق ثانی مین وجہ معدوم ہوجانے چھ حروف کی بیان کیجیے کیا صحابہ نے وقت جمع ہونے قرآن کے تحریف کی ہے یا خود بخود معدوم ہوگئی انتہی **الجواب** بے شک احادیث صحیحہ سے اصلیت سبعہ احرف کی پائی جاتی ہے چند حدیث اس مقام پر ہم بیان کرتے ہین۔ صحیح ترمذی مین ہے

باب ما جاء ان القرآن انزل علی سبعة احرف عن ابی بن کعب قال لقی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جبرئیل فقال یا جبرائیل انی بُعِثتُ الی امۃ امیین منہم العجوز والشیخ الکبیر والغلام والجاریۃ والرجل الذی لم یقرأ کتابا قط قال یا محمد ان القرآن انزل علی سبعۃ احرف + + + +

وفی الباب عن عمر وحذیفۃ بن الیمان وابی ہریرۃ وام ایوب وھی امراۃ ابی ایوب الانصاری وسمرۃ وابن عباس

۵۱ فرمایا رسول خدا صلعم نے جبرئیل سے کہ [بھیجا گیا] ہون ایک گروہ امی کیطرف [ار]سال ہوا جسمین بوڑھے [اور بڈ]ھے اور ایسے [لڑ]کے ہین جنہون نے [کب]ھی کوئی کتاب نہین پڑھی [جبرئ]یل نے کہا کہ قرآن [نا]زل ہوا سات طرز پر ۱۲

وابی جهیم بن الحارث بن الصمه هذا حدیث
حسن صحیح قد روی عن ابی بن کعب من غیر وجه
اور صحیح بخاری مین ہے باب انزل القرآن علی سبعة احرف
ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اقرأنی جبریل علی
حرف فراجعته فلم ازل استزیده و یزیدنی حتی
انتهی الی سبعة احرف اور صحیح نسائی مین ابن عباس کی
روایت ابی بن کعب سے اوسیطرح کی ہے جو مذکور ہوئی
اور بعض روایت مین یہ الفاظ ہین ثم اتاه الثانیة فقال
علی حرفین ثم اتاه الثالثة فقال علی ثلاثة احرف ثم جاءه الرابعة
فقال ان اللہ یامرك ان تقرأ علی سبعة احرف فایما حرف
قرءوا علیه فقد اصابوا انتهی کما ذکره القسطلانی
اور صحیح مسلم مین بھی جو حدیث مذکور ہے مضمون اوسکا قریب
قریب حدیث صحیح بخاری کے ہے اسقدر الفاظ زیادہ ہین
فرددت الیه ان هوّن علی امتی بلفظه الحاصل
تمام روایات کے جمع کرنے سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ واسطے
آسانی مختلف فرقون واقوام وقبائل عرب کی اجازت پڑھنے کی
بعض الفاظ کی نسبت اپنے اپنے محاورہ کے موافق دی گئی تھی
اور حضرت رحمة للعالمین صلے اللہ علیہ وسلم نے جب یہ دیکھا تھا
کہ میری امت مین بوڑھے اور لڑکے اور ضعفا اور کم علم اور بے علم
سبطرح کے لوگ عرب مین موجود ہین اور انکے بول چال محاورہ
روزمرہ واحد نہین ہین تو خدا سے درخواست کی تھی کہ محاورات
مختلفہ مین پڑھنے کی اجازت ملے اور بار بار اجازت مین وسعت
چاہتے رہے یہان تک کہ سات طرح کی لغات مین پڑھ لینے کی

اجازت نازل ہوئی اور وجہ اسکی صاف ظاہر ہے کہ خاص
قریش کے محاورہ پر جو قرآن نازل ہوا ہے اوسکی پابندی
تمام عرب کی اقوام مختلف مقامون کے رہنے والون سے فوراً
نہین ہو سکتی تھی مثلاً دہلی اردوے معلے کی زبان کا دفعۃً
واحدۃً پابند ہو جانا اہل قریات تمام ہندوستان کا خالی
دقت سے نہین ہے ہان رفتہ رفتہ بعد مشق روزمرہ و تصحیح
محاورہ کی بدولت صحبت و تعلیم افصح الفصحا کے وہ دقت
جاتی رہتی ہے جو ابتدا مین واقع رہتی ہے خصوصاً جاہلون
اور بچون اور بوڑہون کو بڑی مشکل سے اپنا روزمرہ بدلنا
آسکتا ہے۔ اسیطرح عرب مین جب قرآن شریف خاص لسان
قوم فصیح و بلیغ قریش کے محاورہ پر نازل ہوا تھا تو دیگر اقوام
کے لوگ جو جہاں کسی لغت قریش کے دوسرا لغت بولتے تھے
عادی تھے یا اوسی لغت کو تھوڑے سے تبدیل کے ساتھ بولتے
تھے تو گھبرانے لگے اور نماز مین دقت اوٹھانے لگے
اور ایک دوسرے سے جھگڑنے لگا اور غصہ کرنے لگا۔
اور بعض قوم کو حمیت سابقہ کا بھی خیال تھا کہ ہم اپنا محاورہ
کسواسطے ترک کرین اسیطرح کی خلقت خدا کی ہوتی ہے
مگر رسول اللہ صلعم تو سب کے واسطے رحمت عام تھے خدا سے
بار بار التجا کرتے رہے کہ ان لوگون کو وسعت دیجاے تاکہ
اپنے محاورہ مین اگر کسی لفظ کے بدلے دوسرا لفظ متحد المعنیٰ کے
یا اوسی لفظ کی جگہ تغییر و تبدیل کے ساتھ انکی زبان سے لفظ
نکلے تو معاف فرمایا جاوے چنانچہ ایسا ہی حکم ہو گیا۔ اور
جبرئیل نے حضرت کو اوس طرح بھی عرض کر دیا جسطرح لغات

مختلفہ مین خدا نے وسعت دینی منظور فرمائی اسیواسطے
لفظ انزل کا اوس اجازت اور وسعت کے باب مین وارد
ہوا ہے چنانچہ صحیح بخاری مین نزاع ہونا درمیان حضرت
عمر فاروق رض اور ہشام رض کے قصہ تلاوت سورہ فرقان مین جا بجا حدیث مین
موجود ہے اور جب وہ جھگڑا حضور مین سید المرسلین صلعم
کے پہونچا تو آپ نے دونون کی قرات کو سنکر کذالک انزلت
فرمایا اور یہ ارشاد ہوا کہ ان ہذا القران انزل علی سبعة احرف
وجہ نزاع کی درمیان ہشام رض اور حضرت عمر کے یہ تھی کہ دونون
یہی فرماتے تھے کہ ہمکو حضرت رسول صلعم نے ایسا ہی تعلیم کیا ہے
اسیواسطے حدیث موصوف سے یہ بات نکلتی ہے کہ باوجود
اجازت اور وسعت سبعة احرف کے بھی حضرت رسالت صلعم
کی زبان وحی ترجمان سے سننا بھی ضرور سمجھا جاتا تھا یہ حکم نہ تھا
کہ ہر شخص اپنے محاورہ مین جو لفظ چاہے بولنے لگے چنانچہ
قسطلانی شرح صحیح بخاری مین لکھتے ہین لکن الاباحة المذکورة
لم تقع بالتشهی ای ان کل واحد یغیر الکلمة بمرادفها
فی لغته بل ذلک مقصور علی السماع
من رسول الله صلی الله علیه و سلم
کما یشیر الیه قول کل من عمر و هشام
اقرأنی النبی صلی الله علیه وسلم فائدہ یہ نہ سمجھنا چاہیے
کہ اختلاف احرف سے اختلاف معنی بھی جائز تھا ہرگز نہین
صرف اپنے محاورہ کا لفظ مترادف المعنی بولنے کی وسعت
نازل ہوئی تھی مثلاً اقبل و تعال و هلم و عجل
واسرع وانظرونا وامهلونا واخرونا وغیرہ کہ

مؤید میرے قول کی ہے یہ عبارت اتقان کی التاسع ان
المراد سبعة اوجه من المعانی المتفقة بالفاظ مختلفة
نحو اقبل وتعال وهلم وعجل واسرع والی هذا
ذهب سفیان بن عیینة وابن جریر وابن وهب
وخلائق ونسبه ابن عبد البر الی اکثر العلماء
ویدل علیه ما اخرجه احمد والطبرانی من حدیث
ابی بکرة ان جبریل قال یا محمد اقرء القران علی
حرف قال میکائیل استزده حتی بلغ سبعة احرف قال کل
شاف وکاف ما لم تخلط اية عذاب برحمة او رحمة
بعذاب نحو قولك تعال واقبل وهلم واذهب
وعجل هذا لفظ روایة احمد واسناده جید واخرج احمد والطبرانی
ایضا عن ابن مسعود نحوه الی قوله وعن ابی بن کعب انه کان
یقرأ کلما اضاء لهم مشوا فيه مروا فيه سعوا فيه وکان ابن مسعود
یقرأ للذین امنوا انظرونا امهلونا اخرونا بلفظ
ابتو کچھ شک نرہا کہ وہ وسعت و اجازت اس قسم کی تھی جسمیں
اختلاف معنی ہوتا ہو۔ اور احمد وطبرانی وغیرہ کی روایات سے یہی
ثبوت کلی اس مدعا کا ہو چکا اور یہ صاف معلوم ہوا کہ معذورین
و اقوام مختلفہ کے واسطے ابتداء نزول وحی میں وسعت دیگئی تھی
چنانچہ وہ روایت جو طریق عون بن عبد اللہ سے اتقان میں ہے
اور سکے الفاظ یہ ہیں ان ابن مسعود اقرأ رجلا ان شجرة
الزقوم طعام الاثیم فقال الرجل طعام الیتیم فردها
علیه فلم یستقیم بها لسانه فقال اتستطیع ان تقول
طعام الفاجر قال نعم قال فافعل بلفظ

سات طرز کے الفاظ متفقة المعانی مراد ہیں مثل اقبل تعال وغیرہ جبریل نے کہا اے محمد پڑھ قرآن ایک طرز پر میکائیل نے کہا کہ بہت طلب کر یہانتک کہ سات طرز کی نوبت پہونچی فرمایا سب صحیح ہیں جب تک رحمت و عذاب باہم نہ ملجاوے

اس روایت سے معلوم ہوا کہ جب اوس شخص کی زبان سے
اثیم نہ نکل سکا تو دوسرا لغت جو ابن مسعود کو معلوم تھا اوسکو
سکھا دیا پس اجازت محض رفع ضرورت کی طور پر تھی نہ کہ ہر آن ہر
جسکا جی چاہے لفظ بدل ڈالے ہان جسقدر الفاظ کی تبدیل
وتغییر محاورات مختلفہ مین صحابۂ کرام نے رسول انام صلعم سے
سن لی تھی اوسکا پڑھنا منع نہین جانتے تھے اسواسطے ابی
بن کعب و ابن مسعود نے کسی زمانہ مین موافق دیگر حروف کے
بھی پڑہ سنایا - اب ہم بیان کرتے ہین کہ ایک حرف پر قرآن شریف
باقی رہا جسپر اصلی تنزیل ہوئی تھی اور وہ لغت قریش ہے کیفیت
اسکی یہ ہے کہ ہر سال رمضان شریف مین ایکبار جبرئیل امین
حضرت رسالت پناہ صلعم پر قرآن شریف عرض کرتے تھے
تاکہ جو آیت جس سورہ کی ہے وہ ترتیب مین درست رہے
اور جو کچہ وسعت الفاظ کی قرأت مین ہو وہ بھی معلوم ہوتی رہے
اور حضرت کو بھی خوب یاد رہے اور حل مشکلات ہوتا رہے
اسی حال مین وہ وسعت سبعہ احرف کی بھی چلی آئی مگر جب
ببرکت صحبت حضرت رسالت صلعم کے صحابہ کی زبان درست ہوگئی
اور لغت واحد پر تلاوت کرنا سیکھہ گئے اور علم اونکا روز بروز
بڑھتا گیا اور احادیث حضرت کے حفظ کرنے لگے تب زبان دانی
بھی خاص قریش کی ہر قوم کے صحابی کو آسان ہو چکی تھی تو وہ وسعت
واباحت غیر ضروری ہوگئی کیونکہ رفع علت سے معلول کا حکم
بدل جاتا ہے اور ضرورت جاتی رہی تو وسعت بھی منسوخ ہوگئی
اور ایک ہی لغت پر پڑھنا جائز رہ گیا اور وہ یہی تھا جو اب تک
متواتر چلا آتا ہے اور ہمارے پاس موجود ہے اسی کی ہم تلاوت

کرتے ہین اور اسکو حضرت عثمان نے جمع کیا اور اسکو زید بن
ثابت نے حضرت رسول صلعم کی حیات مین لکھا تھا اور یہی قرآن
بعینہ صدیق اکبرؓ کے زمانہ مین جمع ہو چکا تھا اور ایسا ہی حضرت
حفصہؓ کے پاس بھی موجود تھا اور جس لغت پر اب موجود ہے
یہی موافق اوس عرض کے ہے جو سال وفات سرور کائنات علیہ
التحیۃ والصلوٰۃ مین دوبار جبرئیل امین نے سنایا اور پڑھایا
اور بعض اصحابؓ اوس عرضہ اخیرہ مین موجود بھی تھے اور حضرت
صلعم پر چونکہ وحی نازل ہوتی رہتی تھی سلسلہ تنزیل کا جاری تھا
لہذا عرضہ اخیرہ کے بعد ترتیب موجودہ قائم ہوئی اور تمام صحابہ
جو حافظ قرآن تھے اور حضور مین سید الانبیاء صلعم کے شرف
صحبت اکثر حاصل کرتے تھے ترتیب و لغت موجودہ کے عالم اور
واقف تھے اوسی ترتیب کو اور اوسی لغت قریش کو کاتبین
وحی اور حفاظ و علماء وحی کے اہتمام سے مجمع صحابہ مین خلافت
راشدہ مین جمع کرنیکا اتفاق ہوا اور اوسی پر اجماع منعقد تھا اور ہے
اور جسقدر ترتیبین اپنے اپنے مذاق اور فوائد تفسیر دانی کے
لحاظ سے بعض صحابہ کرام کے پاس تھین وہ معدوم ہو گئین کیونکہ
کسی نے اس نظر سے کہ بہو ترتیب نزول سے ہر ایک سورہ
اور آیت کا زمانہ و شان نزول فراموش نہوگا موافق ترتیب
تنزیل کے جمع کر رکھا تھا بعضون نے چند سورتین ایک جگہ
جمع کر رکھی تھین بعض کے پاس پورا جمع نہ تھا بقدر اپنی یاد کے
کچھ لکھ رکھا تھا بعض نے کچھ الفاظ بطور تفسیر و معنی کے ہی ساتھ ساتھ
کلام الہی کے ملا دیے تھے غرض کہ ہر طرح جسکی سمجھ مین اپنے دل کی
خواہش تھی کچھ کچھ جمع کر رکھا تھا جیسا کہ اب بھی بعض اشخاص پنجسورہ

اور بعضو آیات ربنا اور بعضے اپنے وظیفہ خاص کی چند سورتین
بعضے کچھ آیات کے ساتھ تفسیر کی عبارتین لکھ لیتے ہین مگر اس سے
لکھ رکھنے سے اصل مجموعہ موجودہ متواترہ مجمع علیہا جو بعینہ موافق
عرضہ اخیرہ جبرئیل کے تھا نہ کچھ بدل سکتا تھا نہ اوسکی صحت و تواتر مین
شبہہ ہو سکتا ہے البتہ بہت جلد اوسکے ترتیب کا شائع کر دینا
حضرت عثمان غنی کی خلافت مین اسواسطے ضرور ہوا کہ لغات
سبعہ مین سے جو ایک لغت قریش کا باقی رہ کر چھ لغت منسوخ
ہو چکے تھے اور بعض ناواقف انکو بعد نسخ کے بھی پڑھے جاتے تھے
اور اوسی اختلاف امت مرحومہ کا خوف تھا اور بعض صحابہ کے پاس
جو خلاف ترتیب اصلی کے قرآن موجود تھا جیسا کہ ہم بیان کر چکے
اوس سے بعد کسی مدت کے اختلاف کا خطرہ تھا اور الفاظ تفسیری
اور آیات منسوخ التلاوت بھی بعد چندے شاید داخل قرآن شریف
سمجھے جاتے اور اختلاف پڑ جاتا لہذا ایک ہی لغت مختار و باقیماندہ عرض
کردہ جبرئیل کو قائم رہنے دیا گیا الحاصل اب جو قرآن مجید ہے
ہاتھون اور ہمارے دلون مین محفوظ ہے نہ اوسمین کچھ کمی ہوئی ہے
نہ زیادتی نہ تحریف لفظی ہے نہ خلاف عرضہ اخیرہ جبرئیل کے ہے
ہمارے رسول صلعم اسکو چھوڑ گئے ہین نہ اس سے زیادہ ہر چند
میرے قول کی تصدیق علماء خبیر کے نزدیک آسان ہے مگر واسطے
کمال اطمینان قلوب مومنین کے سند اپنے قول کی پیش کرتا ہون
صحیح بخاری مین ہے قال (ابن رفیع) دخلت انا وشداد بن معقل علی
ابن عباس رضہ فقال له شداد بن معقل أترك النبی
صلی اللہ علیہ وسلم من شئ قال ما ترك الا ما بين الدفتين
قال ودخلنا علی محمد بن الحنفية (اور پوچھا) فسألناه فقال ما ترك الا ما بين الدفتين

فسالناه فقال ماترك الا ما بين الدفتين بلفظه
اور تواتر قرآن کا ایسے یوں ہذا محتاج ثبوت و برہان نہیں رہا ہے
ہر عہد میں ہزاروں لاکھوں حافظ اوسکے چلے آئے ہیں اور انشاء اللہ
تعالی تاقیامت ہوتے رہیں گے اور خدا تعالے نے اوسکی حفاظت کا
وعدہ کرلیا ہے وانا له لحافظون فرمایا ہے اور تحریف
(کسی طرح کی کیوں نہو) باطل ضرور ہوگی مگر کلام اللہ میں باطل کا دخل
کسی وقت میں ہونے پاویگا چنانچہ خود جناب باری تعالی کا ارشاد ہے
لا یاتیه الباطل من بین یدیه ولا من خلفه الایة
اور جمع ہونا قرآن شریف کا خاص لغت قریش پر خلافت راشدہ
میں اور موافق ہونا اوسکا عرضۂ اخیرہ جبرئیل ع سے قسطلانی کی اس
عبارت شرح حدیث سے بھی ثابت ہوتا ہے حدیث یہ ہے
عن ابی هريره قال كان يعرض على النبی صلى الله
عليه وسلم القران كل عام مرة فعرض عليه مرتين فی
العام الذی قبض قسطلانی سے لکھتے ہیں واختلف هل كانت
العرضة الاخيرة بجميع الاحرف السبعة او بحرف
واحد منها وعلى الثانی فهل هو الحرف الذی
جمع عليه عثمان الناس او غيره فعند احمد وغيره
من طريق عبيدة السلمانی ان الذی جمع عليه عثمان
الناس موافق للعرضة الاخيرة ونحوه عند الحاكم
من حديث سمرة واسناده حسن وقد صححه
هو واخرج ابو عبيد من طريق داؤد
بن ابی هند قال قلت للشعبی قوله تعالى
شهر رمضان الذی انزل فيه القران

اما كان ينزل عليه في سائر السنة فقال بلى
ولكن جبرئيل كان يعارض مع النبي صلى الله
عليه وسلم في رمضان ما انزل الله فيحكم الله ما يشاء
وينسخ ما يشاء فكان السر في عرضه مرتين في
سنة الوفاة استقراره على ما كتب في المصحف العثماني
والاقتصار عليه وترك ما عداه بلفظه اور قسطلانی نے
وسعت واباحت سبعہ احرف اور پھر اوسکی باقی رہنے کی بابت یوں لکھا ہے
وهل هي باقية الى الآن يقرأ بها ام كان ذلك ثم استقر
الامر على بعضها والى الثاني ذهب الاكثر كسفيان
بن عيينة وابن وهب والطبري والطحاوي
وهل استقر ذلك في الزمن النبوي
ام بعده والاكثر على الاول واختاره القاضي
ابو بكر بن الطيب وابن عبد البر وابن العربي
وغيرهم لان ضرورة اختلاف اللغات ومشقة
نطقهم بغير لغتهم اقتضت التوسعة عليهم في اول
الامر فاذن لكل ان يقرأ على حرفه اى طريقته في اللغة
الى ان انضبط الامر وتدربت الالسن وتمكن الناس
من الاقتصار على الطريقة الواحدة فعارض
جبريل عليه السلام النبي صلى الله عليه وسلم
القرآن مرتين في السنة الاخيرة واستقر على
ما هو عليه الآن فنسخ الله تعالى تلك القراءات
المأذون فيها بما اوجبه من الاقتصار على هذه
القراءة التي تلقاها الناس الخ بلفظه

اور بغوی رح نے شرح السنہ میں فرمایا ہے ان زید بن ثابت
شهد العرضة الاخيرة التي بيّن فيها
ما نسخ وما بقي وكتبها لرسول الله صلى
الله عليه وسلم وقرأها عليه وكان يقرء الناس بها
حتى مات ولذالك اعتمده ابوبكرؓ وعمرؓ في
جمعه وولاه عثمانؓ كتب المصاحف بلفظه اور ابن جریر کا قول
اتقان میں نقل کیا ہے ان القراءة على الاحرف السبعة لم يكن
واجبة على الامة وانما كان جائزا لهم
ورخصا لهم فيه لما رأى الصحابة ان الامة
تفترق وتختلف اذا لم يجتمعوا على حرف
واحد اجتمعوا على ذلك اجماعا شائعا وهم
معصومون من الضلالة ولم يكن في
ذلك ترك واجب ولا فعل حرام ولاشك ان
القرآن نسخ منه في العرضة الاخيرة وغيرها
فاتفق رأي الصحابة على ان كتبوا ما تحققوا
انه قرآن مستقر في العرضة الاخيرة وتركوا ما سوا
ذلك اور بھی اتقان میں ہے واخرج ابن اشتة في المصاحف
وابن ابي شيبة في فضائله من طريق ابن
سيرين عن عبيدة السلماني قال القراءة التي عرضت
على النبي صلى الله عليه وسلم في العام الذي
قبض فيه هي القراءة التي تقرؤها الناس اليوم
واخرج ابن اشتة عن ابن سيرين قال كان
جبرئيل يعارض النبي صلى الله عليه وسلم كل سنة في شهر رمضان

فلما کان العام الذی قبض فیہ عارضہ مرتین
فیرون ان تکون قرائتنا ھذہ علی العرضۃ
الاخیرہ انتہی اور شرح حدیث جمع ہونے قرآن میں شرح السنۃ کی یہ عبارت ہے
البیان الواضح ان الصحابۃ رضی اللہ عنہم جمعوا بین
الدفتین القران انزل من غیر ان یکونوا زادوا
او نقصوا منہ شیئًا باتفاق منہم من غیر ان
یقدموا شیئًا او یؤخروہ بل کتبوہ فی المصاحف
علی الترتیب المکتوب فی اللوح المحفوظ بتوقیف
جبرئیل علیہ السلام علی ذلک واعلامہ عند کل
آیۃ بموضعہا واین تکتب بلفظہ اور یہی قسطلانی نے
ابو عبد الرحمن السلمی کا قول نقل کیا ہے کان قرأۃ ابی بکر وعمر وعثمان
وزید بن ثابت والمہاجرین والانصار واحدۃ
وھی التی قرأھا صلی اللہ علیہ وسلم علی جبریل
مرتین فی العام الذی قبض فیہ وکان
زید شہد العرضۃ الاخیرۃ وکان یقرئ
الناس بہا حتی مات اعتمدہ الصدیق فی
جمعہ وولاہ عثمان کتبۃ المصاحف
قال السفاقسی فکان جمع ابی بکر خوف ذھاب
شئ من القران بذھاب حملتہ اذ
انہ لم یکن مجموعًا فی موضع واحد وجمع عثمان
لما کثر الاختلاف فی وجوہ قرأتہ حین
قرأوا بلغاتہم حتی ادی ذلک الی تخطیۃ
بعضہم بعضا فنسخ تلک الصحف فی مصحف واحد

مقتصرا من اللغات علی لغۃ قریش اذ ھی ارجحہا
اور زید بن ثابت کاتب وحی کے اہتمام سے خلافت صدیق مین
جمع کیا جانا قرآن شریف کا صحیح بخاری کی حدیث سے ثابت ہے
عن ابن شہاب ان ابن السباق قال ان زید
ابن ثابت قال ارسل الی ابو بکر رضی اللہ عنہ قال
انک کنت تکتب الوحی لرسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
فاتبع القرآن فتتبعت الحدیث۔ **تنبیہ**
اس مقام پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ حدیث مین کاتب وحی ہونا
زید بن ثابت کا مذکور ہے نہ کسی دوسرے کا ہے اور حال یہ ہے
کہ قرآن تو مکہ مین بھی نازل ہوا کرتا تھا اور زید بعد ہجرۃ کے ایمان
لائے ہین تو وہ مدینہ مین تھے نہ مکہ مین تو انہون نے مکہ مین کیونکر
کتابت وحی کی فرمائی ہوگی۔ اسکا یہ جواب ہے کہ کاتبین وحی حضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کے متعدد صحابہ تھے زید سے پہلے ابی بن کعب
کاتب تھے اور اول سب سے مدینہ مین زید بن ثابت نے
کتابت شروع کی تھی اور چونکہ وہ کثرت سے کتابت کرتے تھے
اور عرضہ اخیرہ مین بھی موجود تھے اور ابتداء نزول سے اخیر تک
قرآن موافق عرضہ اخیرہ کے جانتے تھے اور حضرت صلعم کو
سنا چکے تھے لہذا اونہین کے ذمہ اہتمام جمع کرنے کا خلافت
صدیق مین رکھا گیا تھا اور حدیث مین اونہین کے نام پر
اختصار کیا گیا ورنہ اوس سے یہ لازم نہین آتا کہ صدیق اکبر
نے اپنے اور جملہ مہاجرین وانصار کے اتفاق سے جمع نکرایا ہو
اور صرف زید ہی کے لکھنے پر قناعت کی ہو۔ اور مؤید میرے
قول کا ہے یہ امر کہ ارادہ جمع کرنے قرآن کا جسوقت صدیق نے

تو پہلے فاروق اعظمؓ سے بحث ہوچکی تھی پس جبکہ ہر ایک بات مین
اتفاق ہو لیتا تھا تب عمل کیا جاتا تھا تو اتنے بڑے امر اہم
مین کیونکر اجماع و اتفاق نکرا یا جاتا اسیواسطے اقوال علماء دین
ائمہ فن حدیث و تفسیر کے جو مین نے اوپر نقل کیے ہین سب
صحیح اور دافع اشتباہ ہین اور اوسی مصحف کی نقل وہ مصحف ہے
جو پھر کاتبین وحی کے اہتمام اور اجماع صحابہ کرام سے عہد عثمان
غنی مین جمع ہوکر آج تک ہمارے پاس موجود ہے البتہ عہد
صدیق مین متعدد اشخاص کے پاس متفرق تھا اور اسیواسطے
آیت لقد جاءکم رسول من انفسکم الخ خزیمہ انصاری کے پاس
زید کو ملی مگر اس سے کچھ شبہہ کی گنجایش نہین ہے کیونکہ زید کو
وقت تلاش کے صرف ایکہی شخص نے دی تو نفی کتابت
ماعداء خزیمہ کی لازم نہین آتی ہے قطع نظر اسکے جب ہزارون
حافظ پورے قرآن کے موجود تھے تو لکھا ہوا متفرق ہونا کچھ خلل انداز
تواتر و شہرت کا نتھا چنانچہ خود زید بن ثابت حافظ قرآن تھے
انھون نے خود ہی آیت مذکورہ کو یاد کرکے تلاش کرلیا تھا
پس کوئی شبہہ باقی نرہا والحمد للہ علی ذلک - اب ہم اوس
حدیث کو نقل کرتے ہین جسمین جمع قرآن عہد عثمانؓ مین اہتمام
بلیغ اصلی لغت قریش پر لکھی جانے کا مذکور ہے اور ناسخین و
جامعین بھی وہ ہی صحابہ تھے جو کمال حفظ قرآن و علم لغت مین
نامور تھے صحیح بخاری مین ہے کہ جب حذیفہ نے اختلاف لوگون کا
قرأت قرآن مین دیکھا تو عثمان غنی سے بیان کیا
حیث قال فافزع حذیفة اختلافهم فی
القراءة فقال حذیفة لعثمان یا امیر المؤمنین

ادرک ہذہ الامۃ قبل ان یختلفوا فی
الکتاب اختلاف الیہود والنصاری
فارسل عثمان الی حفصۃ ان ارسلی الینا
بالصحف ننسخہا فی المصاحف ثم
نردہا الیک فارسلت بہا حفصۃ الی عثمان بامر زید
بن ثابت وعبد اللہ بن الزبیر وسعید بن
العاص وعبد الرحمن بن الحارث بن ہشام
فنسخوہا فی المصاحف وقال عثمان
للرہط القرشیین الثلٰثۃ اذا اختلفتم انتم
وزید بن ثابت فی شیٔ من القرآن فاکتبوہ
بلسان قریش فانما نزل بلسانہم ففعلوا حتی
نسخوا الصحف فی المصاحف رد عثمان الصحف الی
حفصۃ فارسل الی کل افق بمصحف نسخوا الحدیث
اب محکو اس قول کی تصدیق مین حدیث لکھنی باقی ہے کہ حضرت
حفصہ کے پاس سے جو صحف طلب کرکے نقل کیا گیا وہ صحف جمع
کیا ہوا حضرت صدیقؓ و فاروقؓ کی خلافت کا تھا جس سے یہ نتیجہ
پیدا ہوتا ہے کہ اب جو قرآن موجود ہے خلافت راشدہ مین
سوا اسکے کوئی دوسرا قرآن مجمع علیہ صحابہ کا نہ تھا۔ چنانچہ
صحیح بخاری مین جو حدیث جمع کرانے قرآن کی بحکم صدیق اکبر کے
باہتمام زید بن ثابت کے روایت کی ہے اوسمین بعد ذکر ترتیب
قرآن کے یہ الفاظ وارد ہین فکانت الصحف عند ابی بکر
حتی توفاہ اللہ ثم عند عمر حیاتہ ثم عند حفصۃ بنت عمر رضی اللہ
عنہ بلفظہ قد رالمبحث۔ الحمد للہ کہ جو معنی سبعہ احرف کے

مین سنے اختیار کیے ہین اوسکا ثبوت اقوال علماء دین واحادیث
صحیحہ سے ہوگیا اور اب کچھ شک نرہا کہ نزول قرآن کا صرف ایک
لغت قریش پر ہوا تھا باقی لغات مین کچھ مدت تک واسطے رفع
تکلیف کے وسعت واباحت رہی پھر بعد مشاق ہوجانے صحابہ
کے وہ اباحت منسوخ ہوکر عرصہ اخیرہ جبرئیل کے موافق یہی ایک
لغت باقی رہ گیا تھا جو آج ہم تلاوت کرتے ہین اور یہی مصحف بعینہ
خلافت راشدہ سے آج تک متواتر چلا آتا ہے ہزارون حفاظ اوسکے
موجود ہین۔ **فائدہ** لفظ احرف کا جو حدیث مین وارد ہوا ایک ہی
معنے نہین رکھتا تھا بلکہ کئی معنے مین مستعمل ہے لہذا حدیث کو
مجمل دیکھکر اگر اوسکے معنے مین علماء دین نے بطور بیان جملہ احتمالات
کے اقوال کثیرہ لکھے ہین تو یہ امر ہرگز باعث اشتباہ یا طعن وتشنیع کا
علماء فحول کی نسبت نہین ہوسکتا۔ اسیواسطے خاکسار نے ضرورت
نقل ۳۵ خواہ ۴۰ اقوال کی نہ سمجھی جو قول میرے نزدیک قوی اور
میرا مختار تھا اوسکو اس وجیزہ مین لکھکر شواہد ودلائل اوسکے
قوت وتائید کے بیان کیے گئے۔ اگر کسی ذی علم محقق مدقق کی وسعت
نظر کتب دینیہ پر ایسی ہوکہ کسی دوسرے قول کو معنی حدیث مین اختیار
کرکے ترجیح دے سکے تو اختیار ہے۔ مثلاً بعض محقق کا یہ قول ہے
کہ مراد سبعہ احرف سے قرأت سبعہ موجودہ ہین جو اتباع ائمہ اثر ہین
بلکہ بعض علماء دین کا اصرار بھی اتقان مین اوس قول پر منقول ہے
گو اوسکی تضعیف بھی بیان کی گئی ہے اور قسطلانی شرح بخاری مین
بھی تضعیف اوسکی پائی جاتی ہے حیث قال وعن الخلیل بن احمد
سبع قرأۃ وھذا اضعف الوجوہ اور غالباً تمام روایات واقوال علماء دین
جمع کرنے سے قول مذکور کو ترجیح میرے قول مختار مذکور الصدر پر

ہو گی بلکہ پھر بھی اگر کوئی عالم مذہب اسلام اوسکو مان لے تو کچھ
مورد طعن نہوگا نہ قرآن کے تواتر و صحت مین خلل آویگا کما لا یخفی
اب ہمکو ضرور ہے کہ اس شبہہ کو بھی رفع کرین جو ایک حدیث صحیح سے
پیدا ہوتا ہے جس مین بجاے سبعۃ احرف کے ثلثۃ احرف وارد
ہوا ہے اور وہ حدیث حاکم نے روایت کی ہے سمرہ سے اوسکے
الفاظ یہ ہین انزل القران علی ثلثۃ احرف جواب اس شبہہ کا
یہ ہے کہ اجازت و وسعت دفعۃً واحدۃً واسطے سات لغت کے
نہین ہوئی تھی بلکہ تھوڑی تھوڑی وسعت دی گئی تھی اسیواسطے حضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ استزیدہٗ یعنے جبرئیل سے طلب زیادتی
وسعت کی مین کرتا رہا تاکہ جناب باری سے حکم زیادتی وسعت کا حاصل
کرلاوین پس جائز ہے کہ سمرہ نے صرف تین حرف تک کی اجازت
سُنی تھی اور روایت بھی کی تھی مگر بعدہ سات لغت تک کی اجازت
نازل ہوئی لامحالہ حدیث سبعۃ احرف راجح ہوگی نہ مرجوح مؤید میرے
قول کا ہے ابو شامہ کا قول جو قسطلانی نے نقل کیا ہے وہو ہذا
اراد ان انزل ابتداء علی ثلثۃ احرف ثم زید الی سبعۃ
توسعۃ علی العباد والاکثر انہا محصورۃ
فی السبعۃ بلفظہ اور سوال ثانی بھی پیدا ہوتا ہے جسکا جواب
دینا ضرور ہے وہ یہ ہے کہ اگر سبعۃ احرف مین پڑھنے کی اجازت
ہوئی تو ممکن نہین کہ وہ لغات مختلفہ غایت مرتبہ فصاحت و بلاغت
مین ہون اور اعجاز قرآن باقی رہے پھر کیونکر باوجود مفقود ہوجانے
بلاغت اور فصاحت اور اعجاز قرآنی کے اجازت سبعۃ احرف کی
مان لیجاے ایک جواب تو اس شبہہ کا یہ ہے کہ اصل نزول قرآن
شریف کا لغت قریش پر ہوا تھا جو کمال مرتبہ فصیح و بلیغ تھا اور

اوسی سے کہ مقابلہ میں فصحا و بلغا عاجز تھے اور وہ اباحت و اجازت
سبعۃ احرف کی بضرورت تھی دوم ہر لفظ قرآن کا معجز نہیں ہے
نہ ہر آیت معجز ہے بلکہ ہر سورہ معجز ہے لہذا فأتوا بسورة
من مثلہ فرمایا ہے نہ کہ فأتوا بآیۃ پس اگر بعض
الفاظ کی جگہ اپنی لغت میں اجازت تلاوت کی ہوئی تو وہ نظم بلیغ و
معانی و مضامین و احکام و رشد و رشاد و تعلیم اخلاق و اخبار حالات
ماضیہ و موجودہ و مستقبلہ و کشف حالات قلوب و مکنونات ضمائر عباد
و صدق بیان و ترغیب و ترہیب و وعد و وعید وغیرہ کمالات ممتنع
الجواب تمام سورہ میں خلل انداز نہ تھے سوم جو سات حرف اختیار
کیے گئے تھے وہ بھی اوس قسم کے تھے جو فصاحت میں اگرچہ برابر
قریش کے نہوں مگر بہ نسبت دیگر اقوام کے فصیح زیادہ تھے چنانچہ
اتقان میں ابو صالح سے قول ابن عباس کا مروی ہے قال نزل
القران علی سبع لغات منها خمس بلغة العجز من هوازن
قال والعجز سعد بن بكر وجشم بن بكر ونصر بن معاوية
وثقيف وهولاء كلهم من هوازن ويقال عليا
هوازن ولهذا قال ابو عمرو بن العلاء افصح العرب عليا
هوازن وسفلى تميم يعني بني دارم واخرج ابو عبيد
من وجه اخر عن ابن عباس قال نزل القران
بلغة الكعبين كعب قريش وكعب
خزاعة قيل وكيف ذلك قال لان الدار
واحدة يعني ان خزاعة كانوا جيران
قريش فسهلت عليهم اللغة بلفظ پس اعجاز قرآن
میں کیونکر خلل آسکتا تھا اور یہ بات بھی جائز نہ تھی کہ ہر لغت سات طرح پر

پڑھا جاتا ہو بلکہ بعض الفاظ میں دوسری لغت مترادفن کا بولنا
مباح کیا گیا تھا اور پھر بھی معنی مرادی میں تبدیل نہیں ہوتے تھے
چنانچہ اتقان میں ہے ف قال ابو عبید لیس المراد ان کل
کلمة تقرأ علی سبع لغات بل اللغات السبع مفرقة فیه قال ابن عبد البر
انما اراد بهذا ضرب المثل للحروف اللتی نزل القرآن
علیها انها معان متفق مفهومها مختلف مسموعها لا یکون
فی شیء منها معنی وضده ولا وجه یخالف معنی وجه
خلافا ینفیه ویضاده کالرحمة التی هی خلاف
العذاب وضده بلفظ تنبیه حضرت عمرؓ کا قول کہ نزل القرآن بلغة مضر
منافی اوس حدیث کا نہیں ہے جس میں قول حضرت عثمانؓ کا موجود ہے
کہ قرآن لغت قریش پر نازل ہوا ہے جیسا کہ صحیح بخاری سے ہم لکھ چکے
کیونکہ قول فاروقؓ میں اشارہ ہے سبعة احرف کی طرف جس میں لغت
مضر بھی شامل ہے نفی ماعدا کی مراد نہیں ہے پس توافق دونوں حدیث
میں موجود ہے اور تعارض مرتفع ہے یہ بھی بشرط تسلیم صحت اوس
حدیث کے ہے جس میں قول حضرت عمرؓ کا مروی ہے ورنہ مقابلہ اوس حدیث
بخاری کے جس میں جمع ہونا قرآن کا بخلافت حضرت عثمانؓ مروی ہو اور وہی لغت
قریش پر نازل ہونا مروی ہو قابل التفات نہیں ہے نہ اوس میں جس کا صحیح ہونا مثل حدیث بخاری کی ہو
فائدہ لغت قریش سے یہ مراد ہے کہ جس لغت کو وہ لوگ اپنے
محاورہ میں بولتے تھے اوسی پر قرآن نازل ہوا ہے خواہ وہ اونہیں
قوم کا ہو خواہ قریب قریب کے اقوام کی لغت ہو ان اور السنہ فصحیٰ
قرب وجوار میں جاری تھی اور قریش نے اونکو اختیار کر لیا تھا اور عادت
بولنے کی ہو گئی تھی چنانچہ اتقان میں ہے ف ونقل ابو شامہ عن
بعض الشیوخ انه قال انزل القرآن اولا بلسان قریش و

ف ابو عبید نے کہا یہ مراد نہیں کہ ہر کلمہ سات طرز پڑھا جاے غرض یہ ہے کہ قرآن میں اختلاف تلفظ سے بھی معنی ومفہوم ایک ہی رہتے ہیں اور ایک طرز معنی میں دوسرے سے مخالف ومتضاد نہیں ہوتا ۱۲ منہ

من جاورهم من العرب الفصحاء ثم ابيح للعرب
ان يقرءوه بلغاتهم التی جرت عادتهم باستعمالها
علی اختلافهم فی الالفاظ والاعراب ولم يكلف
احدٌ منهم الانتقال عن لغة الی لغة اخری للمشقة
ولما كان فيهم من الحمية ولطلب تسهيل المراد
وزاد غيره ان الاباحة المذكورة لهم تقع
بالتشهي بان غير كل احد الكلمة بمرادفها
فی لغته بل المرعی فی ذلك السماع
من النبی صلی الله عليه وسلم بلفظه
بیان سے یہ بات ثابت ہوئی کہ نزول قرآن کا لغت قریش اور
ہمسایان قریش پر ہوا اور اسکے بعد اجازت دوسری لغات مین پڑھنے
کی دی گئی تھی تاکہ دیگر اقوام کی عادت ترک کرنے مین دقت نہ پڑے
اور وہ اباحت بھی منحصر تھی انہین لغات مین جو حضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کی زبان وحی ترجمان سے سنین نہ کہ اپنی اپنی خواہشون کی
موافق تلاوت کرنے لگین اب تو وہ شبہہ بھی رفع ہوگیا جو بعض متکلمین
عیسائی مذہب نے وارد کیا ہے کہ قرآن مین بعض لغت غیر قریش
کی زبان کے بھی موجود ہین تو پھر یہ فرمانا خدا تعالے کا وَمَا اَرسلنا
مِن رسول الا بلسان قومه کیونکر صحیح ہوگا اس اعتراض کا
جواب صاف ظاہر ہوا کہ ہمسایان قریش کے بعض الفاظ جو قریش مین
زبان زد ہوگئے تھے تو وہ گویا قریش ہی کی زبان ہوگئے تھے اور
قرآن شریف اوسی محاورہ موجودہ پر نازل ہوا تھا جسکو قریش
فصیح وبلیغ سمجھتے تھے اور یہ امر خلاف قیاس نہین ہے نہ عادت کے
مخالف ہے اب بھی ہر ایک زبان مین دوسرے مقامون کے الفاظ

مل جل کر داخل لسان ہوجانے کا رواج موجود ہے اور چونکہ ایک ہی
لغت قریش کے محاورہ کا بعد نسخ سبعۃ احرف کے باقی ہے لہذا
بعینہ وہی سب الفاظ موجود ہیں آپ ہمکو مناسب معلوم ہوتا ہے
کہ اسی جگہ وہ شبہہ بھی رفع کردین جو بعض مخالفین مذہب اسلام نے
لکھا ہے کہ یہ کیونکر قرین قیاس ہے کہ جبرئیل ایک لفظ کو سات سات بار
پڑھتے ہونگے ہم جواب دیتے ہین کہ ہر حرف سات حرف پر نہین
پڑھا جاتا تھا جیسا کہ اوپر ہمنے بیان کردیا بلکہ جبرئیل ہر بار جب نازل
ہوتے تھے ایک ایک حرف یا دو دو حرف مین عرض کردیتے تھے
یہانتک کہ سات حرف تک نوبت پہونچی چنانچہ اتقان مین ہے کہ
واجیب بانہ انما یلزم ھذا لو اجتمعت الاحرف
السبعۃ فی لفظ واحد ونحن قلنا کان جبریل یاتی فی کل
عرضۃ بحرف الی ان تمت سبعۃ بلفظ ایک اور بھی شبہہ وارد ہوتا ہے کہ حدیث بخاری سے
نزاع ہونا حضرت عمر فاروق اور ہشام بن حکم مین دربارہ اختلاف قرات ثابت ہوتا ہے حالانکہ
وہ دونون صحابی قریشی تھے پھر یا لغت قریش مین کیونکر نزاع کرتے ہونگے جواب اسکا
یہ ہے کہ ہشام نے غیر لغت قریش پر اوس لغت کو پڑھا ہوگا
جسکی اباحت آگئی تھی لہذا فاروق کو سنکر تعجب ہوا اور اگر ایک ہی
لغت قریش مین پڑھتے تو جھگڑا کیون پڑتا ہشام سمجھے تھے کہ جسطرح
مین نے سنا ہے یون ہی پڑھنا درست ہے فاروق نے سمجھا کہ
مین نے اس لغت کو زبان سرور انس و جان سے تو سنا ہی نہین ہے
ہشام کیونکر پڑھتے ہین آخر رسول صلعم نے دونون کو سمجھا دیا کہ اسطرح
اجازت ہے اور ایسا ہی نازل ہوا ہے دونون کی قرات صحیح ہے
اس مقام سے وہ شبہہ بھی رفع ہوگیا جو بعض علما نے سمجھا ہے
کہ سات لغت بھی خاص قریش کے تھے نہ دیگر اقوام مختلفہ کے

اسیواسطے اتقان مین لکھا ہے فدل علی ان المراد
بالاحرف السبعۃ عبر اللغات سوال ثانی یہ ہے بعض روایات سے
پایا جاتا ہے کہ عبداللہ بن مسعود فاتحۃ الکتاب اور معوذتین کو داخل قرأت
نہین سمجھتے تھے اب یہ شبہہ ہوسکتا ہے کہ قرآن موجودہ پر اجماع کل
صحابہ کا نہین ہوا تھا یا یہ کہنا پڑے گا کہ ابن مسعود نے خرق اجماع کیا
وفیہ مافیہ الجواب پہلے تو ہم صحت اوس روایت کی یقیناً نہین تسلیم
کرسکتے جن مین خلاف ابن مسعود کا مذکور ہے کیونکہ نقادان فن حدیث
کے نزدیک وہ حدیث موضوع و متکلم فیہ ہے اور انتساب اوس قول کا
طرف ابن مسعود کے منع کیا گیا ہے چنانچہ امام نووی شرح المہذب مین
فرماتے ہین اجمع المسلمون علی ان المعوذتین والفاتحۃ من القرآن
وان من جحد منہا شیئاً کفر ومانقل عن ابن مسعود باطل
لیس بصحیح وقال ابن حزم فی المحلی ہذا کذب علی ابن مسعود
موضوع وانما صح عنہ قرأۃ عاصم عن زرعۃ وفیہا
المعوذتان والفاتحۃ بلفظہ اور طیبی نے شرح حدیث مین لکھا ہے قولہ
لم یر مثلہن یعنی لم یکن آیات سورۃ کلہن تعویذ
للقاری غیر ہاتین السورتین ولذلک
کان صلی اللہ علیہ وسلم یتعوذ من عین الجان
وعین الانسان فلما نزلت المعوذتان اخذ بہما وترک
ماسواہما ولما سحر استشفی بہما وانما کان کذلک
لانہما من الجوامع فی ہذا الباب وفی الحدیث
دلیل واضح علی کون المعوذتین من القرآن
ورد علی من نسب الی ابن مسعود خلاف ذلک بلفظہ
الحاصل جب کہ محققین فن حدیث کو صحت روایت سے انکار ہے

جواب سوال ثانی

تو نہ اعتراض ابن مسعود پر وارد ہوتا ہے نہ اجماع صحابہ مین خلل
آسکتا ہے اور تمام اشکال سے خلاص حاصل ہوتا ہے چنانچہ
امام فخر الدین رازی رح سے بھی اتقان مین نقل کیا ہے والاغلب
علی الظن ان نقل هذا المذهب عن ابن مسعود نقل باطل
وبه يحصل الخلاص عن هذه العقدة بلفظه
اب ہم تنزل اختیار کرتے ہین اور تسلیم کرتے ہین کہ ابن مسعود نے
فاتحۃ الکتاب اور معوذتین کو داخل اپنی مصحف کے نہین کیا تھا
مگر اوس سے قرآنیت کا انکار لازم نہین آتا کیونکہ وہ یہ نہین کہتے تھے
کہ منزل من السماء اور وحی آسمانی نہین ہین بلکہ وہ یہ خیال کرتے تھے
کہ معوذتین محض واسطے تعوذ کے نازل ہوئی ہین اور فاتحۃ الکتاب
بھول جانے کی سورہ نہین ہے ہمیشہ پانچ وقت نماز مین پڑھی جاتی ہے
اور لکھہ لینا صرف واسطے حفظ کتاب آسمانی کے ہے تاکہ سہو و محو
نہو جاسے اور وہ سمجھتے تھے کہ قرآن مین ہمکو اوسیقدر داخل کرنا چاہیے
جسقدر خاص رسول صلعم نے ہمکو اجازت دی ہو لہذا اپنے پاس
جو مصحف جمع کر رکھا تھا اوسمین اونکو داخل نکرتے تھے یعنے قرآن
ہونے کے تو قائل تھے مگر کتابت فی المصحف سے انکار کرتے تھے
چنانچہ قاضی ابوبکر رح نے لکھا ہے لم يصح عنه انها ليست
بقرآن الی قوله واسقطها من مصحفه
انكارًا لكتابتها لا جحدا لكونها قرآنا لانه
كانت السنة عنده ان لا يكتب فی المصحف الا ما امر النبی
صلی الله عليه وسلم باثباته فيه ولم يجده كتب ذلك
ولا سمعه امر به اور ابن قتیبہ سے منقول ہے واما اسقاطه الفاتحة
من مصحفه فليس لظنه انها ليست من القرآن

۵۱ بظن غالب نقل روایت کا ابن مسعود سے منقول ہونا باطل ہے اور وہ نہین اس اعتراض سے خلاصی ہو سکتی ہے

۵۲ نہ داخل کرنا اونکا سورہ فاتحہ کو اپنی مصحف مین بگمان عدم قرآنیت

معاذ اللہ و ذھب ان القران انما کتب وجمع بین
اللّوحین مخافۃ الشک والنسیان والزیادۃ و
النقصان ورأی ان ذلک مامون فی سورۃ
الحمد لقصرھا ووجوب تعلمہا علی کل احدٍ بلفظہ
اب تو معلوم ہوگیا کہ سورۂ فاتحہ کو ابن مسعود نے اس خیال سے
مصحف مین نہین لکھا تھا کہ لکھہ لینا قرآن کا صرف واسطے حفاظت
قرآن کے ہے تاکہ زیادہ نقصان ونسیان سے محفوظ رہے مگر چونکہ
سورۂ فاتحہ چھوٹی سی ہے اور نماز مین پڑھنے کے واسطے سیکھنا
اوسکا ہر مسلمان پر واجب ہے تو اوسمین وہ خطرہ نسیان وزیادہ
ونقصان کا نہین ہے جو باقی مصحف مین ہے اسواسطے مصحف مین
نہین لکھی تھی مگر اس راے سے نہ تو انکار قرآنیت سے لازم آتا ہے
نہ کوئی شبہہ پیدا ہوتا ہے ہر شخص کو اختیار تھا کہ جس سورۂ قرآنی کو
چاہے یاد رکھے چاہے لکھہ رکھے تو مجموعۂ قرآنی ووحی آسمانی مین
کیونکر خلل آسکتا ہے ابن مسعود کو ضرورت تحریر کی نہ معلوم ہوئی
تو نہ سہی اوسمین کیا قصور ابن مسعود کا ہے اور کیا شبہہ کی جگہ قرآن
شریف مین ہے اور معوذتین کی بھی قرآنیت سے انکار ثابت نہوا
اب چاہو اپنے پاس لکھہ رکھو چاہو زبانی حفظ کر لو چاہو اونسے رنجون
سے تعوذ کرو چاہو تلاوت کا ثواب حاصل کرو قرآن شریف پر کوئی
اعتراض وارد ہوتا ہے نہ ابن مسعود کی وہ راے اجماع مین مخل ہے
کیونکہ لایکتب المعوذتین فی مصحفہ سے نفی کتابت کی کسی
زمانہ مین پائی جاتی ہے نہ نفی اعتقاد قرآنیت کی قسطلانی بھی شرح
صحیح بخاری مین لکھتے ہین ان ابن مسعود لم ینکر قرآنیتہما وانما

الا ان کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذن فی کتابتہ فیہ وکانہ لم یبلغہ الاذن فی ذلک فلیس فیہ جحد القرانیۃ بلفظنا قدرہ عن ابی بکر الباقدولی فللہ درہ ما ادق نظرہ

اور دوسری روایت میں جو یہ لفظ ہے انہا لیستا من کتاب اللہ اگر یہ قول بھی ابن مسعود کا صحیح مان لیا جاوے تب بھی مراد اوسکی یہی ہو کہ داخل قرآن سمجھکر نہ لکھتے تھے مصحف کو کتاب اللہ اور قرآن شریف بولنے کی عادت راویان اخبار کی تھی کسی نے تصریح لا یکتب المعوذتین اپنے گمان پر بیان کیا ہے کسی نے اونکا گمان لکھہ دیا ہے غرض دونوں کی واحد ہے اب ہم اس سے زیادہ تنزل اختیار کرتے ہیں اور واسطے اطمینان خاطر معترضین کے تسلیم کرتے ہیں کہ ہاں ابن مسعود ایسا ہی سمجھے ہونگے کہ معوذتین وفاتحہ قرآن سے علیحدہ ہیں اور داخل کتاب اللہ نکرتے تھے بلکہ اوسکو کتاب اللہ سے منفک کردیتے تھے پھر بھی کسی حدیث صحیح سے یہ نہیں ثابت ہوتا کہ وہ اپنے اسی اعتقاد پر بعد جمع ہوتے قرآن شریف کے خلافت حضرت عثمانؓ میں بھی قائم رہے تھے قبل جمع ہونے قرآن شریف کے اپنی اپنی رائے سے صحابہ کے پاس جو مختلف طور پر مصاحف لکھے ہوی تھی اور اونکا حال جواب سوال اول میں ہم لکھہ چکے اوسی اختلاف کے دفع کرنے کی واسطے ضرورت جمع ہونے قرآن کی پڑی تھی اور بعد جمع ہوجانے کے اوسی پر اتفاق صحابہ کا چلا آیا کسی نے کوئی دوسرا مصحف جاری نرکھا نہ اختلاف کے ساتھ کتاب اللہ کی تلاوت باقی رہی لامحالہ ابن مسعود بھی اوس اجماع سے خارج نہیں ہیں اور جب ابن مسعود نے اپنی رائے سابق سے رجوع کیا اور خطاے اجتہادی اونکی بھی باقی نرہی تو ابن مسعود پر بھی طعن وارد نہیں ہوسکتا قبل جمع ہونے

قرآن سے اونکی سمجھ مین کچھ ہی کیون نہ آیا ہو مگر بعد اوس کی سب صحابہ
کے ساتھ ایسے متفق ہوے کہ بعض قراء مابعد کا سلسلۂ اسناد اونہین تک
پہونچتا ہے جسمین فاتحہ اور معوذتین داخل قرآن ہین چنانچہ محلی مین صاف
موجود ہے هذا كذب على ابن مسعود موضوع وانما
صح عنه قرأة عاصم عن زر عنه وفيها المعوذتان والفاتحة بلفظہ اور فتح الباری
شرح بخاری مین ہے ثم لعله رجع عن قوله ذلك الى
قول الجماعة وقد اجمع الصحابة عليهما واثبتوهما فى المصاحف
التى بعثوها الى سائر الافاق اگر اسقدر پر بھی کسی کے دل سے اشتباہ
نہ جاتا رہے تو کتاب ہدیہ سے سلسلۂ اسناد عاصم کا ہم نقل کیے دیتے ہین
جو علاوہ سلسلہ زر کے بھی مروی ہے حیث قال والخامس
عاصم امام الكوفة روى عنه ابوبكر شعبة بن عباس وحفص
بن ابى داود رويا عنه قرأة وسماعًا وقرأ عاصم على ابى عبد الرحمن
عبد الله بن جبيب السلمى وزر بن حبيش واخذ ابو
عبد الرحمن عن عثمان بن عفان وعلى بن ابى طالب
وزيد بن ثابت وعبد الله بن مسعود رضى الله عنهم
واخذ هولاء القراء عن النبى صلى الله عليه وسلم بلفظہ
تنبیہ صحیح بخاری مین جو یہ حدیث وارد ہے قال انى عند عائشة
ام المومنين رضى الله عنها اذ جاءها عراقى فقال اى
الكفن خير قالت و يحك قال يا ام
المومنين ارينى مصحفك قالت لم قال
لعلى اولف القرآن عليه فانه يقرأ غير مولف الحديث
اس حدیث سے نہ تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ عراقی کون تھا اور
کسوقت مین حاضر ہوا تھا بعد شائع ہونے ترتیب وجمع قرآن کے

[illegible marginal handwritten notes]

خلافت ثالثہ مین ماقبل اوس سے اور بشرط بعدیت بھی مجموعہ
شہرت جدیدہ کی ہو چکی تھی اور اختلافات آراء خلائق رفع ہو گئے تھے
ماقبل اوس سے ایا تھا اور بعد شہرت بھی جائز ہے کہ اوسکے پاس
جو قرآن پہلے سے تھا وہ موافق جمع و ترتیب عثمانی کے نہو اب اوس
ترتیب کے موافق صحیح کرنا چاہتا تھا کیونکہ ایک ایک ہی جلد چند
ملکون مین بھیجی گئی تھی بہت جلد ہر شخص کو اوسکے موافق تصحیح کا
اتفاق ہونا محال عادی تھا پس اس حدیث سے جو ابن حجر نے
یہ خیال کیا ہے کہ اوسکے پاس مصحف غیر مولف موافق ترتیب ابن مسعود
کے ہوگا اور ابن مسعود اپنی قرأت پر روز اپنے مصحف کے معدوم
پکڑنے پر قائم تھے محض تحکم ہے اور بمقابلہ احادیث صحیحہ و اقوال
کثیرہ محققین کے خلل انداز ہماری تقریر کا نہین ہے اور بالفرض یہ بات
بھی مان لیجاے کہ اوسکے پاس موافق ترتیب ابن مسعود کے تھا
تب بھی کچھ قباحت نہین ہے ہان اوسی قسم کی ترتیبین اور اختلافات
دفع کرنے کے واسطے جمع کرنا قرآن شریف کا ضرور ہوا تھا
اسی واسطے آہستہ آہستہ اپنے اپنے پاس سب نے موافق
ترتیب عثمانی کے نقل کر لیا پس جو واقعات عین زمانہ تصحیح مصاحف
کے ہون وہ منافی ہمارے مدعا کے نہین ہین اور بعض صحابہ نے
وقت پہونچنے قرآن کے ممالک بعیدہ مین قبل تنقیح اصل حال کے
اپنے پاس مصاحف قدیمہ رہنے دیے ہون اور دفعۃً واحدۃً
اونکو معدوم نکیا ہو خواہ اپنی قرأت پر قائم رہے ہون تو بھی
اوس سے مصحف عثمانی مین کچھ خلل نہین آسکتا ہے کیونکہ آخرکار
سب کا اتفاق اسی مصحف پر ہوتا چلا گیا اور تلاوت کرنا بعض
سورتون کا جو کہ موافق ترتیب عثمانی کے نہو کچھ قباحت نہین ہے

فاقرأوا ما تیسر من القرآن موجود ہے تو اپنی قرأت سے رجوع نکرنا خواہ اپنے پاس کے قرآن کو جو پہلے سے موجود تھا معدوم نکرنا دوسری بات ہے اور اتفاق کر لینا ترتیب عثمانی کی ساتھ امر آخر ہے دونون مین تعارض نہین ہے اور جونکہ خود صاحب فتح الباری لکھ چکے ہین ثم لعله برجع عن قوله ذلك الی قول الجماعۃ الخ تو پھر اوسکے خلاف وہ کیونکر خیال اور جزم ویقین ابن مسعود کی مخالفت کا کر سکتے ہین لامحالہ قائم رہنا ابن مسعود کا اپنی قرأت پر اور معدوم نکرنا اپنے مصحف سابق کا منافی اوس قول فتح الباری کا نہوگا جو ابھی مذکور ہوا مندلک جائز ہے کہ بجرد پہونچنے مصحف عثمانی کے ابن مسعود کا رجوع منقول نہوا ہو اور ایک نئی بات ظہور مین آنے سے قبل تدبر وتعمق کے پہلا خیال ہی چند روز باقی رہا ہو آخر کار رجوع اپنی رائے سے کیا ہو پس کوئی تعارض کسی قول بے سند مین بھی باقی نہین رہتا ہے ورنہ ہم ہرگز بمقابلہ احادیث صحیحہ اور تحقیق علماء دین اور اتفاق جمہور امت کے مجرد احتمال کسی عالم کا قابل یقین وترجیح نہین سمجھتے ہین خصوصاً اس وجہ سے کہ جس حدیث عائشہ صدیقہ سے وہ شبہہ کیا جاتا ہے اوسمین ہرگز کوئی اشارہ مخالفت ابن مسعود کا نہین ہے نہ تو کوئی لفظ حدیث کا منطوقاً اشارہ کرتا ہے نہ کسی روایت کا فتح الباری مین حوالہ دیا ہے جس سے مخالفت ابن مسعود کی ثابت ہو سکتی ہے بمقابلہ متواتر کے مجرد احتمالات سے کام نہین چلتا ہے الیقین لا یزول الا بیقین مثلہ اور قطع نظر اسکے اپنی قرات پر قائم رہنا اور اپنے مصحف کو معدوم نکرنا مستلزم اس امر کا نہین ہو سکتا کہ سورہ فاتحہ ومعوذتین کی قرآنیت سے انکار ہو یا اونکی کتابت نکرنے پر بھی اصرار رہا ہو نہایت مرتبہ یہ ثابت ہوگا کہ اونکی قرأت قائم رہی پس اختلافات

قرأت سے کیا بحث ہے کلام تو معوذتین اور فاتحۃ الکتاب مین ہے
کہ وہ ابن مسعود کے نزدیک وحی آسمانی تھین یا نہین اگر تھین تو اونکی
کتابت قرآن مین ضرور چاہیے تھی یا نہین جسکا جواب شافی ہم
دے چکے پس ابن حجر کے قول احتمالی و بلا سند تقریر سے بھی
ہمارے مدعا مین خلل نہین ہو سکتا ہے اب ہم وہ احادیث
نقل کرتے ہین جنسے ثابت ہوتا ہے کہ فاتحہ و معوذتین قرآن
شریف کی سورتین ہین صحیح بخاری مین ہے قلت یا رسول اللہ انک قلت
لاعلمنک اعظم سورۃ من القرآن قال الحمد للہ رب العلمین ھی السبع المثانی
والقرآن العظیم الذی اوتیتہ قسطلانی اسکی شرح مین لکھتے ہین واسم القرآن یقع
علی البعض کما یقع علی الکل و یدل علیہ قولہ تعالی اوحینا
الیک ھذا القرآن یعنی سورۃ یوسف بلفظہ اب تو کچھ شک نرہا کہ سورۂ فاتحہ
قرآن شریف مین داخل اور اوسکا ایک جزو ہے اور
ابن مسعود جو اوسکو بھی مثل معوذتین کے علیحدہ رکھتے ہونگے
اوسکی وجہ ایک تو وہی ہے جو ہم اوپر لکھہ چکے کہ اوسمین احتمال
سہو و نسیان و زیادۃ و نقصان کا نہ تھا کیونکہ نماز مین پڑھنا
اوسکا ہر شخص پر واجب ہے دوسرے اوسکو بھی رقیہ سمجھتے تھے
تیسرے وہ معاملہ قبل جمع ہونے قرآن کا تھا اپنی اپنی
راے و اجتہاد کے موافق بعض صحابہ نے قرآن جمع کر رکھا تھا
جیسے تھے اونکا یہ گمان تھا کہ جس سورہ کو بالخصوص لکھنے کا
حکم حضرت صلعم نے دیا ہے اوسکو لکھونگا اب ہم
معوذتین کے متعلق احادیث بیان کرتے ہین صحیح مسلم
مین ہے قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم الم تر آیات انزلت ھذہ

۱۵ پوچھا مین نے رسول خدا صلعم سے کہ فرمایا تھا آپ نے سکھانے کو مجھے بڑی سورۂ قرآن کی فرمایا الحمد للہ رب العالمین یہی سات آیتین ہین قرآن عظیم کی جو مجھے دی گئی ۱۲

۱۶ جزو قرآن کو بھی قرآن بولتے ہین جیسا کہ فرمایا اللہ نے وحی کی ہم نے تجھے یہ قرآن یعنی سورۂ یوسف ۱۲

۱۷ فرمایا رسول خدا صلعم نے کیا تو نے دیکھا نہین ان آیتون کو جو اس رات کو نازل ہوئین یعنی معوذتین

حکم دیا رسول صلعم نے ہر نماز کے بعد معوذات پڑھنے کا ... صلعم نے نماز صبح مین ان دونون کو پڑھا ۱۲

اللیلۃ لم تر مثلھن قط قل اعوذ برب الفلق وقل اعوذ
برب الناس وعنہ ایضا امرنی رسول اللہ صلعم ان اقرأ
بالمعوذات فی دبر کل صلوۃ رواہ ابوداود والترمذی وعند النسائی
عنہ ایضا ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قرأھما فی صلوۃ الصبح
اور قسطلانی لکھتے ہین قد تقید التواتر لطول ایرادھا بلفظہ
تنبیہ اس مقام پر ایک شبہہ وارد ہو سکتا ہے کہ قرآن شریف مین
سبع مثانی کے بعد حرف عطف کے ساتھ والقران العظیم ارشاد ہوا ہے
اور معطوف و معطوف علیہ مین مغایرت ہونی چاہیے پھر کیونکر سورۂ فاتحہ
جزو قرآن ہو سکتی ہے جواب اسکا یہ ہے کہ جائز ہے کہ ذکر اسکے دو صفتین
مراد ہوا اور ایک دوسرے پر معطوف ہو چنانچہ قسطلانی لکھتے ہین
قال التورپشتی ان قیل کیف صح عطف القران علی السبع المثانی
وعطف الشئ علی نفسہ مما لا یجوز قلنا لیس کذلک وانما ھو
من باب ذکر الشئ بوصفین احدھما معطوف علی الاخر والتقدیر
اتیناک ما یقال لہ السبع المثانی والقران العظیم ای الجامع لھذین
النعتین وقال الطیبی عطف القران علی السبع المثانی المراد منہ الفاتحۃ
وھو من باب عطف العام علی الخاص تنزیلا للتغایر فی الوصف منزلۃ
التغایر فی الذات والیہ اومی صلی اللہ علیہ وسلم بقولہ الا اعلمک اعظم
سورۃ فی القران الخ دوسرا شبہہ یہ ہی کہ حدیث مین ہی السبع المثانی فرمایا ہے اور قرآن شریف مین
سبعا من المثانی نازل ہوا کیا وجہ اختلاف کی ہے جواب اسکا بھی قسطلانی نے خوب دیا ہے
حیث قال اجیب بانہ لا اختلاف بین الصیغتین اذا جعلنا من للبیان
بلفظہ سوال تیسرا یہ ہے کہ قرات سبعہ کی کیا اصل حقیقت ہے اور
حصر اوسکا سات قراتون مین صحیح ہے یا نہین اور اونکے تواتر مین
کیا تحقیق ہوا ہے الجواب قرأت کا اختلاف ما عدا اسے

سبعہ احرف سے ہے بعض علما نے جو اوسی کو سبعہ احرف مین معدود
کیا ہے عند المحققین و جمہور علماے دین قابل قبول نہین ہے جیسا کہ
ہم بیان بھی کر چکے پس ایک ہی لغت مین اختلاف قرات کا ہے
اور وجہ اوس اختلاف کی صریح ظاہر ہے کہ ادا کرنا الفاظ وحی کا ساتھ
مخارج حروف اور کیفیت مد و ادغام و وقف و امالہ و اظہار و اخفا
و سکتہ وغیرہ ضروریات کی ایک ہی لہجہ اور آواز اور محاورہ پر تمام متوطنین
سے محال تھا جیسا کہ ہر ایک زبان مین آج تک اختلاف موجود ہے
کہ تلفظ مین کچھ نہ کچھ فرق ضرور ہوتا ہے اور اونہین اختلافات
اہل لسان سے قواعد صرف و نحو کے اخذ کیے گئے ہین کوئی ذی علم
تجربہ کار ذرا بھی اس باب مین تردد نہ کریگا کہ الفاظ کا ادا کرنا مختلف
لب و لہجہ کے ساتھ لابدی و امر عادی ہے پس صحابہ کرام بھی اوسطرح
رسول صلعم کے سامنے تلاوت کرتے تھے اور نماز مین قرات
قرآن کی اوسی عنوان تکلم کے ساتھ ہوا کرتی تھی اور جب شارع
علیہ الصلوۃ والسلام نے اونکو اس امر مین مجاز رکھا تھا اور تکلیف
مالا یطاق مین گرفتار کرانا اور تسہیل کی جگہ دقت مین ڈالنا امت کا
نبی الرحمہ صلعم کو منظور نہ تھا تو وہ اختلافات ابتداے زمانہ نزول
وحی سے آج تک صحیح و جائز چلا آیا اور چونکہ ہر وقت مین ہزارون
بلکہ لاکھون قاری قرآن شریف کے ہوتے رہے ہے تو جسطرح
تمام الفاظ قرآن کے متواتر ہین قرات بھی متواتر رہین اور
بڑے بڑے شہرون مین بعض محققین کو امام اس فن خاص
کے تنقیہ کا قرار دیا گیا تا کہ قرات متواترہ و شاذہ و احاد مین
مجمع علیہ قول پر عمل رہے اور غلط ملط ہونے نپاوے چنانچہ
نافع امام اہل مدینہ کے و عبد اللہ بن کثیر امام اہل مکہ و ابو عمرو بن العلا امام البصری

امام اہل بصرہ و عبد اللہ بن عامر امام اہل دمشق و عاصم امام اہل کوفہ
و حمزہ امام اہل کوفہ بعد عاصم کے و علی بن حمزۃ الکسائی امام اہل
کوفہ کے بعد حمزہ کے مشہور معروف ہوئے ان بزرگوارون نے تحقیق
قرات مین کمال حاصل کیا تھا اور اونکا اسناد طرق معدودہ کی ساتھ
صحابہ کرام و رسول انام صلے اللہ علیہ وسلم تک پہونچتا تھا اور اون سے
اسناد متاخرین کا سلسلہ جاری تھا یہ طریقہ واسطے مزید احتیاط
اور قائم رکھنے علم قرائت و صحت اسناد کے جاری ہوا تھا ورنہ
وہ بزرگان دین موجد قرائت کے نہین ہین نہ اونہین سات پر
حصر صحیح ہے بلکہ علاوہ اونکے بھی ابی جعفر و شعبہ و اعمش وغیرہ
امام اس فن کے سمجھے گئے ہین اور ائمہ موصوفین سے ایسا
فیض جاری ہوا کہ قواعد منضبط ہو کر تدوین مین آگئے اور ذریعہ
تحقیق اقسام قرات کا بھی ہاتھ آیا الحاصل یہ اختلافات قرات کئی قسم
کے ہین ہر ایک کو علیحدہ علیحدہ یاد رکھنا ضروری ہے اول صرف
اختلاف تفخیم و ترقیق مخارج حروف کا ہے دوم تخفیف و تشدید و حذف
ہمزہ و وقف و ادغام و امالہ و مد و سکتہ و رسم خط وغیرہ کا ہے سوم بعض
الفاظ کو ابواب ثلاثی و رباعی مجرد مین ہی پڑھتے ہین اور اونہین
الفاظ کو ثلاثی مزید و رباعی مزید مین یا دوسرے باب مین بھی بولتے ہین
یا واحد کے صیغہ کو تھوڑی سی مد بڑھانے سے جمع پڑھتے ہین مثل
رفرف و رفارف و عبقری و عباقری چہارم کبھی کبھی بعض الفاظ کے
تلفظ مین اختلاف معنی بھی ہو جاتا ہے اور حرکات بھی بدل جاتی ہین
پنجم کوئی کلمہ زائد بھی بعض روایات مین پایا جاتا ہے قسم اول و دوم و سوم
مین صرف لب و لہجہ کی اختلاف سے اختلاف قرات ہوتا ہے اور
کوئی تغییر و تبدیل معنوی اس قسم کی نہین ہو جاتی کہ بحث کی ضرورت ہو

قسم چہارم مین کلیہ قاعدہ یہ ہے کہ اگر اختلاف معنی سے تغییر
معنی واحد کی نکل سکتی ہے تو اوسکو غایت مرتبہ فصاحت و بلاغت
مین سمجھنا چاہیے نہ کہ اوسمین شک و تردد کرنا اور اگر تعدد حکم کا بھی
ہوجاوے تو اوسکو بمنزلہ آیت علحدہ کے سمجھنا چاہیے اور
یہ بھی کمال فصاحت و بلاغت ہے کہ ایسا کلمہ نازل ہوا کہ جب اوسکو
تھوڑی حرکت بدلنے کے ساتھ تلاوت کیا جاوے تو ایک دوسرا
حکم احکم الحاکمین کا بھی معلوم ہوجاوے اور اگر اختلاف اس قسم کا ہو کہ
دونون لفظ کے معنی مین تضاد پایا جاوے تو اس قسم کا اختلاف
تمام قرآن مین میری نظر سے نہین گذرا نہ کسی قرات متواترہ مین
ثابت ہوا اب جملہ صورتین اختلاف کی بیان کرکے ہم ایک امر
ضروری کی طرف تنبیہ کرتے ہین کہ سوائے اوس قسم کے جو محض
تلفظ و قواعد صرف و نحو و علم لغت و معانی بیان کی طریقہ پر مبنی ہین
باقی اختلافات قرائت اس قسم کے جنمین اختلافات احکام و معانی
پائے جاتے ہون ہرگز مقبول نکیے جاوینگے جب تک احادیث
صحیحہ خواہ اجماع امت و تواتر سے ثبوت اوسکا نہوگا کیونکہ قرآن
ثابت نہین ہوتا اخبار احاد سے پس بمقابلہ قرات متواترہ کے
جو قرات شاذہ ثابت کیجاویگی وہ کبھی معتبر نہوگی اور اوسکا پڑھنا
نماز مین جائز نہوگا اور اس امر مین کمال احتیاط کرنی ہوگی بعض اشخاص
فی زماننا جو یہ سمجھ رہے ہین کہ اختلافات قرائت سبعہ کا نام لیکر قرات
شاذہ کو بھی قرآن بیان کرنے سے ہماری ذی علمی ثابت ہوگی
اون سے خبردار رہنا چاہیے اب رہ گئی قسم پنجم جس مین کوئی کلمہ
زائد پڑھا جاوے میری تحقیق مین تمام قرآن شریف موجود کے
سوا کوئی کلمہ زائد تواتر یا احادیث مفید یقین یا اجماع امت سے

ثابت نہین ہے ہان بعض قرأت شاذہ بیان کیے جاتے ہین
جو نہ قرآن مین نہ حدیث پھر اونکا ذکر بھی بیفائدہ ہے الغرض
صرف قرائت متواترہ معتبر ہے خواہ ساتون ائمۂ قرائت سے
مروی ہو خواہ اون کے سوا اور اماموں سے منقول ہو **سوال**
بعض مسائل شرعیہ ایسے بھی منقول ہین جو اخبار احاد سے اختلاف
قرائت مقبول رکھکر مان لیے گئے ہین **جواب** ہرگز قرآن کا لفظ
ہونا کسی اخبار احاد سے یقین نہین کیا گیا ہان کبھی ایسا اتفاق
ہوا ہے کہ کوئی حدیث منجملہ اخبار احاد پائی گئی ہے اور اوسکے
علاوہ بھی ائمۂ اربعہ کے نزدیک فعل صحابہ واتفاق محققین تابعین
بھی دیکھ لیا گیا ہے اور اشارۃ النص بھی اپنے استنباط کا
سمجھ لیا ہے تب حکم اور فتوے دیا ہے بعض غیر محققین نے
غلطی سے سمجھ لیا ہے کہ شاید امام اعظم نے اخبار احاد سے
قرانیت کسی لفظ کی یقین کی ہے خواہ اس کا اختلاف
قرات مانا ہے حالانکہ ہرگز یہ وہم وگمان صحیح نہین ہے اور محض
بے اصل ہے ہمارے اصول کا مسئلہ یہی ہے ان التواتر
شرط فی ثبوت ماھو من القران اب تو اصل حقیقت اختلافات قرائت کی
اجمالاً بیان کر دی گئی اور اہل علم خوب سمجھ لین گے میری تقریر
خلاصہ ہے ۔ فاتر طویلہ فن قرأت و اقوال محققین کا اور بعد توافق
ورفع تعارض اقوال و روایات مختلفہ کے غالباً قول فیصل یہی نکلیگا
جو مین نے عرض کیا ہے تمام اختلافات علماء دین کا نقل کرنا
محض تضیع اوقات سمجھ کر اپنے تحریر کے چند مؤیدات پیش کرتا ہون
اتقان مین ہے قال الزرکشی فی البرهان القران والقراۃ
حقیقتان متغایرتان فالقران هو الوحی المنزل علی محمد

صلی اللہ علیہ وسلم للبیان والاعجاز والقراۃ اختلاف
الفاظ الوحی المذکور فی الحروف او کیفیتہا من
تخفیف وتشدید وغیرہما اور اتقان میں ہے
والاصل فی المد ما اخرجہ سعید بن
منصور فی سننہ حدثنا شہاب بن خراش
حدثنا مسعود بن یزید الکندی قال کان
ابن مسعود یقرئ رجلا فقرأ الرجل انما الصدقات
للفقراء والمساکین مرسلۃ فقال ابن مسعود
ما ہکذا اقرأنیہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم فقال کیف اقرأکہا یا ابا عبد الرحمن قال
اقرأنیہا انما الصدقات للفقراء والمساکین
فمدوہا ہذا حدیث جلیل حجۃ ونص
فی الباب رجال اسنادہ ثقات اخرجہ
الطبرانی فی الکبیر بلفظہ انتہی حدیث صحیح الاسناد ہے

معلوم ہوا کہ قراءت کی تعلیم بھی حضرت ختم رسالت صلعم سے صحابہ کرام نے حاصل کی تھی اور صحابہ سے تابعین میں پہونچی اور حدیث مرفوع نہ بقیہ سے بھی پایا جاتا ہے کہ صحابہ کرام الحان و اصوات کی بھی تعلیم فرماتے تھے

قال الدانی الفتح والامالۃ لغتان مشہورتان
علی السنۃ الفصحاء من العرب الذین
نزل القرآن بلغتہم فالفتح لغۃ اہل الحجاز
والامالۃ لغۃ عامۃ اہل نجد من تمیم
واسد وقیس قال والاصل فیہا حذیفۃ
مرفوعا اقرؤا القرآن بلحون العرب
واصواتہا وایاکم واصوات اہل الفسق واہل الکتابین بلفظہ

اور ابن الجزری نے کتاب النشر میں فرمایا ہے وفی کلام علی دلیل
علی وجوب ذلک وفی کلام ابن عمرؓ برهان
علی ان تعلمه اجماع من الصحابة و
صح بل تواتر عندنا تعلمه والاعتناء به
من السلف الصالح کابی جعفر یزید بن
القعقاع احد اعیان التابعین. و صاحبه
وصاحبه الامام نافع وابی عمرو و یعقوب وعاصم
وغیرهم من الائمة وکلامهم فی ذلک
معروف ونصوصهم علیه مشهورة فی
الکتاب الخ بلفظه وقال ابو جعفر النحاس فی تصنیفه
حدثنا محمد بن الانباری ثنا هلال بن
العلاء ثنا ابی وعبد الله بن جعفر قالا ثنا
عبید الله بن عمرو الرقی عن زید بن ابی انیسه
عن القاسم عوف البکری قال سمعت عبد الله
ابن عمرؓ یقول لقد عشنا برهة من دهرنا وان
احدنا لیؤتی الایمان قبل القرآن و تنزل
السورة علی محمد صلی الله علیه وسلم
فنتعلم حلالها وحرامها وماینبغی ان یوقف عنده
منها کما تعلمون انتم الیوم القرآن ولقد رأینا الیوم
رجالا یؤتی احدهم القرآن قبل الایمان فیقرء مابین فاتحته
الی خاتمته مایدری ما امره ولا زاجره ولا ماینبغی ان یوقف عنده
منه قال النحاس فهذا الحدیث یدل علی انهم کانوا یتعلمون
الاوقاف کما یتعلمون القرآن وقول ابن عمرو

تقد عشنا برهة من دهرنا يدل على ان ذالك
اجماع من الصحابة واخرج هذا الاثر البيهقي في
سننه وعن علی رض في قوله تعالى ورتل القرآن ترتيلا
قال الترتيل تجويد الحروف ومعرفة الوقوف كذا في
الاتقان وايضا فيه وقال مكي من ظن ان قرأة هولاء القراء كنافع
وعاصم هي الاحرف السبعة التي في الحديث فقد غلط
غلطا عظيما قال ويلزم من هذا ان ما خرج عن قرأة
هولاء السبعة مما ثبت من الائمة غيرهم ووافق خط
المصحف ان لا يكون قرانا وهذا غلط عظيم
قال الذين صنفوا القراءة من الائمة
المتقدمين كابي عبيد القاسم بن سلام
وابي حاتم السجستاني وابي جعفر الطبري واسماعيل
القاضي وقد ذكروا اضعاف هولاء وكان
الناس على راس المائتين بالبصرة على قرأة
ابي عمرو ويعقوب وبالكوفة على قرأة حمزة وعاصم
وبالشام على قرأة ابن عامر وبمكة على
قرأة ابن كثير وبالمدينة على قرأة نافع واستمروا على
ذلك فلما كان على راس الثلاثمائة اثبت
ابن مجاهد اسم الكسائي وحذف
يعقوب قال والسبب في الاقتصار على
السبعة مع ان في ائمة القراء من هو اجل
منهم قدرا ومثلهم اكثر من عددهم
ان الرواة عن الائمة كانوا كثيرا جدا

۵۱ ایک مکی کا قول ہے کہ جو گمان کرتا ہے کہ نافع و عاصم وغیرہ کی قرأتیں وہی سات حرف ہیں جن کا ذکر حدیث میں ہے وہ بڑی غلطی کرتا ہے اور اس سے لازم آتا ہے کہ علاوہ ان ساتوں کے اور جو ائمہ سے ثابت ہوا اور موافق خط مصحف کے ہو قرآن نہیں ہو جاتا حالانکہ یہ بڑی غلطی ہے اگلے مصنفوں نے قرأت میں ان سے زیادہ ذکر کیا ہے چنانچہ بصرہ میں ابو عمرو و یعقوب اور کوفہ میں حمزہ و عاصم اور شام میں ابن عامر اور مکہ میں ابن کثیر اور مدینہ میں نافع کی قرأت کو دو سو برس تک پڑھا کرتے تھے ہر چند علاوہ انکے ائمہ قرأت بڑے بڑے اور بہت ہیں لیکن بنظر آسانی حفظ و ضبط کے ہر شہر میں ایک ایک امام جو ثقہ و متقی قرأت میں مشہور اور لوگوں کو تعلیم کرتے تھے منتخب کر لیے گئے تاہم اور قاریوں کی قرأت متروک نہیں ہوئی ۱۲ * * *

فلما تقاصرت الهمم اقتصروا مما توافق خط
المصحف على ما يسهل حفظه وتنضبط القراة به
فنظروا الى من اشتهر بالثقة والامامة وطول
العمر فى ملازمة القراة والاتفاق على الاخذ عنه
فافردوا من كل مصر اماما واحدا ولم يتركوا مع
ذلك نقل ما كان عليه الائمة غير هولاء
من القراءة ولا القرءة به كقراة يعقوب
وابى جعفر وشيبة وغيرهم وفى منع
الموانع انما قلنا فى جمع الجوامع والسبع متواترة
ثم قلنا فى الشاذ والصحيح انه ماوراء العشرة ولم
نقل والعشرة متواترة لان السبع لم يختلف فى
تواترها فذكرنا اولا موضع الاجماع ثم عطفنا عليه
موضع الخلاف الخ ايضا فى الاتقان وقال فى جواب
سوال ساله ابن الجزرى القراة السبع التى
اقتصر عليها الشاطبى والثلاث التى هى
قراة ابى جعفر ويعقوب وخلف متواترة
معلومة من الدين بالضرورة
وكل حرف انفرد به واحد من العشرة
معلوم من الدين بالضرورة انه منزل على
رسول الله صلى الله عليه وسلم لا يكابر فى شئ من ذلك
الا جاهل ايضا فيه وقال ابوشامه شاع على السنة
جماعة من المقرئين المتاخرين وغيرهم
من المقلدين ان السبع كلها متواترة اى كل

فرد فرد مما روی عنهم قالوا والقطع بانها
منزلة من عند الله واجب ونحن بهذا
نقول الحر الضير فيه المشتهرون باقرأ القرآن
من الصحابة سبعة عثمان وعلی وابی
وزید بن ثابت وابن مسعود وابو الدرداء وابو
موسی الاشعری کذا ذکرهم الذهبی فی
طبقات القراء قال وقد قرء علی ابی جماعة
من الصحابة منهم ابو هریرة وابن عباس
وعبد الله بن السائب رضی الله عنهم
واخذ ابن عباس عن زید ایضا واخذ
منهم خلق من التابعین فممن کان
بالمدینة ابن المسیب وعروة وسالم وعمر بن
عبد العزیز وسلیمان وعطاء ابنا یسار ومعاذ بن
حارث المعروف بمعاذ القاری وعبد الرحمن
ابن هرمز الاعرج وابن شهاب الزهری
ومسلم بن جندب وزید بن اسلم وبمکة عبید وعطا
ابن ابی رباح وطاوس ومجاهد وعکرمه وابن ابی ملیکة
وبالکوفة علقمة والاسود ومسروق
وعبیدة وعمرو بن شرحبیل والحارث بن قیس
والربیع بن خیثم وعمرو بن میمون وابو عبد الرحمن
السلمی وزید بن حبیش وعبید بن نضیلة وسعید بن
جبیر والنخعی والشعبی وبالبصرة ابو العالیة وابو رجاء
ونصر بن عاصم ویحیی بن یعمر والحسن وابن سیرین وقتادة

وبالشام مغیرۃ بن ابی شہاب المخزومی صاحب
عثمان وخلیفۃ بن سعد صاحب ابی الدرداء
ثم تجرد قوم واعتنا بضبط القرأۃ اتم عنایۃ
حتی صاروا ائمۃ یقتدی بہم ویرحل الیہم
فکان بالمدینۃ ابوجعفر بن القعقاع
ثم شیبۃ بن نصاح ثم نافع بن ابی نعیم و
بمکۃ عبداللہ بن کثیر وحمید بن قیس
الاعرج ومحمد بن محیصن وبالکوفۃ یحیی بن
ثابت وعاصم بن ابی النجود وسلیمان الاعمش ثم
حمزۃ ثم الکسائی وبالبصرۃ عبداللہ بن ابی
اسحاق وعیسی بن عمرو ابوعمرو بن العلاء
وعاصم الجحدری ثم یعقوب الحضرمی
وبالشام عبداللہ بن عامر وعطیۃ بن قیس
الکلابی واسماعیل بن عبداللہ بن
المہاجر ثم یحیی بن الحارث الذماری ثم شریح
بن یزید الحضرمی واشتہر من ہولاء
فی الآفاق الائمۃ السبعۃ نافع واخذ عن سبعین من
التابعین منہم ابوجعفر وابن کثیر واخذ من عبداللہ
بن السائب الصحابی وابوعمرو واخذ عن التابعین
وابن عامر واخذ عن ابی الدرداء واصحاب عثمان
وعاصم واخذ عن التابعین وحمزۃ واخذ عن عاصم والاعمش
والسبیعی ومنصور بن المعتمر وغیرہم والکسائی واخذ عن
حمزۃ وابی بکر بن عیاش ثم انتشرت القراء فی الاقطار

وتفرقوا امما بعد امم واشتهر من رواة كل طريق
من طريق السبعة راويان فعن نافع قالون
وورش عنه وعن ابن كثير قنبل والبزى
عن اصحابه عنه وعن ابى عمرو والدورى
والسوسى عن اليزيدى عنه وعن ابن عامر
هشام وذكوان عن اصحابه عنه وعن عاصم ابوبكر
بن عياش وحفص عنه وعن حمزة خلف و
خلاد عن سليم عنه والكسائى والدورى
وابو الحارث الخ بلفظه وقال الكواشى كلما صح سنده
واستقام وجهه فى العربية ووافق خط المصحف
الامام فهو من السبعة المنصوصة ومتى فقد شرط
من الثلاثة فهو الشاذ وقد اشتد انكار ائمة
هذا الشان على من ظن انحصار القراءة
المشهورة فى مثل ما فى التيسير والشاطبية
واخر من صرح بذلك الشيخ تقى الدين السبكى
فقال فى شرح المنهاج قال الاصحاب تجوز القراءة
فى الصلوة وغيرها بالقراءة السبع ولا تجوز بالشاذ
وظاهر هذا يوهم ان غير السبع المشهورة من
الشواذ فقد نقل البغوى الاتفاق على
القراءة بقراءة يعقوب وابى جعفر مع السبع المشهورة
وهذا القول هو الصواب قال واعلم ان الخارج عن السبع
المشهورة على قسمين منه ما يخالف رسم
المصحف فهذا لا شك فى انه لا تجوز قراءته لا

فی الصلوۃ ولا غیرها ومنه ما لا یخالف رسم المصحف ولم تشتهر القراۃ به وانما ورد من طریق غریب لا یعول علیها وهذا یظهر المنع من القراۃ به ایضا ومنه ما اشتهر عند ائمۃ هذا الشان القراۃ به قدیما فهذا الاوجه للمنع منه الخ

الحاصل قرائت متواترہ نماز وغیرہ نماز میں معتبر ہے نہ شاذہ اور متواتر کی تعریف ہم بیان کر چکے اور قرائت شاذ کا حکم مثل خبر احاد کے ہے

اتقان میں ہے اختلف فی العمل بالقراۃ الشاذۃ فنقل امام الحرمین فی البرهان عن ظاهر مذهب الشافعی انه لا یجوز وتبعه ابو نصر القشیری وجزم به ابن الحاجب لانه نقله علی انه قرآن لم یثبت وذکر القاضیان ابو الطیب والحسن والرویانی والرافعی العمل بها تنزیلا لها منزلۃ خبر الاحاد وصححه ابن السبکی فی جمع الجوامع وشرح المختصر وقد احتج الاصحاب علی قطع یمین السارق بقراۃ ابن مسعود وعلیه ابو حنیفۃ رح ایضا واحتج علی وجوب التتابع فی صوم کفارۃ الیمین بقراته متتابعات ولم یحتج بها اصحابنا لثبوت نسخها کما سیاتی انتهی بلفظه اقول المتواتر هو السبعۃ ای القرات السبع المنسوبۃ الی الائمۃ السبع نافع وابن کثیر وابی عمرو وابن عامر وعاصم وحمزۃ والکسائی والرواۃ والحفاظ

اشتہر والحفظ القران من الصحابة عثمان رض
وعلی وابی وزید بن ثابت وعبد اللہ بن
مسعود وابو الدرداء ومعاذ بن جبل وابو زید
الانصاری ثم ابوہریرة وعبد اللہ بن عباس
وعبد اللہ بن السائب رضی اللہ عنہم اجمعین
واشتہر من التابعین یزید بن القعقاع و
عبد الرحمن الاعرج ومجاهد بن جبیر و
سعید بن جبیر وعکرمة وعطاء بن یسار وابن
ابی رباح والحسن البصری وعلقمة بن قیس والاسود
وزر بن حبیش وعبیدة السلمانی ومسروق
والیہم ترجع السبعة فان نافعا اخذ عن ابی
جعفر وابن کثیر اخذ عن عبد اللہ بن السائب
واباعمر واخذ عن ابی جعفر ومجاهد وابن
عامر اخذ عن ابی الدرداء وعاصما اخذ عن
زر وحمزة اخذ عن عاصم والکسائی
اخذ عن حمزة هذه خلاصة ما فی اتمام الدرایة
لقراء النقایة للشیخ العلامة السیوطی وغایة
البسط والتفصیل فی التحبیر للشیخ المذکور المرحوم
وفی مسلم الثبوت وشرحه القراءة
السبع المنسوبة الی الائمة السبع نافع وابن
کثیر وابی عمرو وابن عامر وابن
عامر وحمزة والکسائی متواترة ونسبتها
الیهم انما هی لاختصاصهم بالتصدی وافناء

العرف الكتسابها الا انهم هم النقلة فقط فتدبر فانه
خفی واضح انتهى محصده وهكذا فى الاتحاف
والنشر للعلامة الجزرى القارى وذكر فى
الكشف الكبير فى اصول الفقه الحنفى ان
القراة السبع كلها متواترة عند الكل كذا فى العقود
العشر للعلامة احمد بن يحيى بن محمد بن سعد الدين
التفتازانى وهكذا فى التوضيح والتلويح والتفسير
النيشاپورى ومعالم التنزيل والبيضاوى وغيره من
كتب التفسير والحديث والفقه كما لا يخفى
على المهرة اولى الابصار والالباب والله اعلم بالصواب
اور مرقاة شرح مشكوة میں ہے قوله انزل القرآن
على سبعة احرف وقد جاء فى رواية نزل القرآن على
سبعة احرف كلها شاف وكاف قيل المراد
سبعة احرف سبع لغات للعرب مشهود لها
بالفصاحة فان حرف الشئ طرفه ولهذا سميت
حروف التهجى لانها اطراف الكلم وهذه سبعة
اطراف اللغات وهى لغة قريش وطى
وهوازن واهل اليمن وثقيف وهذيل
وبنى تميم فان القرآن نزل اولا بلغة قريش
ولما شق على كل العرب القراءة بلغتهم رخص
فى ذلك وكان ذلك سوال منه صلعم ربه عز وجل
كما ورد فى حديث ابى بن كعب وقال ورده التوربشتى
فى شرحه وكانوا يقرؤنه على اللغات المختلفة المذكورة

ثما ینتہی کل احد الی امارۃ عثمان رض فلما کتب
المصاحف وارسل النسخ الی بلاد الاسلام جمع
الناس علی لغۃ قریش بعد ماجمعہ زید بن
ثابت بامر ابی بکر واستصواب عمر رض بمجموع اللغات
وامر عثمان بمحو ما عداہ رفعا للمحذوف الذی
وقع فی الناس بانکار بعضہم قراءۃ بعض و یکفر
کل من الفریقین اخر ولم یبق من الحروف المختلفۃ
فیہا علی نہج التواتر الا شئ یسیر وبقی المختلف
فیہ من الادغام والامالۃ والتوقف وغیر ذلک
من القسم المشترک الذی اشتہر عند القراء
السبع لاتصال سندہ علی اصلہ مقروابہ
وما عدا ذلک فانہ متروک لایقرء بہ ولا یحتج
لفقد الضرورۃ التی دعت الیہ فی اول الوہلۃ
ثم لسقوط الروایۃ عنہ وانعدام التواتر فیہ
وہذہ العلۃ ہی التی یعتمد علیہا ما فی ترک القراءۃ
التی تخالف نظم المصحف المجمع علیہ وہذا القول
ہو المعتمد علیہ الذی علیہ اکثر الشارحین
وقیل المراد بہ قراءۃ السبع فانہا کلہا متواترۃ ثبت
انزالہا وقرانیتہا یترتب علی کل واحدۃ منہا احکام
التلاوۃ من جواز الصلوۃ بہا وحرمۃ مس الجنب
والمحدث ایاہا وقد نبہت قراءۃ یعقوب فصارت
ثمانیۃ وقد یدعی العشر انہا متواترۃ والقول
المختار الذی علیہ الجمہور ہو الاول انتہی بلفظہ

الحاصل جو مجموعۂ مرتبہ قرآن شریف ہے اور ہم لوگ اوسکی
تلاوت کرتے ہین یہی متواتر اور بلا تحریف و تبدیل ہے اور اخیر
مرتبہ جو جبرئیلؑ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر عرض
کیا تھا وہی باقی ہے اوسیکو خلافت راشدہ مین جمع کیا گیا تھا
اور اوسیکو قائم رکھنے کے واسطے حضرت عثمانؓ نے باجماع
صحابہ کرامؓ سعی بلیغ فرمائی تاکہ ما عدا اوسکے جو الفاظ بعض اشخاص
نے لغات منسوخہ کے لکھ رکھے تھے اور وہ باعث اختلاف
فی القرآن کے آیندہ زمانہ مین ہوجاتے محو کیے گئے نفس
قرآن مین نہ کمی ہوئی ہے نہ زیادتی اور رسم کتابت مین بھی
قریش کا طریقہ اختیار کیا گیا تھا اور وہی صحابہ مہتمم مقرر ہوئے تھے
خود بھی حافظ قرآن تھے اور عرضہ اخیرہ جبرئیل مین بھی حاضر تھے
اور رسول صلعم سے بلا واسطہ سیکھے تھے اور زمانہ خلافت
شیخین مین بھی موجود تھے اور کاتب وحی بھی تھے اور جب
شبہہ کسی بات مین ہوتا تھا تو تحقیق کرکے بخوبی رفع کر لیا جاتا تھا
لامحالہ قرآن شریف مین کسیطرح کا شک نہین ہے نہ کوئی
اعتراض وارد ہے **چوتھا سوال** آیات منسوخ التلاوت کی بابت
مین جو روایات وارد ہین قرآنیت بعض آیات کی جو روایات
مذکورہ مین منقول ہین قابل تسلیم ہے یا نہین اور اعتماد روایات
موصوفہ پر ہونا چاہیے یا قطعاً موضوع اور ناقابل اعتماد ہین
الجواب قرآنیت کسی آیت کی اخبار احاد سے ثابت نہین
ہوسکتی کیونکہ واسطے تسلیم قرآن کے تواتر شرط ہے
ہان علی قدر مشترک روایات متعددہ سے اسیقدر علم
ضروری حاصل ہوتا ہے کہ بعض آیات کی تلاوت منسوخ ہوگئی

مگر تعین اس امر کا کہ فلان آیت قرآن کی یقیناً تھی اون روایات سے نہین ہو سکتا البتہ جسطرح استخراج احکام شرعیہ دلیل ظنی سے جائز ہے باعتبار صحت بعض احادیث صحیح کے حکم شرعی کا استنباط ہو سکتا ہے مگر اعتقاد قرآنیت بغیر تواتر و علم قطعی کے متعذر ہے لہذا ہم یہ اعتقاد رکھتے ہین کہ کوئی آیت جو منسوخ التلاوت روایات غیر متواترہ مین مذکور ہے قرآن کا حکم اوسپر نہین ہو سکتا محض حدیث کے درجہ مین وہ روایت رہ جاویگی اور جیسا قاعدہ تنقید احادیث صحیحہ و سقیمہ کا ہے اون روایات مین بھی جاری رکھا جاویگا اور جب کوئی حدیث صحیح مان لیجاویگی تو مفید علم ضروری ہوگی علم قطعی و تواتر بحر د روایت کے دیکھنے سے نہین حاصل ہوگا تفاسیر مین اکثر آیات کی ذیل مین جو اختلافات قرائت لکھی گئی ہین اونمین بھی متواتر اور شاذ دونون قسم کے ہین پس جب کسی آیت منسوخ التلاوۃ یا کسی قرائت کی تحقیق منظور ہو تو وہی قاعدہ کلیہ مرعی ہوگا کہ قرآنیت بغیر ثبوت تواتر کے تسلیم نہ کیجاویگی روایت صحیحہ بمنزلہ حدیث کے رہیگی جس سے بعد توافق و تعارض روایات کے علم ظنی و ضروری حاصل ہوگا اور اوسواسطے استنباط احکام شرعیہ کے کام آویگی اور قرائت مین بھی وہی قرائت نماز مین پڑھنی جائز ہوگی جسکا تواتر ثابت ہو نہ شاذہ و متکلم فیہا لہذا فن قرائت کیطرف رجوع کرنا علماء کا ضروری ہے مجرد دیکھہ لینا کسی تفسیر مین کافی نہین ہے کیونکہ مفسرین کے اقوال اکثر جامع روایات کے ہوا کرتے ہین تنقید روایات کی کمتر کیجاتی ہے اور غرض اونکی

یہ ہوتی ہے کہ اس آیت کی تفسیر مین کسقدر قول ہین اور
سابقین کیا کیا فرماتے ہین بعض مفسرین کسی کسی جگہ
تحقیق بھی لکھہ دیتے ہین بعض نہین لکھتے تفسیر درمنثور سیوطی
کا بھی ایسا ہی حال ہے کہ صدہا روایات اوسمین موجود ہین
مگر نوبت تنقید و تحقیق راجح مرجوح کی نہین پہونچی لہذا اکثر
اہل خلاف بحوالہ اوسی تفسیر کے خامہ فرسائی اور شک اندازی
کیا کرتے ہین جس اصول کو مین نے عرض کیا ہے محقق کو ہرگز
چھوڑنا نہ چاہیے ورنہ ٹھوکرین کھائیگا اور چونکہ ہر فن کی کتابین
علیحدہ علیحدہ موجود ہوتی ہین لہذا جس فن کی بحث پیش آوے
اوسی کی طرف رجوع کرنا لازم ہوگا جسوقت کوئی حدیث تفاسیر
مین دیکھی جاوے تو اوسکی اسناد کی تلاش کرنی لازم ہے
اور یہ بھی دیکھنا ہوگا کہ اسماء الرجال مین وہ راوی کیسے لکھے گئے ہین
اور وہ روایت کسقدر احادیث صحیحہ سے موافقت یا مخالفت
رکھتی ہے اور اصول علم حدیث کا اقتضا اوسکے باب مین
کیا ہے اور مفسرین مین بھی دو قسم کے علماء گذرے ہین
بعضے ایسے بھی ہین کہ تفسیر و حدیث دونون کے امام ہین مثلاً
حضرت بغوی رح صاحب معالم التنزیل اونکی تفسیر مین اکثر
روایات باسناد خاص موجود ہین اور اونکے مثل جو علماء ہین
زیادہ تر اونکا کلام فن حدیث مین اعتبار کے لائق ہے گو
تفسیر ہی مین کیون نہ لکھین اور امام رازی رح اگرچہ بڑے
محقق و متکلم اور جامع علوم دینی ہین مگر اپنی تفسیر مین التزام
نہین کیا ہے کہ کوئی حدیث یا روایت ضعیف یا مرجوح یا موضوع
نہ لکھین اونکی تفسیر جامع اقوال و احتمالات کثیرہ ہے بیان تک

کلبی اور ثعلبی کا قول بھی لکھہ دیتے ہین اور اونکی یہ بھی عادت ہی
کہ احتمالات بقدر روا رد ہوسکتے ہین لکھتے چلے جاتے ہین کبھی تو
جواب بھی شبہات مخالفین کا دیدیتے ہین کبھی اعتراض یا شبہہ کو
بے حقیقت سمجھکر یا غیر ضروری جانکر اوسکے تردید مین کچھہ نہین
لکھتے ہین کبھی علم کلام و تردید فلاسفہ و ملاحدہ و فرق باطلہ کیطرف
متوجہ ہوجاتے ہین تو اوسی فن کے طرز پر کلام جاری ہوتا ہے
یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ جو شبہہ یا احتمال یا اعتراض تفسیر کبیر مین ان
لکھکر جواب اوسکا چھوڑ دیا ہے وہ لاجواب یا مقبول و مسلم
اہل سنت و جماعت کا ہے یا اگر جواب بھی لکھا ہے تو اوسی جواب کا
حصر ہوگیا ہے اوس سے عمدہ دوسرا جواب متکلمین فرقہ حقہ کے
پاس نہین ہے بعض مبتدع اور مبتلاے ہواے نفسانی کی
عادت ہے کہ ایک فقرہ تفسیر کبیر کا نقل کردیتے ہین اور اہل سنت کو
الزام دیتے ہین اور عوام بلکہ متوسطین یہ سمجھہ لیتے ہین کہ جو کچھہ
تفسیر کبیر مین لکھا ہے وہ گویا منطوق آیت قرآنی مین داخل ہے
حالانکہ ایسا خیال نکرنا چاہیے صفت جامعیت و صحت مضامین
باعتبار اکثریت و حصول فوائد علم تفسیر وغیرہ فوائد مین وہ تفسیر
نہایت عمدہ ہے مگر ہر عبارت پر تکیہ کرلینا محققین کی شان سے
بعید ہے اور مخفی نرہے کہ کشاف کے مصنف معتزلی مذہب ہین
جنکو ہمارے مذہب حق سے بہت اختلاف ہے لہذا جس جگہ
اپنے مذہب اعتزال کی تائید کی ہے اوس سے خبردار رہنا
چاہیے اور میلان اونکے مذہب کا طرف امامیہ کے ہے
اوس سے بھی غافل نرہنا چاہیے اور وہ کلبی وغیرہ مجروحین
کے اقوال بھی لکھتے ہین اونکو مسلمات اہل سنت مین سمجھنا نہ چاہیے

مگر وہ اسیقدر رہے جو موافق ہون نہ مخالف اور بیضاوی نے اکثر کشاف
سے اخذ مطالب کیا ہے اسیطرح مدارک مین بھی بعض مقام
ظہور مین آیا ہے پس جب کسی عقیدہ کی بحث ہو یا کسی مسئلہ کی
تحقیق منظور ہو تو کسی ایک تفسیر کی عبارت پر ختم کرنا اعتقاد کا
اور تمام ضروریات علم کلام سے غافل نر ہنا چاہیے مگر یہ بھی نہ سمجھنا چاہیے
کہ مفسرین مذکور کے تمام اقوال نا معتمد ہین یا کوئی حدیث صحیح
نہین لکھی ہے یا کوئی تفسیر کسی آیت کی مجمع علیہ اور متفق علیہ نہین ہے خذ ما صفی ودع ما کدر پر
عمل کرنا چاہیے فائدہ امام احمد حنبل کا قول دربارہ بے اعتباری احادیث مندرجہ
تفاسیر کے نقل کر کے بعض اشخاص معترض ہوتے ہین مگر جو آ
اوسکا اتقان وغیرہ مین دیا گیا ہے اور وہ قول اگر صحیح بھی
تو اونہین تفاسیر سے متعلق ہے جو اونکے وقت مین کسی
ایسے مفسر نے لکھی ہونگی جسنے التزام صحت روایات کا نہین
کیا تھا نہ کہ آیندہ قیامت تک جو تفسیر تصنیف ہوتی جاوے
وہ اوسی قول سے مردود ٹھہرائی جاوے اور بعض ظریف مزاج
علما نے جو تفسیر کبیر کی نسبت بیان کیا ہے کہ اوسمین سب کچھ ہے
سوا تفسیر کے اونکی یہ غرض نہین ہے کہ تفسیر کبیر لغو اور
واہیات ہے بلکہ اوسمین بحث تمام یا اکثر علوم کی دیکھی ہے
اور ترجمہ آیات کا التزام نہین کیا ہے اسواسطے یہ لطیفہ
کہا جاتا ہے مگر امام رازی نے یہ سوچا ہے کہ ترجمہ آیات کا
یا حل کرنا معنی آیات کا اکثر تفاسیر مین ہوتا ہے الا کوئی ایسی
تفسیر بھی چاہیے جس مین معنی بھی حل کیے جاوین اور
مسائل کا بھی استخراج ہو اور اعتراضات و شبہات
سے بھی بحث کیجاوے اپنے طور کی یہ تفسیر بے مثل ہے

الحاصل تنقید و تصحیح کرنا منع نہین ہے اور مفسرین کی نسبت
بد اعتقادی اورانکی توہین کرنا اور کل مقولات کو نا معتمد
سمجھنا محض مکابرہ ہی واللہ اعلم علمہ اکمل و اتم ؀

تمت